U20086

Title - KITABUSH SHOFAA

Date 11-1-10

Creator - Sayyed Mehmood

Publisher - matba muslihul matabi ucagea (Delhi).

Date - 1897

Pages - 52 + 72 + 36.

Subjects -

کتاب الشفعه

از

کتب مذہب حنفی

مجمع البحرین و فتاوی قاضی خان

و عینی شرح کنز

مؤلف و مترجم اونریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جعل ظله ممدود
الی الآباد باہتمام احقر العباد خواجه
مصلح الدین احمد غفر له
الاحد فی یوم التناد
سنه ۱۸۹۷ء

مطبع مصلح المطابع واقع دهلی میں طبع ہوئی

کتاب الشفعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وهي تمليك البقعة جبراً بما قام على المشتري بالشركة او الجوار۔

(۱) یہ سبب شرکت یا جوار کے جبراً کسی جائداد پر اوسی قدر ثمن دلاکر جو مشتری پر لازم ہوا ہے مالک کر دینا نام شفعہ ہے۔

(۲) وهي مشتقة من الشفع وهو الضم انما سميت بها لما فيها من ضم المشتراة الى عقار الشفيع

(۲) شفعہ شفع سے ماخوذ ہے جو انضمام کے معنی میں ہے شفعہ اسواسطے کہتے ہیں کہ اوس میں خریدی ہوئی شئے شفیع کے ملک کے ساتھ ملجاتی ہے۔

(۳) وتجب للخليط اي تثبت الشفعة للشريك في المبيع۔

(۳) سب سے پہلے حق شفعہ اوس شخص کو ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے۔

(۴) وهذا مقدم على غيره بلا خلاف لانه اقوى لتعلق الشركة باجزاء الملك۔

(۴) شریک فی المبیع کو بالاتفاق اوروں پر تقدم ہے کیونکہ بہ نسبت اور شریکوں کے اوس کو قوت ہوا اسلئے کہ اجزائے ملک کے ساتھ یہاں شرکت کا تعلق ہے۔

(۵) وفي التبيين الشريك في البناء بدون الارض لا يكون خليطاً في المبيع۔

(۵) تبیین میں بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص صرف مکان کی عمارت میں شریک ہو اور زمین کے اندر شریک نہیں ہو تو وہ شریک فی المبیع کا حکم نہیں رکھتا ہے۔

(۶) ثم في حقه يعني اذا سلم الخليط في المبيع الشفعة تجب للخليط في حق

(۶) اگر شریک فی المبیع نے حق شفعہ چھوڑ دیا تو اب حق شفعہ شریک فی حق المبیع کو ثابت ہوگا کیونکہ شفیع

المبيع لانه شريك فى مرافق الملك

ملک میں شریک ہے۔

(۷) ثم لو كان الخليط فى المبيع غائبًا يقضى بالشفعة للخليط فى حقه اذا طلب لان الغائب يحتمل ان لا يطلب فلا يؤخر حق الحاضر بالشك۔

(۷) اگر شریک فی المبیع غیر حاضر ہو اور شریک فی حق المبیع نے شفعہ چاہا تو قاضی اس کے لئے شفعہ کا حکم دیدیگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ غیر حاضر آکر حق شفعہ طلب نہ کرے پس صرف احتمال سے اس حاضر کے حق میں تاخیر نہ کیجائیگی۔

(۸) ثم اذا حضر وطلب الشفعة قضى له بها۔

(۸) شریک فی المبیع کے غیبت میں اگر قاضی نے اس حاضر کو شفعہ دلادیا اور پھر اوس نے حاضر ہو کر شفعہ کا مطالبہ کیا تو اوسکے لئے شفعہ دلایا جاویگا

(۹) وبعد القضاء له لو ترك شفعته ليس للخليط فى حقه ان يأخذها لانه بالقضاء للشريك انقطع حقه وبطل۔

(۹) قاضی نے شریک فی المبیع کے لئے شفعہ کا حکم دیدیا مگر اوس نے شفعہ لینے سے انکار کردیا تو اب شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ شریک فی المبیع کے لئے جب اوس نے حکم دیدیا تو اوسیوقت شریک فی حق المبیع کا شفعہ باطل اور منقطع ہوگیا۔

(۱۰) ولو لم يطلب الخليط فى حقه حين غيبة الشريك فاذا حضر وسلم ليس للخليط ان ياخذها كذا فى القنية۔

(۱۰) شریک فی المبیع تو غیر حاضر تھا اور اوس کے پیچھے شریک فی حق المبیع نے شفعہ کی درخواست نہ کی اس کے بعد شریک فی المبیع آگیا اور شفعہ لینے سے اوس نے انکار کیا تو اب شریک فی حق المبیع شفعہ نہیں لے سکتا۔

(۱۱) كالشرب والطريق الخاص۔

(۱۱) حق المبیع میں شریک ہونے کے یہ صورتیں ہیں جیسے شرب خاص اور طریق خاص۔

(۱۲) قيد به لانهما اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة۔

(۱۲) شرب عام اور طریق عام میں شفعہ کا استحقاق نہیں ہوتا۔

(۱۳) الشرب الخاص نهر لا يجرى فيه السفن۔

(۱۳) شرب خاص اتنی بڑی نہر کو کہہ سکتے ہیں جس میں ناؤ نہ چل سکے۔

(۱۴) وقيل ما ينفد ماؤه الى اخر الاراضى المسقية منه۔

(۱۴) بعض کے نزدیک شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جو اسقدر پانی کے اراضی کے لئے پوری طور پر آب پاشی کو کافی ہوسکے۔

(۱۵) وعن ابى يوسف ما يسقى منه قراحان او ثلثة او بستانان

(۱۵) ابو یوسف رح فرماتے ہیں جس سے صرف دو تین کھیت یا دو تین باغ کو پانی دے سکیں تب

او ثلثة وما زاد علی ذلك فهو عام کذا فی النهاية۔

وہ نہر یا تالاب شرب خاص ہے ورنہ وہ شرب عام میں داخل ہے۔

(۱۶) والطریق الخاص ما یکون غیر نافذ۔

(۱۶) طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو۔

(۱۷) ثم نثنیها الجار الملازق۔

(۱۷) شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد حنفیہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ ہے

(۱۸) خلافا للشافعی۔

(۱۸) امام شافعی رحمہ کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ نہیں ہے

(۱۹) وفی الحقائق کذا الخلاف فی الجار المقابل فی السکة الغیر النافذة۔

(۱۹) کوچہ سربستہ میں سامنے کے پاس والے کو حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔

(۲۰) اما الجار المقابل فی السکة النافذة لا شفعة له اتفاقا۔

(۲۰) اگر کوچہ نافذہ ہو تو سامنے کے پاس والے کو بالاتفاق حق شفعہ نہیں ہے۔

(۲۱) واذا قسمت الدار وحددت فلا شفعة۔

(۲۱) ایک مکان میں دو شخص شریک تھے اور وہ مکان اور نہیں تقسیم ہو گیا تو اب کوئی کسی کا شفیع نہیں ہو سکتا۔

(۲۲) ولنا قوله علیه السلام الجار احق بشفعته۔

(۲۲) پاس والے کو حق شفعہ ثابت ہونے پر حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پاس والا اپنے شفعہ کا مستحق ہے

(۲۳) ولو ذمیا ای وان کان الشفیع ذمیا۔

(۲۳) جس طرح مسلمان کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح ذمی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) قید به لان ابن ابی لیلی قال لا شفعة للذمی کذا فی الکفاية۔

(۲۴) کفایہ میں بیان کیا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک ذمی کو حق شفعہ نہیں ہے۔ اس واسطے یہاں ذمی کا ذکر کر دیا گیا۔

(۲۵) وکذا لو کان ماذونا او مکاتبا لانها شرعت لدفع الضرر والکل فی ذلك سواء۔

(۲۵) غلام ماذون اور مکاتب کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اس بات میں سب لوگ برابر ہیں۔

(۲۶) وحکم الجار مع الخلیط فی الطلب کحکم الخلیط مع الشریك۔

(۲۶) شفعہ کے طلب کرنے میں پاس والے کا شریک فی حق المبیع کے ساتھ وہی حکم ہوتا ہے جو شریک فی حق المبیع کا شریک فی المبیع کے ساتھ ہے۔

(۲۷) وتقسمها على الرؤس لا السهام يعني الشفعة تثبت عندنا على قدر رؤس الشفعاء۔

(۲۷) حنفیہ کے نزدیک شفعا کے اوپر شفعہ علی قدر الرؤس تقسیم کیا جاتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جتنے شفیع ہونگے برابر برابر شفعہ کے مستحق ہوں گے۔

(۲۸) وعند الشافعي على قدر سهامهم

(۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک شفعا کے حصہ پر شفعہ تقسیم ہوتا ہے۔

(۲۹) مثلا اذا كان دار بين ثلثة لاحدهم نصفها وللآخر ثلثها وللآخر سدسها فباع صاحب النصف نصيبه قضي بالشفعة بين الآخرين اثلاثا عنده على قدر ملكهما ونصفين عندنا على قدر رؤسهما فان باع صاحب الثلث نصيبه يكون الشفعة بينهما ارباعا عنده وان باع صاحب السدس نصيبه يكون الشفعة بينهما اخماسا لصاحب الثلث خمساها ولصاحب النصف ثلثة اخماس كذا في المصفى۔

(۲۹) ایک مکان میں تین شخص شریک ہیں ایک نصف کا ایک ثلث کا ایک چھٹے حصہ کا اور نصف والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اس صورت میں امام شافعی رح کے نزدیک اس نصف کے دو تہائی میں ایک شخص کو اور ایک تہائی میں دوسرے کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک ان دونوں کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔ اور اگر ثلث والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو امام شافعی رح کے نزدیک ایک کو اس ثلث کے تین ربع میں اور دوسرے کو ایک ربع میں حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر چھٹے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوس کے پانچ حصہ کیے جائینگے جنمیں سے دو حصے تہائی والے کو اور تین حصے نصف والے کو بحق شفعہ دلائے جائیں گے۔

(۳۰) له ان الشفعة من مرافق الملك فيثبت بقدره كالربح والكسب ولنا ان بينهما اتصال الملك وقليل الملك ككثيره ولهذا لو تفرد صاحب القليل فله كل الشفعة بخلاف الربح والكسب لانهما من نتائج الملك فيكونان بقدره۔

(۳۰) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ ملک کی ایک منفعت ہے لہذا نفع اور کسب کی طرح بقدر منفعت شفعہ حاصل ہوگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ان دونوں میں ملکیت کا اتصال پایا جاتا اور اس بات میں ملکیت کثیر ہو یا قلیل دونوں برابر ہیں ولہذا اگر صرف تھوڑے حصہ والا شریک ہوتا تو بالاتفاق اوسکو کل میں شفعہ کا حق حاصل ہوتا بخلاف نفع اور کسب کے اس لیے کہ یہ دونوں ملک کے نتائج میں داخل ہیں۔ لہذا ملک کے حساب سے ان کا اندازہ کیا جائے گا۔

(۳۱) اعلم ان كلا من الشفعاء قبل القضاء بالشفعة لهم مستحق بجموع

(۳۱) معلوم کرو کہ جبتک قاضی شفعا کے لیے شفعہ کا حکم نہ سنا دے تب تک ہر شفیع کو پورے مکان مشفوعہ میں شفعہ کا استحقاق ہے مگر صرف مزاحمت کے

الدار المشفوعة والقسمة بينهم للمزاحمة فينبغي ان يطلب كذلك حتى لو طلب واحد منهم بعضها بطل شفعته عند محمد لما سيجيء۔

خیال سے اونہیں باہم حق شفعہ تقسیم کیا جاتا ہے لہذا ہر شفیع کو پورے مکان مین شفعہ کی درخواست کرنی چاہیے حتی کہ اگر کوئی شفیع مکان کے ایک حصہ مین شفعہ چاہیگا تو امام محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا چنانچہ آیندہ آتا ہے۔

(٣٢) وتجب الشفعة بعد البيع الصحيح قيد به لان الفاسد مستحق للفسخ فلا يثبت فيه الشفعة دفعا لتقرير فساده الخالي عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملك البائع فلا يمكن الشفيع التملك۔

(٣٢) حق شفعہ اوس بیع صحیح کے بعد ثابت ہوتا ہے جس مین بائع کو اختیار باقی نہو کیونکہ اگر اوسکو واپس لینے کا اختیار باقی ہو تو وہ بیع کو اپنے ملک مین روک سکتا ہے پھر شفیع کسیطرح مالک نہین ہو سکتا اور بیع فاسد کرنے سے شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ وہ بیع فسخ کے قابل ہے اور شفعہ کے ثابت کرنے مین اوس کے فساد کا قائم رکھنا ہے۔

(٣٣) قيد بخيار البائع لانه لو كان للمشتري فله الشفعة اتفاقا اما عندهما فلكونه مالكا للمبيع وقت الشراء واما عنده فلثبوت حق التملك له وهذا كاف لثبوت الشفعة كما جاز للمكاتب الشفعة۔

(٣٣) اگر بیع مین بائع کو اختیار نہین ہو مگر مشتری کو اختیار رہے تو بالاتفاق حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے صاحبین کے نزدیک تو اس لئے کہ خریدنے کے وقت مشتری مبیع کا مالک ہو گیا اور امام صاحب کے نزدیک اس لئے کہ اوسکو حق ملکیت حاصل ہو گیا اور شفعہ ثابت ہونے کے لئے اسقدر کافی ہے جس طرح مکاتب کے لئے شفعہ جائز ہے۔

(٣٤) وكذلك خيار العيب والرؤية لا يمنعان من الشفعة۔

(٣٤) خیار عیب اور خیار رویت کے صورت مین بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(٣٥) وما في معناه يعني تجب الشفعة بعد وجود ما في معنى البيع كالصلح على مال والهبة بعوض۔

(٣٥) جسطرح بیع سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسیطرح جس چیز مین مبادلة المال بالمال کے معنے پائے جاتے ہین مثلا مال دیکر صلح کرنا یا کسی چیز کے عوض مین ہبہ کرنا۔

(٣٦) وبسقوط الخيار يعني يثبت الشفعة بعد سقوط الخيار عن البائع۔

(٣٦) جس صورت مین بائع کو بیع کا اختیار حاصل ہو اور پھر وہ اختیار جاتا رہے تو پھر ہر طرح سے شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۳۷) والفسخ في الفاسد اي بسقوط الفسخ في البيع الفاسد لان حق الفسخ فيه كان للشرع فاذا تعلق به حق المشتري بالبناء او الغرس سقط الفسخ وزال المانع عن الشفعة۔

(۳۷) اگر بیع فاسد مین کسی وجہ سے اختیار فسخ باقی نہ رہا تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ بیع فاسد مین شرع سے حق فسخ ہوتا ہے پھر جب اوس کے ساتھ بسبب مکان بنا لینے یا باغ لگا لینے کے مشتری کا حق متعلق ہو گیا تو اب فسخ کا اختیار باقی نہ رہا اور شفعہ کا مانع جاتا رہا۔

(۳۸) قال المصنف في شرحه وانما قال يجب بعد البيع لانه لو قال بالبيع لكان موهما ان البيع سبب وليس كذلك بل البيع شرط والسبب الشركة بنوعيه اي حق المبيع او نفسه او الجوار اقول على هذا كان ينبغي ان يقول او سقوط الخيار بلا باء عطفا على البيع اذ بالباء يوهم ان سقوط الخيار سبب

(۳۸) معلوم کرو کہ شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے بیع کے سبب سے نہین ثابت ہوتا کیونکہ بیع شرط ہے نہ سبب ہے اور اوس کا سبب شرکت یا جوار ہے اسیواسطے مصنف نے یہ کہا ہے کہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ نہین کہا کہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح بائع کے اختیار ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے ساقط ہونے کے سبب سے نہین ثابت ہوتا ہے

(۳۹) وتستقر بالاشهاد لان الشفعة حق ضعيف لابد من طلب المواثبة ليثبت رغبته في الشفعة ومن الاشهاد على الطلب ليمكن اثبات طلبه عند القاضي

(۳۹) شفعہ ثابت ہونے کے لئے شرط ہے کہ شفیع شفعہ کو فورًا طلب کرے اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہے فورًا اوس کے طلب ہونی چاہیے تاکہ اوس طلب سے شفیع کی رغبت ثابت ہو۔ اور پھر اوس کو طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے تاکہ عند القاضی اوس طلب کو ثابت کر سکے۔

(۴۰) ويملك اي الدار المشفوعة بالاخذ اذا سلمت اليه اي سلمها المشتري الى الشفيع لان الملك ثابت للمشتري حتى لو اجرها يطيب له الاجرة فينتقل برضاه

(۴۰) شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ مشتری اوس مکان کو شفیع کے قبضہ مین دیدے اور وہ اوسکو لے لے اس لئے کہ ملک مشتری کو ثابت ہے یہان تک کہ اگر وہ اوس مکان کو کرایہ پر دیدے تو مشتری کے لئے اوسکا کرایہ شرعًا حلال ہوگا لہذا اوسکی رضامندی سے ملک منتقل ہو جاویگی

(۴۱) او بحکم لزومه بالعطوف على الاخذ

(۴۱) اگر مشتری نے وہ مکان

یعنی یملك الشفیع باحد الامرین اما بالاخذ بالتراضی او بحکم الحاکم للشفیع بها ای بالشفعة۔

شفیع کے قبضہ مین رضامندی سے نہین دیا۔ مگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تب بھی شفیع اوس کا مالک ہو جاوے گا۔

(۴۲) وفائدة هذین ان الشفیع اذا مات بعد الطلبین قبل الاخذ او الحکم لم یورث عنه الدار المشفوعة ولو باعها لا یجوز۔

(۴۲) اسکا نتیجہ یہ ہو کہ اگر شفیع طلب اشہاد اور طلب مواثبت کے بعد اور مکان پر قبضہ کرنے یا حکم قاضی سے پہلے مر گیا تو اوس کے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور اگر اوسکو بیچ کیا تو اوسکی بیع ناجائز ہوگی۔

(۴۳) ولا یجب الشفعة فی غیر العقار لقوله علیه السلام لا شفعة الا فی ربع او حائط حتی لو بیع النخل وحده او البناء وحده فلا شفعة لانهما لا قرار لهما بدون العرصة فکان فی معنی المنقول۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار یعنی غیر منقولات مین ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ شفعہ نہین ہوتا مگر مکان مین یا باغ مین اس تقدیر پر اگر کوئی شخص صرف باغ کے درختون یا مکان کے دیوارون کو بغیر زمین کے بیع کرے تو اون مین شفعہ نہین ہو اس لیے کہ زمین بغیر انکو قیام نہین ہو پس وہ منقولات مین داخل ہین

(۴۴) بخلاف العلو حیث یستحق به الشفعة فی سفل بجواره اذا لم یکن طریقهما مشترکا لان له حق القرار فالحق بالعقار۔

(۴۴) اوپر کے مکان والے کو نیچے کے مکان مین حق شفعہ ہو۔ اس لیے کہ اگر دونون کا راستہ مشترک نہین ہو تو جوار کے سبب سے حق شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ اوپر کے مکان کو نیچے کے مکان پر حق قرار ہو لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا جاوے گا۔

(۴۵) وفی البدریة لو باع العقار مع العبید والدواب یثبت فی الکل تبعا للعقار۔

(۴۵) کتاب بدریہ مین بیان کیا ہو کہ اگر جائداد کو معہ غلامون اور مویشی کے ایک شخص نے فروخت کیا۔ تو یہ سب چیزین اوس جائداد کے تابع سمجھی جاوینگی اور سب مین حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۴۶) وفی التجرید لا شفعة فی الوقف ولا بجواره۔

(۴۶) کتاب تجرید مین ہو کہ وقف مین شفعہ نہین ہوتا اور نہ اوسکے جوار سے شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۴۷) تثبتها فیما لا یقسم کالبئر والرحی والحمام۔

(۴۷) حنفیہ کے نزدیک جن چیزون کی تقسیم نہین ہو سکتی اونمین شفعہ ثابت ہوتا ہے جیسے کنوان پنچکی۔ حمام۔

(۴۸) وقال الشافعی لا یثبت الشفعة

(۴۸) امام شافعی رح کے نزدیک جو چیزین قابل تقسیم نہین

فیها وهذا الخلاف مبنی علی ان الشفعة لدفع ضرر القسمة عنده ولدفع ضرر الجوار علی الدوام عندنا۔

ہیں اور ان میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شفعہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ اوٹھانی پڑے اور حنفیہ کے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے ضرر جوار سے امن ہو جائے۔

(۴۹) والظلة وهی التی احد طرفی جذوعها علی حائط الدار المبیعة وطرفها الآخر علی حائط الجار لا تدخل عنده فلا یأخذها الشفیع حتی یقول بکل حق هو لها وقالا یدخل اراد بالظلة ما یکون مفتوحة فی الدار المبیعة لانها لو کانت مفتوحة الی غیرها لا یدخل اتفاقاً۔

(۴۹) وہ سائبان جسکی کڑیاں ایک جانب سے فروخت شدہ مکان کی دیوار پر اور دوسری طرف جار کی دیوار پر رکھے ہوئے ہیں حنفیہ کے نزدیک وہ سائبان بیع میں داخل نہو گا اور شفیع اوس کو نہ لے سکیگا مگر جس صورت میں بائع کل حقوق کی تصریح کر دے اور صاحبین کے نزدیک وہ بلا تصریح بیع میں داخل ہوگا اور سائبان سے وہ سائبان مراد ہے جسکا راستہ اوس مکان کی طرف کو ہو کیونکہ اگر دوسری طرف کو ہو تو بالاتفاق داخل نہ ہو گا۔

(۵۰) لهما ان الظلة من مرافق الدار ینتفع بها صاحبها کالکنیف المشروع الی خارج الدار وله انها تبع للدار من وجه فاصل من وجه لان قرارها بها وبغیرها فان قال بکل حق لها دخلت والا فلا بخلاف المقیس علیه لانه لا اتصال له بملك الغیر۔

(۵۰) صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ سائبان مکان کے تابع ہوتا ہے جس سے مالک مکان نفع اوٹھا سکتا ہے مثل پائخانہ وغیرہ کے جو مکان سے باہر ہو۔ اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ من وجہ وہ مکان کے تابع ہے اور من وجہ اوس سے الگ ہے کیونکہ اوس کا قیام صرف اسی مکان پر نہیں ہے بلکہ دوسرے مکان پر بھی ہے لہذا اگر بائع کل حقوق کا لفظ کہدے گا تب تو وہ سائبان داخل ہو گا ورنہ نہیں۔ بخلاف مقیس علیہ کے کہ اوسمیں دوسرے کی ملک سے اتصال نہیں پایا جاتا۔

(۵۱) واذا ملك العقار بعوض وهو مال وجبت ای ثبت الشفعة۔

(۵۱) اگر ایک شخص بعوض کسی مال کے ایک مکان کا مالک ہو تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵۲) فان ملکها بلا عوض کالهبة المطلقة والصدقة لا یثبت۔

(۵۲) اگر ایک شخص بلا عوض مالک ہوا جسطرح ہبہ مطلقہ اور صدقہ میں تو شفعہ ثابت نہو گا۔

(٥٣)، وكذا اذا ملكها بعوض ليس بمال وعليه يتفرع قوله -

(٥٣)، اگر ایک شخص بعوض مکان کا مالک ہوا اگر وہ عوض مال نہین ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا -

(٥٤)، فلا نثبتها اى الشفعة فى دار يتزوج عليها اى يكون مهرًا للمنكوحة وان قال جعلتها بمهرك ففيها الشفعة لانها عوض عن المهر -

(٥٤)، اگر ایک مکان کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہ ہوگا - اور اگر مہر کے عوض مین وہ مکان ٹھیرا ہے تو شفعہ ثابت ہوجائے گا کیونکہ وہ بعوض مال کے ہے -

(٥٥)، او يخالع بها او يستاجر بها يعنى اذا اجر داره واخذ لاجرته من المستأجر دارا فلا شفعة لهذا لانه بدل المنفعة لا بدل المال -

(٥٥)، اگر ایک شخص نے بعوض مکان کے اپنی بیوی سے خلع کیا یا ایک مکان کسی کو کرایہ پر دیا اور کرایہ دار سے اوس کے کرایہ مین ایک مکان لے لیا تو اوسمین شفعہ نہین ہے کیونکہ وہ مکان اُسنے بعوض مال کے نہین لیا ہے بلکہ بعوض سکونت کے لیا ہے -

(٥٦)، او يصالح بها عن دم عمدا او يعتق عليها -

(٥٦)، اگر ایک شخص نے قصدًا ایک شخص کا خون کیا اور ایک مکان دیکر اوس کے وارثون سے صلح کرلی یا بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو شفعہ نہوگا

(٥٧)، وقال الشافعى يثبت الشفعة فيها -

(٥٧)، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان پانچون صورتون مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہے -

(٥٨)، لان هذه الاشياء متقومة فى الشرع فيكون البدل قيمة للتقوم ولنا ان قيمة الشئ ما يقوم مقامه لاتحادهما فى المقصود ولا اتحاد بين المال وهذه الاشياء فيه فلا يكون المال قيمة لها الا ان الشارع جعل للبضع قيمة فى النكاح لضرورة تعظيم قدره سيجئ بيانه فى النكاح والمنافع قيمة فى الاجارة لضرورة حاجة الناس اليها والدم قيمة لضرورة

(٥٨)، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے اندر خلع اور خون وغیرہ متقوم چیزین ہین پس مکان متقوم چیز کے بدلہ پایا گیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قیمت اوس چیز کو کہتے ہین جو بسبب اتحاد مقصود کے ایک شئے کے قائم مقام ہوسکے اور مال مین اور ان چیزون مین اتحاد فی المقصود نہین ہے پس مال اونکی قیمت نہین ہوسکتا مگر شارع نے صرف شرافت انسانی کا لحاظ کرکے شرمگاہ کے نکاح مین قیمت مقرر کی ہے اور اجارہ مین منافع کو متقوم قرار دیا ہے کیونکہ لوگونکو اوسکی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اسیطرح ضرورت انسانی کا لحاظ فرماکر خون کی قیمت مقرر کی ہے تاکہ خون کسیکا ضائع نہو اور جو چیز کسی ضرورت سے مقرر کیجاتی ہے وہ صرف اوسی ضرورت کے

صيانته عن الهدر وما ثبت بالضرورة لا تتعدى عن موضعها فلا يكون مقومة فى حق الشفعة والاعتاق ازالة المالية فكيف يقوم المال مقامه۔

اندر منحصر رہتی ہے پس حق شفعہ مین یہ چیزین متقوم نہ سمجھی جاوین گی اور باقی رہا آزاد کرنا تو مال کسیطرح اوس کے قائم مقام نہین ہوسکتا کیونکہ آزاد کرنا اصل مین مالیت کا زائل کرنا ہے نہ مال کا مال سے بدلنا۔

(۵۹) فلو تزوجها على دار ان ترد اليه الفا يعنى اذا تزوج امراة وامهرها دارا على ان ترد اليه الف درهم فالشفعة غير ثابتة عنده مطلقا اى فى حصة الالف وفى حصة الصداق۔

(۵۹) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ عورت ہزار روپیہ اس شخص کو دے تو یہ شخص وہ مکان عورت کو دیدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اوس مکان مین بالکل حق شفعہ نہوگا نہ مہر کے حصے مین نہ ہزار کے حصے مین۔

(۶۰) واوجباها فى حصة الالف لانه مبادلة مال بمال۔

(۶۰) صورت مذکورہ بالا مین صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اوس قدر حصے مین جو ہزار کے بدلہ مین آئے گا حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۶۱) اقول لو قال فالشفعة غير ثابتة فى حصة الالف لكان اخصر واولى لانه لم يحتج الى قوله مطلقا واوجباها وعدم الشفعة فى حصة الصداق قد كان عرف فى المسئلة السابقة۔

(۶۱) شارح رحمہ اللہ کہتے ہین اگر ماتن یہ کہتا کہ ہزار کے حصے مین شفعہ ثابت نہوگا تو بہتر اور مختصر ہوتا اور مطلقًا واوجباها کہنے کی ضرورت نہو تی اور مہر کے حصہ مین شفعہ کا ثابت نہونا پہلے مسئلہ سے معلوم ہو چکا تھا۔ پس دوبارہ اوس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(۶۲) وله ان البيع مشروط فى النكاح والمشروط اتباع فيكون معنى المعاوضة تبعا للصداق واذا لم يثبت الشفعة فى الاصل لا يثبت فى تبعه۔

(۶۲) امام صاحب رح کی دلیل یہ ہے کہ اس نکاح مین بیع کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط مشروط کے تابع ہوا کرتی ہے لہذا معاوضہ کے معنے مہر کے تابع ہوے اور جب اصل مہر مین شفعہ ثابت نہین ہے اوس کے تابع مین بھی ثابت نہوگا۔

(۶۳) او ... بعض المشائخ هذه

(۶۳) بعض مشائخ رح نے اس مسئلہ کو کتاب النکاح مین

المسئلة فى كتاب النكاح وبعضهم فى كتاب الشفعة والمصنف اورد ها فى كليهما لكن ينافى ايجاز الكتاب۔

بیان کیاہے اور بعض نے کتاب الشفعہ میں اور اس کتاب میں دونوں مقام پر اوس کو بیان کیاہے اس میں اگرچہ کچھ حرج نہیں ہے مگر اختصار کی منافی ہے۔

(۴۴) ولو صالح عنها بانكار اوسكوت لم تجب يعنى من ادعى دار رجل وانكر صاحبها او سكت ثم صالح عن تلك الدار على مال لاشفعة فيها اما فى صورة الانكار فلان زعمه ان الدار لم تزل عن ملكه واما فى السكوت فلزعمه ان ما اعطاه افتداء ليمينه فلم يثبت المبادلة المالية۔

(۴۴) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور مالک مکان نے انکار کیا یا سکوت کیا اور پھر کچھ مال دیکر اوس شخص سے اوس نے صلح کرلی تو اس مکان میں شفعہ نہیں ہے انکار کی صورت میں تو اس لئے کہ مالک مکان کے نزدیک وہ مکان اسی کا مملوک تھا اور سکوت کی صورت میں اس لئے کہ اوس نے جو مال دیاہے اپنے نزدیک قسم کے عوض میں دیاہے لہذا مبادلہ مالیہ نہیں پایا گیا۔

(۴۵) ولو باقرار يعنى لو صالح عنها بعد اقراره بها ثبتت الشفعة لان الصلح بعد الاعتراف يكون مبادلة بمال۔

(۴۵) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور اوس نے اقرار کرلیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کرلی تو شفعہ ثابت ہوجاویگا کیونکہ اقرار کے بعد یہ صلح مبادلہ ہے۔

(۴۶) او عليها اى لو صالح عن دعوى خصمه على دار مطلقا اى سواء كان الصلح باقرار او سكوت او انكار وجبت الشفعة لان زعم المدعى انه اخذها عوضا عن حقه فيؤاخذ بزعمه۔

(۴۶) اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعوی کیا اور مالک مکان نے اوس سے انکار یا اقرار یا سکوت کیا اور ایک اور مکان دیکر صلح کرلی تو شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ مدعی نے اپنے نزدیک بعوض اپنے حق کے اوس مکان کو لیاہے پس اوس کے زعم کے موافق اوس سے مواخذہ کیا جاوے گا۔

(۴۷) ولا يجب الشفعة بالارث والوصية لان الملك الحاصل بكل منهما حاصل بغير عوض۔

(۴۷) بذریعہ وراثت یا وصیت کے اگر کسی شخص کو ایک مکان ملے تو اوس میں شفعہ نہیں ثابت ہوتا اسلئے کہ یہاں مبادلہ مالیہ نہیں ہے۔

(٦٨) وطردوا ذلك الى عدم ثبوت الشفعة في الهبة اذا عوض عنها لان التعويض عنها تبرع ولا شفعة في التبرعات۔

(٦٨) اگر ایک شخص نے کسیکو ایک مکان ہبہ کیا اور موہوب لہٗ اوس کے عوض مین کچھ مال ہبہ کنندہ کو دیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اوسمین شفعہ نہین ہے اس لئے کہ ہبہ کا عوض دینا تبرعات مین داخل ہے اور تبرعات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(٦٩) الا بعوض مشروط یعنی اذا شرط العوض في الهبة يثبت الشفعة فيها عندنا لان العوض يكون واجبا عليه ويكون بيعا انتهاء۔

(٦٩) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا اور اوس کے عوض مین کچھ مال شرط کر لیا تو حنفیہ کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ عوض موہوب لہ پر واجب ہو جاوے گا اور انتہاءً یہ بیع سمجھی جاویگی۔

(٧٠) وقال مالك يثبت الشفعة في الهبة متى عوض عنها وان لم يكن العوض مشروطا فيها لانها بمنزلة البيع ولنا انها هبة من الجانبين لانه لم يشترط في العقد عوض ولا شفعة في الهبة بخلاف ما اذا شرط العوض حيث صارت معاوضة اعلم ان انفهام قول مالك من المتن فيه نوع خفاء يعلم بالتامل۔

(٧٠) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ہبہ کے اندر عوض دیا جاوے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ عوض کی شرط نہو کیونکہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع نہین ہے بلکہ جانبین سے ہبہ ہے اس لئے کہ عقد کے اندر عوض کی شرط نہین ہے اور جب ہبہ ٹھیرا تو اسمین شفعہ نہوگا بخلاف اوس صورت کے کہ ہبہ مین عوض شرط ہو کہ وہان مبادلہ پایا جاتا ہے۔ معلوم کرو کہ متن سے بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول سمجھ مین نہین آتا۔

(٧١) وفي المحيط الشفعة في الهبة المشروطة بعوض انما تثبت اذا تقابضا فان قبض احدهما دون الآخر فلا شفعة۔

(٧١) محیط مین بیان کیا ہے کہ ہبہ مشروط بعوض مین شفعہ اوسوقت مین ثابت ہوتا ہے کہ جب دونون کا قبضہ بدلین پر ہو جائے اور اگر صرف ایک نے قبضہ کیا ہے اور ہنوز دوسرے نے نہین کیا ہے تو اوسمین شفعہ نہین ہے۔

(٧٢) خلافا لزفر وهذا ابناء على ان الهبة المشروطة بعوض ينعقد معاوضة ابتداء عنده وعندنا ينعقد تبرعا ابتداء ويتم معاوضة

(٧٢) اوپر کی صورت مین امام زفر کا اختلاف ہے اوس کی بنا یہ ہے کہ اون کے نزدیک ہبہ مشروط بعوض شروع سے ہی معاوضہ ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شروع مین تبرع اور دونون کے قبضہ کر لینے کے بعد

اذا تقابضا۔

مبادلہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۴۳) ولا تثبت ای الشفعة للجار باقتسام الشرکاء العقار لان فی القسمة معنی الافراز لا مبادلة المال بالمال ولهذا یجری فیها الجبر علی القسمة اذا کانت فی المثلیات بطلب احد الشرکاء والشفعة لم تثبت الا فی المبادلة المطلقة۔

(۴۳) اگر چند شریک ایک مکان کو باہم تقسیم کرلیں تو جار کو اوسمین مجال شفعہ نہیں ہو کیونکہ تقسیم مین ہر شخص اپنے حصہ کو الگ کرتا ہو اور اوسمین مبادلہ نہین ہوتا ولہذا اگر مثلیات مین شرکت پائی جائے اور ایک شریک تقسیم کی درخواست کرے تو اور شریک راضی ہون یا نہون اوس شی مین تقسیم جاری ہو سکتی ہے الحاصل تقسیم مین مبادلہ نہین ہے اور شفعہ مطلقاً مبادلہ مین ثابت ہوتا ہے۔

(۴۴) ولا برد المشتری ای لا تثبت الشفعة للجار اذا رد المشتری بشرط او برؤیة او عیب ای بسبب خیار الشرط او خیار الرؤیة او خیار العیب بقضاء ای بقضاء القاضی وهذا قید الرد بالعیب سواء یکون الرد بعد القبض او قبله بعد التسلیم ای تسلیم الجار الشفعة وقت الشراء لان الرد فسخ من الاصل۔

(۴۴) اگر بسبب خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب حاصل ہونے کے مشتری نے مبیع کو بحکم قاضی واپس کر دیا خواہ مبیع پر ہنوز قبضہ کیا ہو یا نہین اور جار نے خرید کے وقت اوس شفعہ کے طلب نہ کی تھی تو اب اوس جار کو حق شفعہ نہو گا کیونکہ واپس کرنا فی الحقیقت بیع کا فسخ کرنا ہو اور حکم قاضی کی قید صرف خیار عیب کے متعلق ہے۔

(۴۵) فان رده بعیب بعد القبض بغیر قضاء او تقایلا البیع وجبت الشفعة لان ذلک فسخ فی حقهما وعقد جدید فی حق الشفیع اذ لا ولایة لهما علی غیرهما فیکون معاوضة مالیة فی حقه قید بقوله بعد القبض لان الرد بالعیب قبل القبض فسخ من الاصل۔

(۴۵) اگر مشتری نے خیار العیب حاصل ہونیکی وجہ سے قبضہ کرنیکے بعد بغیر حکم قاضی کے مبیع کو واپس کیا یا بائع مشتری نے باہم بیع کا اقالہ کر لیا تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اون دونوں کے حق مین یہ بیع کا فسخ ہو مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو دوسری بیع ہو اس لئے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہو مگر شفیع پر اونکو کچھ ولایت نہین ہو پس شفیع کے حق مین یہ مبادلہ مالیہ سمجھا جاوے گا۔ بعد القبض کے قید اس لیے لگائی ہو کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کا عیب کی وجہ سے واپس کر دینا اصل مین فسخ کر دینا ہے۔

(٧٦) ولو استثنى ذراعاً مما يليه اى من الجانب الذى يلى الشفيع امتنعت الشفعة لانعدام اتصال الملك۔

(٧٦) ایک شخص نے ایک زمین فروخت کی اور جسطرف شفیع کے زمین سے اوس کو اتصال تھا ایک گز زمین کو بیع میں نہ داخل کیا تو شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اتصال ملکیت نہیں پایا گیا۔

(٧٧) وكذا لو وهبه وسلمه اليه

(٧٧) ایسے ہی اگر زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا تھا مشتری کو بلا عوض ہبہ کیا — اور ہبہ میں ہبہ پر قبضہ دیا ہو۔

(٧٨) ولو ابتاع سهما من العقار قليلا بثمن كثير بحيث لا يرغب اليه الجار اصلا ثم ابتاع الباقى تثبت الشفعة للجار فى الاول اى فى السهم الاول دون بيع الباقى لان المشترى فى سهم صار شريكا للبائع فى الباقى والشفيع جار له فيه والشريك مقدم عليه۔

(٧٨) اگر ایک شخص نے ایک زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا ہے زیادہ قیمت سے فروخت کیا تاکہ شفیع اوس کے خریدنے کا قصد نہ کرے اور پھر باقی کو بھی فروخت کر دیا تو صرف اوسی حصہ میں شفعہ ثابت ہوگا باقی میں نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ جس نے بائع سے وہ حصہ خریدا ہے وہ شخص بائع کا باقی میں شریک ہو گیا اور وہ شفیع صرف جار تھا اور شریک کو جار پر تقدم ہے۔

(٧٩) وهذه الحيلة لدفع الجار عن الشفعة۔

(٧٩) صورت مذکورہ بالا کے حیلہ سے جار کا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(٨٠) او بثمن اى لو ابتاع العقار الذى قيمته مائة مثلا بثمن غال كالف ثم عوضه عنه اى المشترى البائع عن ذلك الالف بثوب قيمته مائة تثبت الشفعة بالثمن لانه هو العوض عن العقار والتعوض بالثوب عقد آخر وهذه حيلة تعم دفع الجار والشريك الا ان فيها اضرارا للبائع عند الاستحقاق لانه باع الثوب من البائع بالف وقع

(٨٠) اگر ایک جایداد کی قیمت سو روپیہ ہو اور مالک نے اوسکو ہزار روپیہ سے فروخت کیا پھر مشتری نے اوس ہزار کے عوض میں بائع کو ایک کپڑا دیا جس کی قیمت سو روپیہ ہو تو شفیع ہزار روپیہ دیکر اوس جایداد کو لیسکتا ہے ورنہ نہیں لے سکتا کیونکہ اوس جایداد کی عوض ہزار روپیہ قرار پا چکے ہیں اور باقی رہا بعوض ہزار روپیہ کے اوس کپڑے کا لینا یہ دوسرا عقد ہے یہ ایسا حیلہ ہے جس سے جار اور شریک دونوں کا شفعہ باطل ہو سکتا ہے مگر جس صورت میں جایداد کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو اوس میں بائع کو ضرر ہوگا کیونکہ مشتری اوس کپڑے کو اس بائع کے ہاتھ بعوض ہزار روپیہ کے بیچکا اور دونوں نے باہم قرار

المقاصة بينهما فاذا استحق العقار بطل ثمنه لكن بقي للمشتري على البائع ثمن الثوب وهو الف لان بيع الثوب صحيح۔

دے لیا ہی فروخت کر چکا۔ پس اگر وہ جایداد کسی اور شخص کی نکلی تو اوسکا ثمن باطل ہو جاوے گا مگر کپڑے کی قیمت جو ہزار روپیہ اوسکا زر ثمن قرار پایا ہی مشتری کے اس بایع پر لازم ہو جاوینگے کیونکہ کپڑے کی بیع صحیح ہی۔

(٨١) فالاولى ان يباع بالدراهم الثمن دنانير بقدر قيمة العقار فيكون صرفا بما في ذمته۔

(٨١) اور اگر اسطرح پہ حیلہ کیا جاوے کہ بعوض ہزار زر ثمن کے کچھ اشرفیاں بقدر قیمت جایداد کے مشتری بایع کو دے تو بیع صرف ہو جاویگی اور بایع کا کچھ ضرر نہو گا۔

(٨٢) فاذا استحق العقار وتبين ان لا دين على المشتري يبطل الصرف للافتراق قبل القبض فيجب رد الدنانير لا غير فلا يتضرر بها البائع۔

(٨٢) حیلہ مذکورہ بالا کے بعد اگر اوس جایداد میں کسی کا حق برآمد ہوا اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر زر ثمن لازم نہیں ہی تو وہ بیع صرف قبل از قبض افتراق پا جانے سے باطل ہو جاویگی اور بایع کو صرف اون اشرفیوں کا واپس کرنا پڑے گا جس سے اوسکو کچھ ضرر نہو گا۔

(٨٣) وكره محمد الحيلة في اسقاطها وقالا لا يكره۔

(٨٣) امام محمد رح کے نزدیک اسقاط شفعہ کے لئے حیلہ کرنا مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہیں ہی۔

(٨٤) له ان ثبوتها لدفع الضرر فاذا ابيحت الحيلة في اسقاطها يكون ابقاء لضرر الجار فيكون حراما

(٨٤) امام محمد کی دلیل یہ ہی کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہی پس اگر اوس کے ابطال کے لئے حیلہ کرنا جائز ہو تو بدستور ضرر جوار باقی رہتا ہی پس خواہ مخواہ حیلہ کرنا روا نہو گا۔

(٨٥) لهما ان هذه امتناع عن اثبات الحق وهو مشروع۔

(٨٥) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ حیلہ کرنے مین اثبات حق غیر سے بچنا ہے اور یہ ناجائز نہین ہے۔

(٨٦) قيد بقوله في اسقاطها لان الحيلة في ابطالها مكروهة اتفاقا كما اذا قال المشتري للشفيع بعد ما ثبت حقه انا ابيعها منك بما اخذت وقال الشفيع نعم تبطل الشفعة كذا في النهاية۔

(٨٦) حیلہ مین اسقاط شفعہ کی قید اس لیے لگائی ہی کہ ابطال شفعہ کے لئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے جسطرح مشتری شفیع سے اوس کا حق ثابت ہو جانے کے بعد کہے کہ جتنی قیمت کو مین نے یہ مکان لیا ہی اوسی قیمت کو مین تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور وہ کہدے کہ اچھا تو شفعہ اوسوقت مین باطل ہو جاوے گا۔

(٨٧) لكن قال شمس الائمة لا باس

(٨٧) شمس الائمہ نے بیان کیا ہے ابطال حق شفعہ کے لیے

بالحيلة لابطال حق الشفعة اذا كان قصده الدفع عن نفسه لان في اخذ داره بغير رضاه ضررا عليه واضرار الغير به ضمني فلا يعتبر۔

اگر کوئی شخص حیلہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین بشرطیکہ اوس کو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ بغیر اوسکی رضامندی کے اوس کا گھر لینے مین اوس کے لئے ضرر ہے اور غیر کو اگر ضرر ہوگا تو وہ ضمنا ہے۔

(۸۸) **فصل في طلب الشفعة والخصومة فيها۔**

(۸۸) **یہان سے شفعہ کے طلب کرنے اور اوسمین مخاصمت کرنے کا بیان کیا جاتا ہے**

(۸۹) واذا علم الشفيع بالبيع اشهد في مجلس علمه على الطلب سمي هذا طلب المواثبة لابد للشفيع منه وان لم يكن بحضرته من يشهد لا كيلا يسقط حقه فيما بينه وبين الله تعالى لقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها اي طلبها على المسارعة ويمكنه الحلف اذا استحلف۔

(۸۹) جسوقت شفیع کو بیع کا علم ہو تو اوسکو لازم ہے کہ اوسی جلسہ مین طلب شفعہ پر کسیکو گواہ کر دے اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین شفیع کے لئے یہ طلب خواہ مخواہ ضروری ہے اگرچہ اوسوقت کوئی گواہ موجود نہو تاکہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوس کا حق ساقط نہو جائے کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے شفعہ اوس شخص کے لئے ہے جو فورًا اوس کے طلب کرے۔ اور تاکہ حلف کرنے کے موقع پر وہ حلف کر سکے۔

(۹۰) ثم هذا الطلب انما يجب عليه اذا اخبره رجلان او رجل عدل عنده۔

(۹۰) امام رحمہ اللہ کے نزدیک طلب مواثبۃ اوسوقت واجب ہوتی ہے جبکہ دو مرد غیر عادل یا ایک مرد عادل شفیع کو بیع کی خبر دے۔

(۹۱) وعندهما يجب اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرًا كان او كبيرًا اذا كان الخبر حقا۔

(۹۱) صاحبین رح کے نزدیک طلب مواثبت اوسوقت واجب ہوتی ہے کہ ایک شخص خبر دے خواہ حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نا بالغ بشرطیکہ وہ خبر صحیح ہو۔

(۹۲) ولو اخبره المشتري بنفسه يجب عليه الطلب اتفاقا كيف ما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة في الخصومة كذا في التبيين۔

(۹۲) اگر مشتری نے خود بیع کی خبر دی تو شفیع پر بہرصورت شفعہ کے طلب واجب ہی خواہ وہ مشتری کیسا ہی ہو اسواسطے کہ اس شفعہ مین مشتری اوسکی مخاصمت ہے اور خصومت مین عدالت شرط نہین

ہے۔

(۹۳) وعن محمد ان له خيارا الى اخر المجلس ما لم يشتغل بما يدل على الاعراض وهو مختار الكرخي لانه تملك لابد فيه من التامل

(۹۳) امام محمد رح سے مروی ہی کہ شفیع کو اخیر جلسہ تک طلب کرنیکا اختیار حاصل ہی بشرطیکہ شفیع اُس جلسکے اندر کسی ایسے کام مین مشغول نہو جس سے اُسکا اعراض ثابت ہو۔ کرخی نے بہی اسیقول کو اختیار کیا ہی اسواسطے کہ شفعہ مین ملکیت کا حاصل کرنا ہوتا ہی جسمین تامل کرنے کی ضرورت ہی۔

(۹۴) لكن المشهور عن ائمتنا انه على الفور حتى قالوا لو سكت بعد علمه او تكلم بلغو بطل الشفعة۔

(۹۴) ہمارے ائمہ سے یہ قول مشہور ہے کہ شفیع کو فی الفور طلب کرنی چاہیے حتی کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونیکے بعد شفیع نے سکوت کیا یا کوئی بیکار بات زبان سے نکالے تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۹۵) وفي الواقعات الصحيح ان الشفعة تثبت بكل كلام يفهم منه طلبها اسمية كانت او فعلية۔

(۹۵) واقعات مین مذکور ہی قول صحیح یہ ہی کہ شفعہ ہر کلام سے جس سے اُسکی طلب پائی جائے ثابت ہوجاتا ہی خواہ وہ کیسے قسم کا جملہ ہو۔

(۹۶) ثم على البائع اي ليشهد على البائع ان كان المبيع في يده لكونه خصما فيه۔

(۹۶) طلب مواثبت کے بعد شفیع پر لازم ہی کہ اگر بائع کے پاس مبیع موجود ہو تو اُس پر بہی کسیکو گواہ کرے اسلیئے کہ اُسے مبیع مین اُسکو مخاصمت کرنی ہی۔

(۹۷) نص محمد في جامع الكبير انه يصح الاشهاد على البائع بعد تسليم المبيع استحسانا لانه عاقد لا قياسا۔

(۹۷) امام محمد نے جامع کبیر مین اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو مشتری کے قبضہ مین دیدیا تو اُسوقت بہی شفیع کسیکو گواہ کردے تو صحیح ہی کیونکہ وہ عاقد ہی مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہی صرف استحسانا ہے۔

(۹۸) او على المشتري لانه ملك المبيع۔

(۹۸) اگر طلب مواثبت کے بعد بائع کے پاس آکر کسیکو گواہ نکرے تو مشتری کے پاس جاکر کسیکو گواہ کرے کیونکہ وہ مبیع کا مالک ہی۔

(۹۹) او عند العقار لتعلق الحق به ويسمى هذا طلب التقرير وصورته ان يقول ان فلانا اشترى دارا وهذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة وانا طالبها الان فاشهدوا على ذلك۔

(۹۹) اگر شفیع نے بائع اور مشتری مین سے کسیکے پاس جاکر گواہ نہ کیا تو اُسکو چاہیے کہ اراضی مبیعہ کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ حق اُسیکے ساتھ متعلق ہی۔ طلب مواثبت کے بعد اس روائے کا نام طلب تقریر ہی اُسکا طریقہ یہ ہی کہ شفیع لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ فلان شخص نے ایک مکان یا یہہ مکان خریدا ہی اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین اُسکو طلب کر چکا ہون اور اب بہی طلب کرتا ہون تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔

(۱۰۰) قال شيخ الاسلام لو علم الشفيع البيع عند احد هذه الثلثة فطلب و اشهد عليه يكفيه فلا حاجة الى طلب الاشهاد ثانيا ومدة هذا الطلب مقدرة بالتمكن من الاشهاد مع القدرة على احد هذه الثلثة۔

(۱۰۰) شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ اگر ان تینون مین سے کسی جگہ شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُسجگہ اُس نے کسیکو گواہ کر دیا تو اسقدر اثبات شفعہ مین اوسکے لیئے کافی ہے اور دوبارہ طلب اشہاد کے حاجت نہین ہے اور طلب کرنیکے مدت اُس قدر ہے جس مین وہ ان تینون مین سے کسی جگہ جاکر گواہ کر سکے۔

(۱۰۱) فان ترك الاقرب من هؤلاء وطلب الابعد فى مكان اخر بطل شفعته الا ان يكونوا فى مصر

(۱۰۱) اگر ان تینون مین سے شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کو دوسری جگہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہو جاوے گا مگر جس صورت مین کہ یہ سب ایک شہر مین ہون۔

(۱۰۲) وعن محمد انها مقدرة بثلثة ايام۔

(۱۰۲) امام محمد رح سے طلب اشہاد کے مدت تین روز مروی ہین۔

(۱۰۳) وعن الشافعى ان له الطلب فى جميع عمره۔

(۱۰۳) امام شافعی رح سے مروی ہے کہ شفیع کو تمام عمر طلب اشہاد کرنے کا اختیار ہے۔

(۱۰۴) وتاخير الخصومة وسمى طلب التملك بعد الاشهاد لا يسقطها اى الشفعة عند ابى حنيفة لان الحق متى تقرر لم يسقط الا باسقاط صاحبه بلسانه كما فى سائر الحقوق وعليه الفتوى۔

(۱۰۴) طلب اشہاد کے بعد اگر خصومت مین دیر ہو جائے تو امام صاحب رح کے نزدیک شفعہ نہین ساقط ہوتا کیونکہ جب کوئی حق ثابت ہو جاتا ہے تو جب تک وہ ذی حق شخص اپنی زبان سے اُسکو ساقط نکرے وہ ساقط نہین ہو سکتا تمام حقوق کا یہی حال ہے اسی قول پر فتوی ہے اور اس خصومت کو طلب تملک کہتے ہین۔

(۱۰۵) ويسقطها اى ابو يوسف شفعته بترك المحاكمة يعنى المرافعة الى القاضى مع القدرة على ذلك لانه دليل الاعراض والتسليم كما فى تاخير الطلبين الاولين۔

(۱۰۵) امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شفیع باوجود قدرت کے قاضی کی طرف چارہ جوئی نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اسلیے کہ طلب نہ کرنا اعراض کرنے تسلیم کرنیکی دلیل ہے جسطرح پہلے دونون طلبون مین تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(۱۰۶) وقدرہ ای محمد زمان ترك المحاكمة بشهر لان الشهر ادنى الاجال ومادونه عاجل كما سيجئ فى الايمان من غير عذر۔

(۱۰۶) امام محمد رح نے بلا عذر چارہ جوئی نہ کرنیکی مدت ایک مہینہ معین کی ہے کیونکہ ایک مہینہ ادنیٰ درجہ کی مدت ہو اور ایک مہینہ سے کم عجلت مین داخل ہے چنانچہ کتاب الایمان مین اسکا بیان آتا ہے۔

(۱۰۷) قید به لانه لو كان بعذر كمرض او سفر او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار فى بلده لا يسقط اتفاقا۔

(۱۰۷) تاخیر مین بلا عذر کی قید اسلیے لگائی ہو کہ اگر کسی عذر سے تاخیر ہوئی مثلا وہ بیمار تھا یا سفر مین تھا یا اُسکے شہر مین ایسا قاضی موجود نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو بالاتفاق شفعہ ساقط نہو گا۔

(۱۰۸) وفى الجامع الخانى الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس فى قصد الاضرار۔

(۱۰۸) جامع خانی مین ہو کہ آج کل امام محمد رح کے قول پر فتوا ہو اسلیے کہ ضرر رسانی مین لوگون کا حال متغیر ہوگیا ہے۔

(۱۰۹) واذا ادعى الشراء اى اذا ادعى الشفيع ان المشترى اشترى الدار المشفوعة وطلب الشفعة سأل القاضى المشترى بان يقول الدار التى يشفع بها الشفيع هل هى الملك وانما احتيج الى هذا السوال لانه بمجرد كونها فى يده لا يستحق الشفعة فان اعترف بملكه الذى يشفع به ثبت كونه خصما باعترافه۔

(۱۰۹) جسوقت شفیع دعوے کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان جس مین میرا شفعہ ہے خرید کیا ہو اور مین اپنا شفعہ چاہتا ہون اوسوقت قاضی کو مشتری سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان مین شفیع شفعہ کرتا ہو وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اور اس سوال کے اسلیے حاجت ہو کہ صرف شفیع کے قبضہ سے اوس کو حق شفعہ ثابت نہو گا اگر مشتری نی اوس مکان کے شفیع کی ملک ہونے کا اقرار کر لیا تو اوس کے اقرار ہی سے ثابت ہو گیا کہ وہ شفیع کا خصم ہے۔

(۱۱۰) والا كلفه البينة اى ان لم يعترف به كلف القاضى الشفيع باقامة البينة على انه مالك بما يشفع به۔

(۱۱۰) اگر قاضی نے مشتری سے اس مکان کی ملکیت کا سوال کیا اور مشتری نے ملکیت کا اقرار نہ کیا تو قاضی کو شفیع سے کہنا چاہیے کہ اپنے شفعہ پر گواہ سنا دے۔

(۱۱۱) وقال زفر يكون خصما بلا بينة لان ظاهر اليد دليل الملك

(۱۱۱) امام زفر کے نزدیک شفیع کو مخاصمت مین گواہ کی ضرورت نہین ہے کیونکہ شفیع کا ظاہری قبضہ ثبوت ملک کے لئے کافی ہے

(۱۱۲) ولهذا يجوز للشهود ان يشهدوا بالملك بمشاهدة اليد ولنا ان ظاهر الملك يصلح للدفع دعوى الغير لا الاستحقاق به۔

(۱۱۲) ظاہری قبضہ ملکیت کی دلیل ہو جاتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص کسی کے قبضہ میں کوئی چیز دیکھے تو اوس شخص کو اسبات کی گواہی دینی درست ہو جاتی ہے کہ وہ شئے اوس قابض کی مملوک ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہر قبضہ غیر کا دعوٰی دفع کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے دوسرے کا حق ثابت ہونے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا

(۱۱۳) فان عجز اى الشفيع عن اقامة البينة استحلف المشترى ما يعلم به اى يحلف بان يقول بالله ما اعلم ان الشفيع مالك لما يشفع به۔

(۱۱۳) صورت مذکورہ میں اگر شفیع گواہ نہ لا سکا تو قاضی کو مشتری سے اس بات کا حلف لینا چاہئے کہ مجھکو شفیع کی ملکیت بذریعہ شفعہ کے خدا کی قسم معلوم نہیں ہے۔

(۱۱۴) وانما يستحلف على نفى العلم لانها يمين على فعل الغير۔

(۱۱۴) عدم علم کی قسم مشتری سے اس لئے لیجاتی ہے کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم ہے۔

(۱۱۵) هذا اذا قال المشترى ما اعلم واما لو قال اعلم انه غير مملوك للشفيع يحلف على البتات من فصول اسروشنة

(۱۱۵) یہ اوسوقت ہے جبکہ مشتری عدم علم بیان کرے اور اگر اوس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ شفیع کی نہیں ہے تو اوس سے علم قطعی پر حلف لیا جاوے گا۔

(۱۱۶) فان نكل اى المشترى اليمين او برهن الشفيع اى اقام بينة على مدعاه سأل القاضى المشترى عن الشراء ليثبت كونه خصما عنده فان اعترف سمع دعوى الشفيع فان انكر اى المشترى الشراء طولب الشفيع بالبينة على شرائه لانه هو المدعى

(۱۱۶) اگر مشتری نے قسم سے انکار کیا یا شفیع نے اپنے مدعٰی پر گواہ سنا دیئے تو قاضی مشتری سے اوس شئے کے خریدنے کا سوال کریگا تاکہ عند القاضی اوس کا مخاصم ہونا ثابت ہو جائے پس اگر مشتری خریدنے کا اقرار کرے تو شفیع کا دعوٰی مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا تو شفیع سے خریدنے پر گواہ طلب کئے جاوینگے کیونکہ وہ مدعی ہے۔

(۱۱۷) فان عجز استحلف المشترى ان طلب الشفيع لان اليمين حقه فلا يحلفه القاضى بدون طلبه ما ابتاع اى يقول فى حلفه بالله ما اشتريت الدار المشفوعة وهذا يمين على سبب وهو قول ابى يوسف

(۱۱۷) اگر شفیع خریدنے پر گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم میں نے مکان مشفوعہ کو نہیں خریدا ہے اور یہ سبب پر قسم لینا ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے کیونکہ مدعی نے اصل خریدنے کا دعوٰی کیا ہے تو اوسی کے نفی پر مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے گا اس لئے کہ حلف دعوٰی کی انکار سے واجب ہوتا ہے۔ مگر مشتری سے حلف اوسوقت لیا جاوے گا

لان المدعی ادعی اصل الشراء فینبغی ان یستحلف علی نفیه لان الیمین انما یجب بحسب الدعوی وما یستحق علیه هذه الشفعة ای یقول فی حلفه بالله ما یستحق الشفیع هذه الشفعة علیّ وهذا یمین علی الحاصل وهو قولہما ومحمد لان فی الاستحلاف علی السبب اضرارا للمدعی علیه لجواز ان یکون قد فسخ العقد واذا استحلف علی الحاصل یکون رعایة لحقهما

جب شفیع بھی حلف لینا چاہے اس لئے کہ حلف لینے کا حق اوسی کو ہے بغیر اوسکے درخواست کے قاضی مشتری سے حلف نہین لے سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم میرے اوپر شفیع اس شفعہ کا مستحق نہین ہے اور یہ حاصل پر قسم لینا ہے ان دونون کی دلیل یہ ہے کہ کہ سبب پر حلف لینے مین مدعی علیہ پر ضرر کا احتمال ہے اور ممکن ہے کہ بیع وشرا ہو کر اوسکا فسخ ہو گیا ہو اور حاصل پر حلف لینے مین کسیکی حق تلفی نہین ہے بلکہ دونون کی رعایت ہے۔

(۱۱۸) الا ان یدعی الشفعة علی من لا یراها بالجوار ویستحلف علی السبب لانه لوحلف فیه علی الحاصل یصدق فی یمینه فی اعتقاده فیفوت النظر فی حق المدعی۔

(۱۱۸) اگر شفیع نے اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے روبرو دائر کیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا تو وہان بالاتفاق سبب پر حلف چاہئے کیونکہ اگر وہان بھی حاصل پر حلف کیا اور قاضی نے اپنے اعتقاد کے موافق اوسکی تصدیق کرلے تو مدعی کا حق تلف ہو جاوے گا۔

(۱۱۹) فان نکل ای المشتری قضی بها ای بالشفعة۔

(۱۱۹) اگر مشتری نے حلف سے انکار کیا تو شفیع کے لئے شفعہ کا حکم دیا جاوے گا۔

(۱۲۰) اعلم انه ذکر فی هذا الکتاب ومتن الکنز ان القاضی یسأل المدعی علیه عن ملك الشفیع اولا ولیس کذلك بل یسأل القاضی اولا المدعی عن موضع الدار وحدودها لانه ادعی فیها حقا فلابد ان تکون معلومة کما لو ادعی رقبتها فاذا بین الشفیع ذلك سأله هل قبض المشتری الدار لانه

(۱۲۰) معلوم کرو کہ اس کتاب مین اور متن کنز مین یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قاضی اولا مدعی علیہ سے شفیع کی ملکیت کا سوال کرے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہین ہے بلکہ اولا قاضی کو مدعی سے اوس مکان کا پتا اور اوس کے حدود دریافت کر لی چاہئیں اس لئے کہ وہ اوس مکان مین اپنا حق بیان کرتا ہے لہذا اوس مکان کا تعین ضروری ہے جسطرح کوئی شخص مکان کی ملکیت کا دعوی کرے تو اوس شخص سے حدود اور پتا دریافت کیا جاتا ہے اور جب شفیع

لو لم يقبضها لا يصح دعواه على المشتري حتى يحضر البائع فاذا ابين ذلك سأله عن سبب شفعته لاحتمال ان يزعم ما ليس بسبب سببا او يكون هو محجوبا بغيره فاذا ابين سببا صالحا وانه غير محجوب بغيره سأله انه متى علم وكيف صنع حين علم لانها تبطل بطول الزمان وبما يدل على الاعراض فاذا ابين ذلك سأله عن طلب التقرير وكيف كان وعند من اشهد وهل كان الذي اشهد عنده اقرب من غيره على ما بينا ٭ فاذا ابين ذلك كله اقبل على المدعى عليه وساله عن ملك الشفيع الى آخر ما ذكر كذا في التبيين۔

پتا وغیرہ دریافت کر لے تو قاضی اوس سے دریافت کرے کہ مشتری نے اوس مکان پر قبضہ کر لیا ہی یا نہیں اس لیے کہ اگر قبضہ نہیں کیا ہی تو مشتری پر شفیع کا دعوی جبتک بائع حاضر نہو صحیح نہوگا جب شفیع اس بات کو بیان کر دے تو اوس سے شفعہ کرنے کا سبب دریافت کرنا چاہیے ممکن ہے کہ اوس نے غیر سبب کو اپنی دانست میں سبب سمجھا ہو یا اوس کے حق پر کوئی دوسرا شفیع مقدم ہو جب شفیع ٹھیک ٹھیک ان باتون کو بیان کر دے تو اوس سے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ تجھکو بیع کا علم کب ہوا اور جب تجھکو علم بالبیع ہوا تو تو نے کیا کیا اس لیے کہ تاخیر کرنے یا کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جس سے اعراض سمجھا جاوے شفعہ ساقط ہو جاتا ہی جب شفیع یہ بھی بیان کر دے تو اُس سے طلب تقریر کا سوال کرے کہ کسطرح اوس نے طلب کیا اور کس کے پاس کیا گواہ کیا وہ بہ نسبت دوسرے کے اقرب تھا یا نہیں غرض جسطرح ہم بیان کر چکے ہین اوسی ترتیب سے اُس سے سوال کیے جاوین جب شفیع ان سب باتوں کا جواب دیدے تو اب قاضی کو مدعی علیہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور اُس سے شفیع کی ملکیت وغیرہ اور اُسکے متعلق سب باتین دریافت کرنی چاہیئین۔

(۱۲۱) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن الى مجلس القاضي وقت خصومته الا بعد القضاء بها اي بالشفعة لان الثمن لا يجب عليه قبل القضاء بالشفعة ولا يجب احضاره۔

(۱۲۱) شفیع کو ضرور نہیں ہی کہ قاضی کے پاس اوس مکان کی قیمت خصومت کے وقت لا کر موجود کرے بلکہ اسوقت موجود کرنا ضروری ہی کہ جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے کیونکہ قبل از حکم قاضی زرثمن شفیع پر واجب نہیں ہوتا اور نہ اوس کا موجود کرنا اوسپر ضروری ہی۔

(۱۲۲) والزمه اي محمد الشفيع به قبله اي باحضار الثمن قبل القضاء فلا يقضي القاضي بها اذا لم يحضره لاحتمال ان يكون الشفيع مفلسا ويتوي مال المشتري۔

(۱۲۲) امام محمد رحمہ کے نزدیک قبل از حکم قاضی شفیع پر زرثمن کا موجود کر دینا ضروری ہے جبتک زرثمن موجود نہوگا قاضی شفعہ کا حکم نہ دے گا کیونکہ اگر شفیع مفلس نکلا تو مشتری کا مال تلف ہو جاوے گا۔

(۱۲۳) وهو رواية اى قول محمد رواية عن ح-

(۱۲۳) ایک روایت مین امام صاحب سے بھی یہ قول مروی ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع پر زرثمن کا موجود کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۴) ولو حكم القاضى قبل احضار الثمن فللمشترى ان يحبس العقار حتى يدفع الثمن اليه لانهما بمنزلة البائع والمشترى

(۱۲۴) اگر قاضی نے زرثمن موجود ہونے سے پہلے شفیع کو شفعہ کا حکم دیدیا تو مشتری کو اسبات کا اختیار ہے کہ جبتک وسکو زرثمن نہ ملے مبیع کو روکے رہے کیونکہ وہ دونون بمنزلہ بائع و مشتری کے ہین۔

(۱۲۵) واذا كان المبيع فى يد البائع لم يسمع البينة اى القاضى بينة الشفيع ولم يقض له بالشفعة حتى يحضر المشترى لان للبائع يدًا والمشترى ملكا فلابد من اجتماعهما ولو قضى بها قبل حضوره يكون قضاء على الغائب وانه لا يجوز-

(۱۲۵) جبتک مبیع بائع کے قبضہ مین ہو قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے گا اور شفعہ کا حکم نہ دے گا جبتک کہ مشتری موجود نہو کیونکہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اس لیے دونون کا اجتماع ضروری ہے اور اگر مشتری کے حاضر ہونے سے پہلے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو وہ قضا علی الغائب ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔

(۱۲۶) بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم الى المشترى فصار البائع اجنبيا فيفسخ البيع بحضرته اى بحضرة المشترى ويقضى بها اى بالشفعة-

(۱۲۶) مشتری کا قبضہ ہو جانے کے بعد بائع کا حاضر ہونا ضروری نہین ہے اس لئے کہ قبضہ سے بیع تمام ہوچکی اور بائع اجنبی ہوگیا پس صرف مشتری کے موجودگی مین بیع فسخ ہو جاوے گی اور شفعہ کا حکم دے دیا جاوے گا۔ اگرچہ بائع اوس جگہ موجود نہو۔

(۱۲۷) ويجعل العهدة اى ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع اذا اخذ الشفيع الدار من يده لانه اذا اخذها منه ينفسخ العقد الذى جرى بين البائع والمشترى فيكون متملكا على البائع فكانه اشترى

(۱۲۷) اگر شفیع نے وہ مکان بائع کے قبضہ مین سے لیا تھا اور اب اوسمین کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوس کے زرثمن کا ضامن ہوگا اس لئے کہ جب شفیع خود بائع سے مبیع کو لے لیا ہے تو بائع اور مشتری کے مابین جو عقد ہوا تھا فسخ ہو جاوے گا اور بائع کی طرف سے شفیع کو یہ ملکیت حاصل ہوگی اور یہ سمجھا جاویگا کہ اوسنے بائع سے اس مکان کو خریدا ہے لہذا وہی ذمہ دار ہوگا

منه فيكون العهدة عليه لا على المشترى

اور مشتری سے کچھ واسطہ نہو گا۔

(۱۲۸) اى قال الشافعى العهدة على المشترى سواء اخذها من البائع او المشترى لان العقد لا ينفسخ ويكون متملكا على المشترى فيكون العهدة عليه كما لو اخذها منه۔

(۱۲۸) امام شافعیؒ کے نزدیک بہر صورت مشتری زرثمن کا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ شفیع نے اوس مکان کو بائع کے پاس سے لیا ہو یا مشتری کے پاس سے اس لئے کہ بائع اور مشتری میں جو عقد ہوا ہے وہ فسخ نہو گا اور شفیع کو یہ ملکیت بہرحال مشتری کی طرف سے حاصل ہو گی پس وہی ذمہ دار ہو گا۔

(۱۲۹) ويرد الشفيع الدار المشفوعة بخيار الروية والعيب لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء لانه مبادلة المال بالمال شرط المشترى البراءة عن خيار العيب فى عقده لان الخيار حق للشفيع فلا يسقط باسقاط المشترى

(۱۲۹) اگر مشتری نے خریدتے وقت خیار عیب سے بری ہونیکی قید لگا دی ہو اوس وقت میں بھی شفیع کو اختیار ہے کہ بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے اوس مکان کو واپس کر دے کیونکہ خیار العیب شفیع کا حق ہے مشتری کے ساقط کر دینے سے وہ ساقط نہیں ہوتا۔

(۱۳۰) ومن اشترى لغيره كان خصمًا للشفيع لان الاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه الى الوكيل لانه هو العاقد۔

(۱۳۰) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک مکان خریدا تو یہی شخص شفیع کا بدمقابل سمجھا جاوے گا اس لئے کہ شفعہ عقد کے متعلق ہے پس جس نے عقد کیا ہے اوس ہی سے شفعہ کا مواخذہ کیا جاوے گا۔

(۱۳۱) الا بالتسليم الى الموكل يعنى اذا سلم الوكيل المبيع الى الموكل يخرج عن كونه خصما لانه لا يد له ولا ملك فيكون الخصم هو الموكل۔

(۱۳۱) اگر وکیل نے اپنے موکل کے لئے مکان خرید کر کے موکل کو دیدیا تو اب شفیع کو اس وکیل سے خصومت کا استحقاق نہو گا بلکہ موکل سے خصومت کرنا چاہئے اس لئے کہ وکیل نہ قابض ہے نہ مالک۔

(۱۳۲) ولو قال المشترى لوكيل الشفيع قد سلم موكلك الشفعة يامر ابو يوسف رح بتاخير القضاء حتى يحضر الموكل فيحلف على انه لم يسلمها لانه لو قضى بها فى الحال ثم حضر الشفيع

(۱۳۲) امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں اگر مشتری نے شفیع کے وکیل سے کہا کہ تیرے موکل نے حق شفعہ ترک کر دیا ہے تو قاضی کو حکم دینے میں موکل کے حاضر ہونے اور اوس سے اس بات پر حلف کرنے تک کہ میں نے شفعہ کو ترک نہیں کیا تاخیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر موکل کے حاضر ہونے سے پہلے شفعہ کا حکم دیدیا اور پھر موکل نے

ونکل عن الیمین لزم نقض القضاء فیجب تاخیرہ صیانۃ لہ عن النقض۔

عدم تسلیم شفعہ پر حلف کرنے سے انکار کیا تو قاضی کو اپنے پہلے حکم کا منسوخ کرنا پڑے گا اس مصلحت سے اوسکو دیر کرنی چاہیے۔

(۱۳۳) وامر بہ ای محمد بقضاء الشفعۃ للحال لان الحق لما ثبت عند القاضی وجب علیہ الحکم بما ظہر عندہ فلا یوخر لامر موہوم فان الشفیع یحتمل ان لا یحضر اصلا فان حضر ونکل رد الدار علی المشتری۔

(۱۳۳) امام محمد رح فرماتے ہین کہ صورت مذکورہ بالا مین قاضی کو حکم دینے مین انتظار نہ کرنا چاہیے بلکہ فی الفور حکم دینا چاہیے اس لئے کہ جب عند القاضی ایک حق ثابت ہو چکا تو قاضی پر اوس کے متعلق حکم دینا فرض ہو گیا صرف امر موہوم کی وجہ سے اوسمین تاخیر نہین کر سکتا ممکن ہے کہ شفیع حاضر نہو اور اگر حاضر بھی ہوا اور حلف سے انکار کیا تو قاضی اوس مکان کو مشتری کے طرف واپس کرا دیگا۔

(۱۳۴) ولو باع او وہب یعنی من اشتری دارا فباعہا من غیرہ او وہبہا لہ ثم غاب فادعی الشفیع علی الحاضر ای علی المشتری الثانی او علی الموہوب لہ فانکر الحاضر فاراد الشفیع اقامۃ البینۃ یجعلہ ای ابو یوسف الحاضر خصما فیقبل بینتہ۔

(۱۳۴) ایک شخص نے مکان خریدا بعد ازان دوسرے کے ہاتھ اوسکو بیع یا ہبہ کر دیا بعد ازان وہ غائب ہو گیا اور شفیع نے مشتری ثانی یا موہوب لہ پر دعوی کیا اور ان دونون نے انکار کیا تو شفیع نے گواہ پیش کرنے کا قصد کیا امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مشتری ثانی یا موہوب لہ اوس کا مدمقابل قرار دیا جاوے گا اور گواہون کی گواہی مقبول ہو گی۔

(۱۳۵) وقالا لا یکون خصما۔

(۱۳۵) امام محمد اور امام صاحب کے نزدیک مشتری ثانی یا موہوب لہ سے شفیع دعوی نہ کر سکے گا۔

(۱۳۶) لہ ان الموہوب لہ او المشتری الثانی ذو الید ومدع لرقبۃ الدار لنفسہ فیکون خصما لمن ینازعہ کما لو صدقہ فی الدعوی لکن یوخذ منہ کفیل للثمن او یوضع الثمن عند عدل نظرا

(۱۳۶) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ موہوب لہ یا دوسرا مشتری قابض ہے اور مکان کی ملکیت کا اوسکو دعوی ہے پس جو شخص اوس مکان مین نزاع کرتا ہے لا محالہ یہ دونون اوس کے مدمقابل ہونگے جسطرح یہ موہوب لہ وغیرہ اوسکے دعوی کی تصدیق کر دیے تو اوس تصدیق کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر صورت مذکورہ مین [illegible]

للغائب ولهما ان القضاء على الغائب قصدا لايجوز وفي جعله خصمًا ابطال حق الغائب قصدا فلايجوز بخلاف ما اذا صدقه لان الاقرار حجة قاصرة فلايتعدى عن نفسه واما البينة فحجة متعدية يظهر بها القضاء على الغائب۔

شفیع کیطرف سے کسی شخص کو کفیل کرلینا چاہیے یا اوس سے زرثمن لیکر کسی عادل شخص کے پاس رکھدینا چاہیے تاکہ اوس غائب کی حق تلفی نہو اور امام محمد اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ قصدًا غائب پر کوئی حکم دینا درست نہین ہے اور مشتری ثانی یا موہوب لہ کو اگر شفیع کا مدمقابل ٹہیرایا گیا تو اسمین قصدًا غائب کا حق باطل کرنا ہے لہذا اونکا مدمقابل ٹہرانا جائز نہوگا بخلاف صورت تصدیق کے کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر کی ذات سے تجاوز نہین کرسکتا اور بینہ حجت متعدیہ ہے کہ اوس کے سبب سے غائب پر حکم دینا پڑتا ہے۔

(۱۳۷) فصل فيما تبطل به الشفعة وما لا تبطل۔

(۱۳۷) **فصل** شفعہ کے بطلان اور عدم بطلان کی صورتون کے بیان مین۔

(۱۳۸) ولو ترك الاشهاد على طلبه مع القدرة او صالح من شفعته على عوض او باع ما يشفع به بيعا باتا قبل القضاء بها اى بالشفعة مطلقا اى علم شراء العقار او لم يعلم او ساوم المشترى اى طلب الشفيع ان يشترى منه او استاجره اى العقار من المشترى او اخذه اى العقار من المشترى مزارعة او معاملة اى مساقاة مع علمه بالشراء او مات اى الشفيع قبل القضاء بها بطلت جواب لو۔

(۱۳۸) اگر شفیع نے باوجود قدرت کے طلب پر گواہ کسیکو نہ کیا یا کچھ عوض لیکر شفعہ سے صلح کرلی یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع نے اپنے مکان کی جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تہا کسی سے بیع قطعی کردی خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو یا مشتری سے خریدنے کے ارادہ سے اوس مکان کی قیمت ٹہیرا لی۔ یا مشتری سے اوسکو کرایہ پر لیا یا زمین کو مشتری سے کاشتکاری یا باغ لگانیکی غرض سے لیا باوجودیکہ شفیع کو زمین کے فروخت ہونے کا علم تہا یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع فوت ہوگیا ان سب صورتون مین شفعہ باطل ہوجاوے گا۔

(۱۳۹) قيدنا البيع بالبات لانه لو باع ما يشفع به بالخيار لا يبطل شفعته ما دام الخيار ثابتًا لان

(۱۳۹) صورت مذکورہ بالا مین بیع کے اندر قطعی کی قید اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر شفیع نے بیع قطعی نہین کی بلکہ بیع بالخیار کے تو جبتک کہ اختیار ثابت ہے حق شفعہ

الملك لم يزل ولو رجع اليه عقاره بخيار او عيب بقضاء او بغيره لا يعود اليه حق الشفعة لانها لما بطل لا تعود الا بسبب جديد۔

ساقط نہوگا کیونکہ اُسوقت تک شفیع کے ملک زائل نہوگی۔ اور اگر بحکم قاضے بوجہ خیار یا عیب کے اُس کی جایداد واپس ہوگئی تو حق شفعہ دوبارہ ثابت نہوگا کیونکہ حق شفعہ جب باطل ہوچکا تو اب سبب جدید سے اُسکا اعادہ ہوسکتا ہی ورنہ نہین ہوسکتا۔

(۱۴۰) قيد بقوله قبل القضاء لانه لو باع ما يشفع به بعد القضاء لا تبطل شفعته لتاكيده بالقضاء۔

(۱۴۰) قبل حکم قاضی کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے اپنے مکانکو بعد از حکم قاضی بیع کیا ہی تو اب شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ قاضے کے حکم سے شفعہ کو استحکام ہوگیا۔

(۱۴۱) فالان نشرع في بيان عللها على الترتيب اما بطلان الشفعة في المسئلة الاولى فلان تركه يدل على الاعراض واما في الثانية فلان الشفيع ليس له حق في المحل وانما الثابت له حق التملك وهو فعله والفعل لا يتقوم الا بالعقد فلم يجز اعتياضه فتبطل شفعته لانه اسقطها واما في الثالثة فلزوال سبب الاستحقاق فلا يتوقف على العلم واما في سومه فلدلالته على الاعراض عن الشفعة وكذا في العقود الباقية وانما شرط فيها العلم بالشراء لان دلالتها على الاعراض ليست بصريحة بخلاف تسليم الشفعة حيث يسقط به مع الجهالة بالشراء لانه صريح في الاسقاط كالطلاق۔

(۱۴۱) اب ہم بہ ترتیب ان مسائل کے وجوہ بیان کرتے ہین مسئلہ اولے مین بطلان شفعہ کے یہ وجہ ہی کہ اُسکو ترک کر دینا اعراض کے دلیل ہی مسئلہ ثانیہ مین یہ وجہ ہی کہ شفیع کو حق سے المحل نہین ہی صرف حق تملک ہے اور وہ اُسکا فعل ہی اور فعل کو بغیر عقد کے قرار نہین ہی تو اُسکا عوض دینا صحیح نہوگا اور شفعہ باطل ہوگا کیونکہ وہ اُسکو خود باطل کرچکا اور تیسری صورت مین اسلیے کہ وہ جبکہ اپنے مکان کے بیع قطعی کرچکا تو استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا خواہ اُسکو مکان مشفوعہ کے بیع کا علم ہو یا نہو اور مشتری سے قیمت ٹہیرانے کی صورت مین اسلیے شفعہ باطل ہوجاتا ہی کہ قیمت ٹہیرانے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ شفعہ کی طرف اُسکو توجہ نہین ہی۔ وعلی ہذا القیاس باقی صورت مذکورہ مین۔ اور ان صورتون مین یہ قید کہ شفیع کو مکان مشفوعہ کے بیع کا حال معلوم ہوا ہو اسلیے لگائی ہی کہ ان صورتون مین صراحۃ اعراض نہین ثابت ہوتا بخلاف اس صورت کے کہ شفعہ کو ترک کردے کہ باوجود لاعلمی کے شفعہ ساقط ہوجاویگا کیونکہ شفعہ کے ترک کرنے مین صراحۃ اُسکا اسقاط ہی جیسے طلاق مین۔

(۱۴۲) ولا نورثها اى الشفعة اذا مات الشفيع بعد البيع قبل القضاء۔

(۱۴۲) ہمارے ائمہ کے نزدیک اگر شفیع قبل از حکم اور بعد از بیع مرجاوے تو اوسکے وارثونکو حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

(۱۴۳) وقال الشافعي يورث الشفعة عن الشفيع ويقسم بين ورثته على عدد رؤسهم والذكر والانثى فيه سواء۔

(۱۴۳) امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ مین توریث جاری ہوسکتی ہے اور بقدر شمار ورثہ کے حق شفعہ اُن پر تقسیم ہوتا ہے اور مرد و عورت کے لیے برابر حق ہوتا ہے۔

(۱۴۴) قيدنا بقولنا قبل القضاء لانه لو مات بعد القضاء بها قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته اتفاقا كذا في الحقائق۔

(۱۴۴) قبل از حکم کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے بعد از حکم قاضی انتقال کیا ہو اور اُس نے ہنوز زر ثمن بائع کو نہین دیا تھا تو بالاتفاق اُسکے وارثون کو وہ بیع لازم ہوجاویگی۔

(۱۴۵) له انه حق معتبر في الشرع كالقصاص فيورث ولنا ان الشفعة هي ولاية التملك وهي لا تبقى بعد موت صاحبها فكيف يورث عنه بخلاف القصاص لان من عليه القصاص صار كالمملوك لمن له القصاص حتى صح الاعتياض عنه والعين المملوكة تبقى بعد موت المالك۔

(۱۴۵) امام شافعی رح کے دلیل یہ ہی کہ شفعہ شرع مین ایک معتبر حق ہے مثل قصاص کے لہذا اُس مین توریث جاری ہوگی ہمارے ائمہ کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ فی الحقیقت ولایت تملک کا نام ہی اور ولی کے مرجانے کے بعد ولایت باقی نہین رہتی جب باقی نہین رہی تو اُس مین توریث کیونکر جاری ہوسکتی ہی بخلاف قصاص کے کہ اُسمین قاتل ورثہ مقتول کیلئے مثل مملوک کے ہوجاتا ہی اسی وجہسے اُسکا عوض دینا صحیح ہی اور شیے مملوک مالک کے مرجانے کے بعد بھی باقی رہتی ہی۔

(۱۴۶) وفي المحيط لو باع حق الشفعة من انسان لا يكون تسليما لها لان البيع لم يصادف محله۔

(۱۴۶) محیط مین مذکور ہے اگر حق شفعہ کسی انسان کے ہاتھ بیع کردیا تو یہ ترک شفعہ نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ یہ بیع بے محل ہے۔

(۱۴۷) ولو قال اجنبي للشفيع سلم حق الشفعة للمشتري فقال سلمت لك صح استحسانا لان اللام للتعليل

(۱۴۷) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا کہ حق شفعہ مشتری کو تسلیم کردے شفیع نے جواب دیا کہ مین نے تیرے لیے تسلیم کردیا تو استحسانا تسلیم کرنا صحیح ہوگا اور تیرے لیے کے معنے یہ ہونگے کہ تیری خاطر سے مین نے

فکانہ قال سلمتہا للحرمات۔

حق شفعہ مشتری کو تسلیم کر دیا۔

(۱۴۸) وان مات المشتری لم تبطل الشفعۃ لان سبب الاستحقاق قائم حتی لا یباع فی دین المشتری لان حق الشفیع کان مقدما علی المشتری فکذا یکون مقدما علی من تلقی الحق من قبلہ۔

(۱۴۸) اگر مشتری مر گیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ استحقاق شفعہ کا حق برابر قائم ہے حتی کہ مشتری کے دین میں مکان مشفوعہ کی بیع نہیں ہو سکتی کیونکہ شفیع کا حق مشتری پر مقدم ہے تو اسیطرح جو مشتری کے طرف سے حق لینا چاہتے گا اس پر بھی مقدم ہوگا۔

(۱۴۹) ولو بیع فللشفیع نقضہ وان باعہ القاضی۔

(۱۴۹) اگر مشتری مر گیا اور اسکے دین میں وہ مکان شفوعہ بیع ہو گیا تو شفیع اس بیع کے فسخ کرنیکا مجاز ہے اگرچہ وہ بیع خود قاضی کی ہو

(۱۵۰) ولا شفعۃ لوکیل البائع ان کان شفیعا لان البائع لو کان شفیعا لم یکن لہ الاخذ بالشفعۃ لان البیع تملیک والاخذ بالشفعۃ تملک وبینہما منافاۃ فکذا الوکیل القائم مقامہ۔

(۱۵۰) اگر مالک مکان نے شفیع کو اس مکان بیع کا وکیل کیا تو پھر اس شفیع کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ جس صورت میں اگر بائع خود شفیع ہوتا تو بعد شفعہ کے اس مکان کو نہیں لے سکتا تھا اسلیے کہ بیع کے اندر مالک کرنا اور شفعہ کرنا خود مالک بننا ہوتا ہے اور ان دونوں میں منافات ہے اسیطرح وکیل کو بھی جو بائع کا قائم مقام ہے حق شفعہ نہیں ہے

(۱۵۱) ولا لمن ضمن الدرک یعنی من ضمن للمشتری عن البائع الدرک وھو تبعۃ الاستحقاق ان کان شفیعا فلا شفعۃ لان ضمان الدرک تقریر للبیع فی ید المشتری ففی اخذہ بالشفعۃ ابطال ذلک فلم یصح۔

(۱۵۱) جو شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلیے سباث کا ضامن ہو کہ اگر اس بیع میں بعد کو کوئی قضیہ پیش آئے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں تو اس کو بھی حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ جب وہ سباث کا ضامن ہو گیا ہو تو گویا اس نے بیع کو ثابت کر دیا اب اس میں شفعہ کا دعوے کرنا اس بیع کا باطل کرنا ہے۔

(۱۵۲) بخلاف وکیل المشتری حیث لہ الشفعۃ لان المشتری لو کان شفیعا لم تبطل شفعتہ فکان لہ

(۱۵۲) اگر مشتری نے ایک شخص کو خریدنے کیلئے وکیل کیا ہو تو اس شخص کا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ مشتری اگر خود شفیع ہوتا تو اسکا شفعہ باطل نہوتا پس یہ شخص وکیل کا شفعہ

ان يشارك سائر الشفعاء ان لم يقدموا عليه لان الاخذ بالشفعة تملك كالشراء فيكون مقدرا له فكذا وكيله۔

شفعہ کے اندر شریک ہوسکتا ہی اگر انکو اُسپر تقدم نہو اسلیے کہ جسطرح خریدنے مین مالک بننا مقصود ہوتا ہی اسیطرح شفعہ مین بھی مقصود ہوتا ہی پس خریدنے مین شفعہ بھی شامل ہوسکتا ہی اور یہ شخص اُسکا وکیل ہی پس حق شفعہ اس شخص کا باطل نہوگا۔

(۱۵۳) ولو كان الخيار للبائع وشرطه لثالث فاجاز فهو كالبائع لا شفعة له۔

(۱۵۳) اگر بیع مین بائع کو اختیار حاصل تھا اور اس نے تیسرے ایک شخص کی اجازت پر شرط کی تھی اور اُسنے اجازت دیدی تو وہ مثل بائع کے ہی اور اُس شخص کا شفعہ جاتا رہا۔

(۱۵۴) وان كان الخيار للمشتري وشرطه لثالث فاجاز فهو كالمشتري فله الشفعة۔

(۱۵۴) اگر مشتری کو بیع کا اختیار تھا اور ایک تیسرے شخص کی اجازت پر اس بیع کو منحصر کیا تھا اور اُس تیسرے نے اُسکو اجازت دیدے تو وہ مثل مشتری کے ہوگا اور اُس کا شفعہ باطل نہوگا۔

(۱۵۵) ولو باع المريض بمرض الموت من وارثه دارا بمثل القيمة او اكثر واخذ الاخر فيه الشفعة فالبيع والشفعة باطلان عنده

(۱۵۵) اگر ایک بیمار نے مرض الموت کی حالت مین اپنے وارث کے ہاتھہ ایک مکان کو خواہ برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا پھر ایک شخص نے اُسمین شفعہ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بیع اور شفعہ دونون باطل ہین۔

(۱۵۶) وقالا يجوز بيعه وبيع الشفعة منه۔

(۱۵۶) صاحبین کے نزدیک مرض الموت کے بیع اور اُسکے بعد شفعہ دونون صحیح ہین۔

(۱۵۷) وعلى هذا الخلاف اذا باع وصي الميت من الوارث ذكره في الفصول۔

(۱۵۷) اگر میت نے ایک شخص کو وصیت کی اور اُس شخص نے میت کے وارث کے ہاتھہ ایک مکانکو بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی۔

(۱۵۸) لهما ان حق الورثة تعلق بمالية امواله لا باعيانها ولهذا اجاز للمورث استبدالها بما يشاء وبهذا البيع لم ينقص ماليتها فلم يقع تصرفه ملاقيا لحق الورثة وله ان الوصية لم يجز لوارث لان فيها ايثار بعض الورثة

(۱۵۸) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ وارثون کا حق مورث کے مال کے مالیت کیساتھہ متعلق ہوا ہی عین مال کیساتھہ متعلق نہین ہوا ہی اسلیے مورث کو جایز ہے کہ اُنکو بدل سکتا ہی اور اس بیع سے مال کی مالیت مین نقصان نہین آتا پس اس تصرف کو وارثونکے حق سے کچھہ علاقہ نہوا اور امام ابوحنیفہ رح کے یہ دلیل ہی کہ وارث کیلئے وصیت جایز نہین ہی اسلیے کہ اسمین بعض وارثونکی بعض پر

علی الباقین فیودی ذلک الی العداوۃ عرفا و البیع من الوارث کالوصیۃ لہ لان عین بعض المال قد یکون اولی من مالیتہ فاذا لم یصح البیع لم یصح الشفعۃ لبنائہا علیہ۔

ترجیح لازم آتی ہی اور عرفا یہ بات باہمی عداوت کا سبب ہو جاتی ہے اور وارث سے بیع کرنا ایسا ہی ہو جیسا کہ اُسکے لئے وصیت کرنا کیونکہ بسا اوقات ایک شیے کی ذات اُسکی مالیت سے بہتر ہوتی ہی پس جبکہ بیع صحیح نہیں ہوئی شفعہ بھی صحیح نہو گا اس لیے کہ وہ بیع پر مبنی ہے۔

(۱۵۹) الا ان یجیزہ بقیۃ الورثۃ لانہم رضوا بسقوط حقہم۔

(۱۵۹) صورت مذکورہ میں اگر باقی ورثہ نے بھی اُسکی اجازت دیدی تو یہ بیع صحیح ہو جاویگی کیونکہ خود اُنہوں نے رضامندی سے اپنا حق ساقط کیا۔

(۱۶۰) او باقل یعنی لو باع المریض من وارثہ دارا باقل من قیمتہا کما لو باع دارہ بالفین وقیمتہا ثلثۃ الاف ثم مات والاجنبی شفیعہا ولا مال لہ غیرہا فلا شفعۃ لہ اتفاقا۔

(۱۶۰) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے کسی وارث کے ہاتھ ایک مکان کم قیمت سے فروخت کیا مثلاً اس مکان کی قیمت تین ہزار روپیہ ہیں اور دو ہزار روپیہ پر فروخت کیا بعد ازان وہ مرگیا اور اُسکا شفیع ایک اجنبی شخص ہی اور میت نے بجز اُس مکان کی کچھ اور نہیں چھوڑا تو بالاتفاق شفعہ نہو گا۔

(۱۶۱) ذکر فی المحیط فی ہذہ المسئلۃ لا شفعۃ للاجنبی عند ح ولہ الشفعۃ بثلثۃ الاف عندہما بناء علی ما مر من ان بیعہ لوارثہ لا یجوز عندہ ویجوز عندہما سواء کان للمریض مال غیرہا اولا فانظر کیف اورد المصنف الخلافیۃ علی صیغۃ الوفاق وقید بقید لا احتیاج الیہ۔

(۱۶۱) محیط میں اس مسئلہ کی اندر مذکور ہی کہ اجنبی کو امام صاحب کے نزدیک اُسمیں شفعہ نہیں ہی اور صاحبین کے نزدیک شفعہ کر سکتا ہی بشرطیکہ مکان کی اصلی قیمت یعنے تین ہزار روپیہ دیدے اوسکی وجہ یہ ہی کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیع درست نہیں ہی اور صاحبین کے نزدیک درست ہی خواہ مریض کے پاس بجز اُس مکان کے اور مال ہو یا نہو۔ دیکھو کہ مصنف رح نے یہاں اختلافی مسئلہ کو کسطرح بیان کیا ہی کہ اُسکا اتفاقی ہونا ثابت ہوتا ہی اور ایسی قید لگائی ہی کہ جس کی حاجت نہ تھی۔

(۱۶۲) ولو باعہا ای المریض دارہ من اجنبی بالمثل ای بمثل القیمۃ او باکثر ووارثہ شفیعہا فشفعۃ الوارث باطلۃ عند ح لان تلک الصفقۃ ینتقل الی الوارث بالشفعۃ

(۱۶۲) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اجنبی شخص کے ہاتھ اپنا مکان برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا اور اُسکا وارث اُس میں شفیع ہی تو امام صاحب رح کے نزدیک اُسمیں شفعہ باطل ہی کیونکہ شفعہ کے سبب سے یہ بیع وارث کے جانب منتقل ہو جاویگی اور ایسا ہو گا کہ گویا اوس نے اپنے

فيصير كانه باعها من وارثه وذا غير جائز وقالا له الشفعة لان هذا البيع جائز عندهما-

وارث کے ہاتھ بیچ کی اور یہ جائز نہیں ہی اور صاحبینؒ فرماتے ہین وارث شفعہ کر سکتا ہی کیونکہ انکی نزدیک یہ بیع درست ہے

(۱۶۳) اوباقل يعني لو باع المريض داره من اجنبي باقل من قيمتها فلا شفعة له اي للشفيع الوارث اتفاقا

(۱۶۳) اگر ایک شخص نے اپنے مکان کو کسی اجنبی کے ہاتھ کم قیمت پر فروخت کیا تو اُس شفیع کو جو میت کا وارث بھی ہے بالاتفاق شفعہ نہیں ہے -

(۱۶۴) وفي المحيط مريض باع داره من اجنبي بالفين وقيمتها ثلثة الاف ولا مال له غيرها ثم مات وابنه شفيعها لاشفعة له اتفاقا-

(۱۶۴) محیط مین مذکور ہی اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت مین اپنے مکان کو جسکی قیمت تین ہزار ہی کسی اجنبی کے ہاتھ دو ہزار پر فروخت کیا اور بجز اوسکے کوئی مال اسکے پاس نہ تھا اور مر گیا اور اُسکا بیٹا اُس مکان کا شفیع ہی تو بالاتفاق اسکو شفعہ نہیں ہی

(۱۶۵) وفي رواية الاصل قالا يا خذها بقيمتها لان المريض صار بائعا الدار من الشفيع حكما فصار كما لو باع منه حقيقة بالفين وقيمته ثلثة الاف كان للوارث ان ياخذها بثلثة الاف عندهما-

(۱۶۵) مبسوط مین ایک روایت ہی کہ صاحبین رح کے نزدیک اُس مکان کی اصل قیمت دیکر وہ وارث لے سکتا ہی کیونکہ حکماً مریض نے شفیع کے ہاتھ مکان کی بیع کی ہی تو اُسکا حال ایسا ہوا کہ حقیقةً دو ہزار سے بدست اُس وارث کے بیع کی اور اُسکی قیمت تین ہزار تھی کہ صاحبین رح کے نزدیک اس صورت مین وارث تین ہزار دیکر مکان کو لے سکتا ہی-

(۱۶۶) في الاصح احترز به عما قيل يجوز له الاخذ عندهما بمثل القيمة وانما احترز عنه لان الشفعة انما شرعت بالثمن وتمام القيمة لم يكن منه فلا يجوز الاخذ به ولا بالثمن لان فيه محاباة للوارث ولا يعمل اجازة الوارث لانه لا يعمل في حق المشتري لان المحاباة لا يخرج من الثلث وههنا لا مال له غيرها

(۱۶۶) قول صحیح یہی ہی کہ بالاتفاق اس شفیع کو جو کہ میت کا وارث بھی ہی حق شفعہ نہیں رہتا اور بعض نے یہ جو بیان کیا ہی کہ صاحبین کے نزدیک برابر قیمت دیکر وہ شفیع لے سکتا ہی تو یہ قول غیر صحیح ہی اسواسطے کہ شفعہ ثمن کے ساتھ مقرر کیا گیا ہی اور باقی قیمت ثمن مین داخل نہیں ہی- اس لئے نہ برابر قیمت سے لے سکتا ہی نہ ثمن سے اس لئے کہ ثمن سے دینا وارث کو کچھ مال چھوڑ دینا ہی اور اگر دوسرا وارث اجازت دیدے تو اوسکی اجازت دینے کا کچھ اثر نہ ہوگا کیونکہ مشتری کے حق مین اوسکا کچھ اثر نہین ہی اس لئے کہ ثلث مال سے درگذر ہو سکتی ہی اور یہان سوائے اوس گھر کے مورث کا کچھ مال نہین ہی دوسرے وارث کا اجازت دینا

واجازة الوارث يتضمن ابطال ملك المشتري لانها متى صحت اخذها الشفيع فيبطل ملكه۔

ملک مشتری کا باطل کرنا ہی کیونکہ اگر اجازت صحیح ہوجائیگی شفیع فورا اوس مکان کو لے لیگا اور مشتری کی ملکیت باطل ہوجاویگی۔

(١٦٧)، ولوكان له مال غيرها فاجازت الورثة فله الشفعة اتفاقا أنظر كيف ترك المصنف هذا القيد مع انه مقيد۔

(١٦٧)، جس صورت مین علاوہ اس کے مورث کا اور بھی مال ہو تو بالاتفاق اجازت کی صورت مین وارث شفیع ہوجاوے گا دیکھو مصنف رحمہ اللہ نے اس قید کو کسطرح ترک کردیا حالانکہ یہ حکم مقید ہے۔

(١٦٨)، واذا اخبر انها اى الشفيع بان الدار بيعت بالف اوان المشترى فلان فسلم الشفيع اى الشفيع الشراء ثم علم انه غيره اى ان المشترى غير فلان او ان البيع باقل من الالف او بمكيل اى علم ان البيع كان بمكيل او موزون قيمته الف او اكثر لم تبطل شفعته لان تسليمه حين سمع الالف كان لاستكثاره واذا ظهر ان الثمن اقل منه فله الاخذ۔

(١٦٨)، جس صورت مین شفیع کو خبر لگی کہ فلان مکان ہزار کو فروخت ہوگیا یا فلان شخص نے خریدا ہی اوسوقت مین تو شفیع نے شرار کو تسلیم کرلیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا دوسرے شخص نے خریدا ہو یا ہزار سے کم فروخت ہوا ہی یا یہ معلوم ہوا کہ کسی کیل یا موزون چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ خریدا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوسکا شفعہ کو تسلیم کرنا گران خیال کرنے کے سبب سے تھا اور جب اوسکو معلوم ہوا کہ اوس سے کم فروخت ہوا ہے تو اب وہ لے سکتا ہے۔

(١٦٩)، وفى المحيط هذا اذا كان التفاوت فى الثمن ولو كان فى المبيع فقط كما اذا سمع انه بيع كل الدار بالف فسلم ثم علم انه بيع بعضها بالف بطلت شفعته لان من رغب عن شرى الكل وليس فيه عيب الشركة كان ارغب عن شراء النصف وفيه عيب الشركة ولو كان بالعكس لا يبطل لان الرغبة

(١٦٩)، محیط مین مذکور ہی یہ جب ہی کہ ثمن کے اندر تفاوت ہو اور اگر صرف مبیع کے اندر تفاوت ہو جیسے کہ اوس نے سنکر کہ کل مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی شرار کو تسلیم کرلیا اور بعد کو معلوم ہوا نصف مکان ہزار کو فروخت ہوا ہی تو شفعہ باطل ہوجائے گا کیونکہ جو شخص کل مکان کے خریدنے سے باوجودیکہ شرکت کے جھگڑے سے پاک ہو اعراض کرے گا تو نصف مکان کے خریدنے سے باوجود عیب شرکت کے بطریق اولی اعراض کرے گا اور اگر اس کے عکس ہو تو حق شفعہ باطل نہو گا کیونکہ

عن شرى النصف المعيب لا يكون رغبة عن كل التسليم وكذا تسليمه حين سمع ان المشترى فلان كان لرضائه بجواره واذا بان غيره فله الاخذ حذرا عن اضراره وكذا تسليمه فى الف يجوز ان يكون لعجزه عن ذلك واذا ظهر انها بيعت بجنس اخر مما يثبت فى الذمة كمكيل وموزون وعددى متقارب فله ان يرغب فى اخذها لقدرته على ذلك۔

نصف کے خریدنے سے جو عیبدار ہے اعراض کرنا کامل اوس تسلیم سے اعراض کی دلیل نہین ہوسکتا۔ اسیطرح اس بات کو علم کہ فلان شخص نے خریدا ہی اوس شرار کو تسلیم کر لینا اس غرض سے تہا کہ وہ اوس مشتری کے جوار پر خوش تہا اور جب اوس کو دوسرے شخص کے خریدنے کا علم ہوا تو وہ حق شفعہ لے سکتا ہی تاکہ اوس کے جوار سے شفیع کو ضرر نہ پہونچے اسیطرح اوس نے جب نقد ہزار سنے تھے تو ہوسکتا ہی اس لئے اوس نے تسلیم کر دیا ہو کہ وہ ہزار کے بہم پہونچانے سے عاجز تہا اور جب اوس کو معلوم ہوا کہ دوسری چیز سے اوس کی بیع ہوی ہی جو کسی کے ذمہ ثابت ہوسکتی ہی مثل اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا شمار کے حساب بکتی ہین جنمین باہم فرق نہین ہوتا ہی تو اب وہ اوسکو رغبت سے لے سکتا ہی اسلیے کہ اوسکو بہم پہونچا سکتا ہے۔

(١٧٠) او بمائة قيمتها الف يعنى لو اخبر انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت بمائة دينار قيمتها الف درهم ابطلناه اى حق الشفعة وجعلنا تسليمه صحيحا۔

(١٧٠) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار درم کو فروخت ہوا ہے اوسوقت تو اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا سو اشرفی کو جنکی قیمت ہزار درم ہین فروخت ہوا ہے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفعہ باطل ہی اور اوسکا اول مرتبہ تسلیم کر لینا صحیح ہی۔

(١٧١) وقال زفر وهو القياس هو على شفعته۔

(١٧١) اور زفر رحمہ اللہ فرماتے ہین اور قیاس بہی یہی چاہتا ہی کہ اوسکا شفعہ قائم رہیگا۔

(١٧٢) قيد بقوله قيمتها الف اذ لو كان قيمة الدنانير اقل فهو على شفعته اتفاقا۔

(١٧٢) دینار مین یہ قید کہ انکی قیمت ہزار درم ہین اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر اس سے کم اوسکی قیمت ہوگی تو بالاتفاق اوس کا شفعہ قائم رہیگا۔

(١٧٣) له ان الدراهم والدنانير جنسان مختلفان ولهذا لو اكره على احدهما فاقر بالاخر كان مختارا

(١٧٣) امام زفر رح فرماتے ہین کہ دراہم اور دنانیر مختلف جنسین ہین۔ اس لئے کہ اگر اون دونون مین سے ایک پر کوئی شخص اکراہ کیا جاوے اور دوسرے کا اقرار کرے تو وہ

فلا یکون التسلیم فی احدهما تسلیما فی الاخر ولنا انهما کالجنس فی الثمنیة ولهذا الیضم فی الزکوة وکلامنا فی الثمن فیکون الاختلاف راجعا الی القدر دون الجنس۔

مختار ہوگا۔ تو ایک مین تسلیم کر دینا دوسرے مین تسلیم کر دینا شمار نہ کیا جاوے گا۔ ہم کہتے ہین ثمنیت کے اندر وہ دونون جنس واحد کے مانند ہین اور ثمن مین ہمارا کلام ہے تو اختلاف مقدار مین سمجھا جاویگا نہ جنس مین۔

(۱۷۴) او بعرض غیر مثلی یعنی لو اخبر انها بیعت بالف فسلم ثم علم انها بیعت بعرض غیر مثلی قیمته الف بطلت شفعته وصح تسلیمه لان الواجب فی القیمی القیمة فلم یظهر فیه اختلاف الجنس

(۱۷۴) اگر معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے بیع ہوی ہے یعنے جب اوسکو معلوم ہوا کہ ہزار سے بیع ہوی ہے تو مان گیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے بیع ہوئی تو شفعہ باطل ہو جاوے گا اور اوسکا تسلیم کر دینا صحیح ہو گا کیونکہ غیر مثلی مین قیمت واجب ہوتی ہے اور اوس مین اختلاف جنس کا ظاہر نہوا۔

(۱۷۵) قید بقوله غیر مثلی لانه لو کان مثلیا کالمکیل والموزون والعددی المتقارب قیمته الف لم تبطل شفعته لما مر۔

(۱۷۵) غیر مثلی کی قید اس لحاظ سے بڑہائی ہے کہ اگر مثلی ہو مانند اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا بوجہ قریب قریب برابر ہونیکے شمار سے فروخت ہوتی ہین اور اوسکی قیمت ایک ہزار ہو تو شفعہ باطل نہو گا جسکی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔

(۱۷۶) او اقل یعنی لو کان قیمة العرض اقل من الالف لم تبطل شفعته لان تسلیمه کان لاستکثار الالف۔

(۱۷۶) اور اگر ایک ہزار سے اوسکی قیمت کم ہو تو شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوس کا تسلیم کر دینا ہزار کو زیادہ سمجھنے کی غرض سے تہا۔

(۱۷۷) ولا یجعل قوله اخذ نصفها تسلیما ای اذا قال الشفیع اخذ نصف الدار لا یکون تسلیما للنصف الاخر عند ابی یوسف رح لان طلب بعض الحق لا یکون رضا بسقوط الباقی عرفا وعادة۔

(۱۷۷) شفیع کا یہ کہدینا کہ مین نصف مکان کو لیتا ہون تسلیم نہ شمار کیا جائیگا یعنے اگر شفیع کہدے کہ نصف مکان کو لیتا ہون تو یہ اوسکا کہنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف باقی مین تسلیم کر دینا نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ بعض حق کے طلب کرنے سے باقی حق کے ساقط ہو جانے سے رضامندی ثابت نہین ہوتی نہ عرفا نہ عادۃ۔

(۱۷۸) وخالفه ای محمد لانه

(۱۷۸) امام محمد رح کا اس مین اختلاف ہے کیونکہ

لما سلم في النصف الآخر صار مسلما في الكل لانه غير متجزي۔

جب دوسرے نصف مین اوس نے بیع کو تسلیم کر لیا تو گویا کل ہی مین تسلیم کر لیا کیونکہ وہ متجزی نہین ہو۔

(۷۹) وفي المحيط الاصح قول ابي يوسف

(۷۹) محیط مین مذکور ہو ابو یوسف رح کا قول زیادہ صحیح ہو

(۱۸۰) وابطل اي محمد تسليم الاب والوصي شفعة الصبي فيما اذا بيعت بمثل القيمة فله ان ياخذها بعد البلوغ۔

(۱۸۰) اگر ایک مکان برابر قیمت سے فروخت کیا جاوے اور ایک نابالغ اوسمین شفیع ہو اور اوس نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی شفعہ کو تسلیم کر دے تو یہ تسلیم کرنا امام محمد رح کے نزدیک باطل ہو اور بعد بلوغ کے وہ نابالغ اپنا شفعہ لے سکتا ہو۔

(۱۸۱) وقالا صح تسليمها فلا ياخذها الصبي بعده۔

(۱۸۱) صاحبین رح کے نزدیک اون دونون کا تسلیم کر دینا صحیح ہو اور اوس کے بعد نابالغ اوسکو نہین لے سکتا

(۱۸۲) وعلى هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار دار الصبي فلم يطلبا۔

(۱۸۲) ایسا ہی اوس صورت مین اختلاف ہو کہ باپ کو یا باپ کے وصی کو نابالغ کے جوار مین ایک مکان کے فروخت ہو جانے کی خبر لی اور انہون نے شفعہ کے طلب نہ کی۔

(۱۸۳) قيد بالتسليم لانه لو لم يكن له ولي توقف على بلوغه اتفاقا لقوله عليه السلام ينتظر للشفيع اذا كان غائبا وكذلك اذا كان عاجزا كذا في المحيط۔

(۱۸۳) تسلیم کی قید اس لئے لگائی ہو کہ اگر اوسکا کوئی ولی نہین ہو تو بالاتفاق اوسکے وقت بلوغ تک انتظار کیا جاوے گا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ شفیع کا انتظار کیا جائے جبکہ غائب ہو اور ایسی ہی جبکہ عاجز ہو۔

(۱۸۴) له انه حق ثابت فلا يملكان ابطاله كالعفو عن القصاص ولهما ان حق الشفعة انما تملك بالثمن فصار في معنى البيع وهما يملكان الامتناع عنه بخلاف العفو عن القصاص لانه تبرع وهما لا يملكانه۔

(۱۸۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہو کہ یہ ایک حق ثابت ہو اور وہ دونون اوس کے ابطال کے مالک نہین ہین جیسے قصاص سے عفو کرنے پر اونکو اختیار نہین ہو صاحبین رح فرماتے ہین حق شفعہ کی ملکیت ثمن سے ہوتی ہو اور وہ حقیقت مین بیع ہو اور وہ دونون بیع کے ترک کر دینے کے مالک ہین بخلاف عفو عن القصاص کے کہ یہ تبرع ہو اور وہ تبرع کے مالک نہین ہین

(۱۸۵) وفي المحيط يثبت الشفعة للحمل بدار الة التي ورثها من ابيه

(۱۸۵) محیط مین مذکور ہو حمل کو بسبب اوس مکان کے جو اوسکے باپ کے ورثہ مین اوس کو ملا ہو شفعہ ثابت ہو جاتا ہو لیکن

فان وضعت لاقل من ستة اشهر منذ البيع فله الشفعة۔

ایسی صورت مین اگر ایک عورت وقت بیع سے چھ ماہ سے کم مین بچا جنے تو وہ شفیع ہو جائے گا۔

(۱۸۶) ولو بيعت اى الدار التى شفيعها الصبى بثمن يسير اى باقل من قيمتها بمحاباة فتسليمه اى تسليم كل من الاب والوصى صحيح عندح لانه امتناع عن ادخاله فى ملك الصغير لا ازالة عن ملكه۔

(۱۸۶) اگر ایک مکان جسکا نابالغ کو شفعہ حاصل ہے کم قیمت سے کچھ رعایت کرکے فروخت کیا جائے پس اسمین باپ اور وصی کا تسلیم کر دینا امام صاحب رح کے نزدیک صحیح ہو کیونکہ شفعہ کا تسلیم کر دینا اوس مبیع کو نابالغ کے ملک مین داخل کرنے سے باز رکھنا ہو اوس کے ملک سے مبیع کا دور کر دینا نہین ہو۔

(۱۸۷) وابطله محمد لما فيه من ترك النظر للصغير۔

(۱۸۷) اور امام محمد رح نے اوس تسلیم کو باطل سمجھا ہو کیونکہ اوسکے چھوڑ دینے مین نابالغ کے نفع کی رعایت کا ترک کر دینا ہے۔

(۱۸۸) قيد بقوله يسير لانها لو بيعت باكثر من قيمتها مما لا يتغابن الناس فى مثله جاز التسليم اتفاقا والاصح انه لا يجوز اتفاقا لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبى۔

(۱۸۸) کم قیمت کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ کوئی شخص اتنا نقصان نہین گوارا کر سکتا تو بالاتفاق تسلیم صحیح ہو مگر اصح یہ ہو کہ بالاتفاق تسلیم کر دینا صحیح نہین ہو کیونکہ اوس کا حال اجنبی کا سا ہو جب لینے کا مالک نہین ہو تو تسلیم کرنے کا بھی اوسکو کیا اختیار ہو۔

(۱۸۹) ولو اشتراها اى الاب دارا لابنه الصغير اجزنا له اخذها اى جاز للاب اخذ الدار بالشفعة قبل بلوغه وقال زفر لا يجوز۔

(۱۸۹) اگر ایک شخص نے اپنے صغیر لڑکے کے لئے ایک مکان خریدا تو قبل اوسکے بلوغ کے باپ کو مکان کا شفعہ مین لے لینا ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین جائز نہین ہے۔

(۱۹۰) انما قيد نا به لان الشفعة بعد بلوغه جائز اتفاقا۔

(۱۹۰) قبل بلوغ کی قید اس لئے لگائی ہو کہ بعد از بلوغ تو بالاتفاق شفعہ جائز ہو۔

(۱۹۱) وقيد بالاشتراء لان الاب لو باع ملك نفسه ليس له الشفعة لابنه الصغير لان البائع

(۱۹۱) اور خریدنے کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر باپ نے اپنے ملک کو فروخت کیا تو اپنے صغیر لڑکے کے لئے اوسکو شفعہ جائز نہین ہو کیونکہ بائع کو حق شفعہ نہین ہے

لاشفعة له وللصغير الشفعة اذا بلغ اتفاقا۔

اور صغیر کے لئے بالاتفاق جب وہ بالغ ہو جائے شفعہ کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔

(۱۹۲) وقيد بالاب لان الوصی لایملك اخذها لنفسه اتفاقا لان ذلك بمنزلة الشراء ولایجوز للوصی ان یشتری مال الیتیم لنفسه بمثل القیمة۔

(۱۹۲) اور باپ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وصی بالاتفاق اپنی ذات کے لئے لینے کا مالک نہیں ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال اپنی ذات کے لئے برابر قیمت سے خریدنا درست نہیں ہے۔

(۱۹۳) وقيد بقوله لابنه لانه لو اشتری الاب لنفسه والصبی شفیعها فله الشفعة لابنه اتفاقا۔

(۱۹۳) اور بیٹے کے لئے خریدنیکی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنی ذات کے لئے خریدا اور نابالغ کو اوس میں حق شفعہ ہو تو اپنے بیٹے کے لئے وہ شفعہ کر سکتا ہے اتفاقاً۔

(۱۹۴) له ان کون الشخص الواحد مطالبًا ومطالَبًا ممتنع ولنا ان ولایة الاب قامت مقام شخصین ولهذا اجاز له ان یشتری من مال الصغیر شیئا بمثل القیمة۔

(۱۹۴) امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کا مطالِب اور مطالَب ہونا غیر ممکن ہے اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کی ولایت دو شخصوں کے قائم مقام ہے اسی غرض سے باپ کے لئے یہ بات درست ہے کہ صغیر کے مال سے کوئی چیز برابر قیمت سے خریدے۔

(۱۹۵) ومنعنا من اخذ الدارین بیعتا فی مصرین ای سواء کانتا متلاصقتین او متفرقتین بصفقة واحدة ای اذا کان شفیعهما واحدا وقال زفر له ذلك وكذا الخلاف لو كان ارضین او قریتین۔

(۱۹۵) جس صورت میں دو مکان جو دو شہروں کے اندر ہیں ایک عقد سے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کئے جائیں خواہ وہ دونوں شہر ملے ہوئے ہوں یا دور دور ہوں اور ایک ہی شخص دونوں مکانوں میں شفیع ہو تو وہ شفیع ان مکانوں میں شفعہ نہیں کر سکتا اور امام زفرؒ فرماتے ہیں شفعہ کر سکتا ہے یہی اختلاف دو زمینوں اور دو گانوں میں ہے۔

(۱۹۶) قيد بمصرین لانه لو بیعت داران فی مصر واحد فقوله کقولنا کذا فی الحقائق

(۱۹۶) دو شہروں کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر ایک شہر میں ہیں تو امام زفرؒ کا بھی اس میں وہی قول ہے جو ہمارا قول ہے۔

(۱۹۷) وذکر فی المصفی والایضاح ان التقیید بالمصرین وقع اتفاقا۔

(۱۹۷) ایضاح اور مصفی میں مذکور ہے کہ دو شہروں کی قید اتفاقی ہے۔

(۱۹۸) قيد بصفقة واحدة لانهما لو بیعتا بصفقتین کان له ان یاخذ

(۱۹۸) ایک عقد کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر دو عقد سے فروخت ہونگی تو بالاتفاق ان دونوں میں سے جس کو

ایهما شاء اتفاقا۔

(۱۹۹) وقیدنا بقولنا اذا کان شفیعهما واحدا لانه ان کان شفیعا لاحدهما دون الاخری یاخذ التی هو شفیعها اتفاقا لان الصفقة وان اتحدت فقد اشتملت علی ما تثبت فیه الشفعة وعلی ما لا تثبت الشفعة فیه فاختص الشفعة بالدار المجاورة کذا فی المصفی

(۲۰۰) له ان تفرق المکان کتفرق الصفقة ولا ضرر علی المشتری فی اخذ احدهما فقط فیجوز ولنا ان فی اخذ احدهما دون الاخری تفریق الصفقة علی المشتری فلا یجوز۔

(۲۰۱) ولو اشتری رجل دارا من اثنین نمنعه ای الشفیع من اخذ نصیب احدهما۔

(۲۰۲) وقال الشافعی یجوز ذلك۔

(۲۰۳) ولو باع من اثنین جاز ای للشفیع ان یاخذ نصیب احدهما اتفاقا لوقوع العقد متفرقا فی حق المشتری۔

(۲۰۴) له قیاس المسئلة الاولی علی هذه المسئلة ولنا ان الجار فی الاولی واحد فرضاؤه بجوار المشتری فی نصیب احدهما یکون رضا فی الاخر لان الجار الواحد لا یتجزی واما فی الثانیة فالجار اثنان فله ان یرضی باحدهما دون

چاہیگا شفیع لے سکیگا۔

(۱۹۹) یہ قید کہ شفیع ان مین ایک ہی شخص ہو اسلئے لگائی ہو کہ اگر ایک شخص ایک مین شفیع ہو اور دوسرے مین نہو تو بالاتفاق جس مین وہ شفیع ہو اوسکو لے سکتا ہو کیونکہ صفقہ اگرچہ واحد ہو مگر دو مکانون پر مشتمل ہو جن مین سے ایک مین شفعہ ثابت ہو اور ایک مین نہین اسلئے اوس مکان مین جو شفیع کے مجاور ہو شفعہ متعین ہوگا۔

(۲۰۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ تفرق مکان کا تفرق عقد کے مانند ہو اور مشتری کو صرف ایک کے لے لینے مین کچھ نقصان نہین ہو تو شفیع کو لینا جائز ہے حنفیہ کہتے ہین ایک کے لینے اور دوسرے کے نہ لینے مین مشتری پر صفقہ کا تفریق کرنا ہو اور یہ جائز نہین ہے۔

(۲۰۱) اگر ایک شخص نے دو شخصون سے ایک مکان خریدا تو حنفیہ رح کے نزدیک شفیع دونون مین سے ایک کا حصہ نہین لے سکتا۔

(۲۰۲) امام شافعی رح فرماتے ہین یہ جائز ہے۔

(۲۰۳) اگر ایک مکان دو شخصون سے فروخت کیا تو شفیع دونون مین سے ایک کا بالاتفاق حصہ لیسکتا ہو کیونکہ مشتری کے حق مین تو عقد متفرق واقع ہوئی ہے۔

(۲۰۴) امام شافعی رح تو مسئلہ اولی کو اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہین حنفیہ کہتے ہین پہلے مسئلہ مین جار ایک ہی شخص ہے پس شفیع کا ایک حصہ مین مشتری کے جوار پر راضی ہونا دوسرے کے حصہ مین بھی راضی ہونا ہو کیونکہ جار واحد تجزی پذیر نہین ہے اور مسئلہ ثانیہ مین جار دو شخص ہین اور ہوسکتا ہو کہ شفیع ایک کے جوار پر راضی ہو اور دوسرے کے جوار پر ناراض ہو

الآخر فافترقا۔

دونون صورتون مین بہت فرق ہے۔

(۲۰۵) **فصل** فی البناء والغرس فی الارض المشفوعة۔

(۲۰۵) **فصل** مشفوعہ اراضی مین مکان وغیرہ بنانے اور درخت وغیرہ لگانے کے بیان مین۔

(۲۰۶) وبناء المشتری واتخاذہ مسجدا قاطع لحق البائع فی الفسخ یعنی من اشتری دارا اشراء فاسدا وقبضها وبنی او اتخذها مسجدا ینقطع عنها حق البائع فی الفسخ عند ابی حنیفة وعلی المشتری قیمتها۔

(۲۰۶) مشفوعہ زمین مین مشتری کا مکان بنا لینا یا اوسکو مسجد قرار دیدینا بائع سے فسخ کرنے کا حق باطل کردیتا ہے یعنے جس شخص نے بیع فاسد سے ایک مکان خریدا اور اوسپر قابض ہوگیا اور وہین اوس نے اور مکان بنالیا یا اوسکو مسجد کردیا تو بائع کو جو اس کے فسخ کا بسبب بیع فاسد ہونے کے اختیار حاصل تھا امام صاحب رح کے نزدیک وہ حق منقطع ہوجاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب ہوجاویگی۔

(۲۰۷) وللشفیع الاخذ بالقیمة فی الاول ای فی البناء عندہ۔

(۲۰۷) بناء کی صورت مین شفیع کو اوسکی قیمت دیکر امام صاحب رح کے نزدیک لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲۰۸) وقالا لا ینقطع عنها حق البائع فی المسئلتین فلیس له الاخذ۔

(۲۰۸) صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین بائع کو فسخ کا اختیار حاصل ہے اور شفیع کسی صورت مین اوس کو نہین لے سکتا۔

(۲۰۹) قید بقوله فی الاول لان فی اتخاذہ مسجدا لیس له الاخذ اتفاقا اما عندهما فلعدم انقطاع حق البائع عنها واما عندہ فلصحة کونها مسجدا والمسجد لا یملك۔

(۲۰۹) بصورت اول کی اس لئے قید لگائی ہے کہ مسجد کر لینے کی حالت مین بالاتفاق شفیع کو لینے کا استحقاق نہین ہے صاحبین رح کے نزدیک اس لئے کہ بائع کا حق اوس سے منقطع نہین ہوا اور امام صاحب رح کے نزدیک اس لئے کہ اوس کا مسجد ہونا صحیح ہے اور مسجد مملوک نہین ہوسکتی۔

(۲۱۰) وذکر فی مبسوط شیخ الاسلام الخلاف فیما اذا جعله علی هیئة المسجد ولم یؤذن للناس بان یصلوا فیه حتی یکون رقبة الارض

(۲۱۰) شیخ الاسلام نے مبسوط مین ذکر کیا ہے اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسکو مسجد کے ہیئت پر کردے اور لوگون کو ہنوز اجازت نہ دے اور ابتک مسجد کی زمین اور اوسکی دیوارین اوس کے ملک مین باقی ہون

والبناء باقية على ملكه اما اذا اذن للناس بان يصلوا فيه ينقطع عنه حق البائع اتفاقا فعلم من هذا ان تعليل المصنف في شرحه بان المسجد لا يملك غير صحيح لانه ان اراد ما هو مسجد حقيقة فليس هو محل الخلاف وان اراد ما هو في هيئة المسجد فانه يصح ان يملك۔

اور اگر لوگون کو نماز کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق بائع کا حق اوس سے ساقط ہو جائے گا پس اس سے یہ بات ثابت ہوی کہ مصنف رحہ کا اپنی شرح مین اسکی یہ علت بیان کرنا کہ مسجد کسی کی مملوک نہین ہوسکتی ٹھیک نہین ہو کیونکہ اگر مسجد سے اوس نے حقیقۃً مسجد مراد لی ہے تب تو وہ محل خلاف ہی نہیں اور اوس سے یہ مراد لی ہو کہ جو بصورت مسجد ہو تو وہ مملوک ہو سکتی ہے

(۲۱۱) ولعله اراد بان المشتري بنيته ان يجعله مسجدا توجه ان يكون حقا لله ومثله لا يملك عادة فلو اخذه الشفيع عنه يلزم ان يكون مملوكا۔

(۲۱۱) شاید مصنف کی یہ مراد ہو کہ وہ مکان مشتری کے اس نیت کر لینے سے کہ اوسکو مسجد بنا وے قریب ہے کہ خداے تعالے کا حق اوس کے ساتھہ متعلق ہو جاوے اور عادۃً ایسی شئی غیر مملوک ہو جاتی ہے۔ پس اگر شفیع اسکو لے لیگا تو وہ لا محالہ مملوک ہو جائیگی۔

(۲۱۲) اعلم ان قيد البناء اتفاقي لان الخلاف كذا لو اخرجها عن ملكه بالهبة او بجعلها مهرا او بالبيع فللشفيع ان ينقض تصرفه ويأخذها بالقيمة عنده فان اخذها بالبيع الثاني اخذها بالثمن لان البيع الثاني صحيح۔

(۲۱۲) جاننا چاہئے کہ بنا کی قید اتفاقی ہو کیونکہ یہی اختلاف اون صورتون مین بھی ہے کہ مشتری اوس شئی کو اپنے ملک سے بذریعہ ہبہ یا مہر یا بیع کے خارج کر دے پس امام صاحب کے نزدیک ان صورتون مین بھی شفیع کو مشتری کے اس تصرف کے باطل کر دینے اور مبیع کو قیمت دیکر لیلینے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر بیع ثانی کے بعد لیگا تو ثمن دیکر لینا پڑے گا کیونکہ وہ بیع صحیح ہے۔

(۲۱۳) لهما ان هذا التصرف لا يسقط حق البائع كما لا يسقط حق المالك اذا وجد في المغصوب وكذا اتخاذه مسجدا لا يسقط حقه لان الله لا يقبله لكون الفسخ واجبا عليه فاذا لم ينقطع حق البائع

(۲۱۳) صاحبین رحہ کی دلیل یہ ہے کہ اس تصرف سے بائع کا حق ساقط نہو گا جس طرح کہ اگر یہ تصرفات شئ مغصوبہ مین پائی جائین تو مالک کا حق ساقط نہین ہو جاتا اسیطرح اوسکا مسجد بنا لینا بائع کے حق کو ساقط نہین کرسکتا کیونکہ خداے تعالی کے نزدیک وہ غیر مقبول

لايبطل حق الشفعة لان حقه اقوى من حق الشفيع ولهذا يسقط حقه بالتاخير دون حق البائع وله ان البناء حق للمشتري وحق الفسخ في الفاسد حق الشرع وحق العبد مقدم عليه وباتخاذها مسجدا انتهض المشتري وزال ملكه فيها الى الله فانقطع حق البائع كما لو كان المشتري عبدا فقبضه فاعتقه۔

مقبول ہو اس لئے کہ اوس کا فسخ ضروری ہو پس جب بائع کا حق اوس سے منقطع نہوا تو شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ بائع کا حق شفیع کے حق سے قوی ہے اسی لئے تاخیر کرنے سے شفیع کا حق ساقط ہوجاتا ہے بخلاف بائع کے امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ بنا مشتری کا حق ہے اور بیع فاسد کے اندر فسخ کا حق شرع کا حق ہے اور بندہ کا حق شرع کے حق پر مقدم ہے اور جب اوس نے اوس مکان کو مسجد بنالیا تو مشتری کا قبضہ مکان مین پورا ہوگیا اور اوسکی ملکیت مکان سے جاتی رہی اور خدائے تعالی کے ملک مین داخل ہوگیا پس بائع کا حق بہی اوس سے منقطع ہوگیا۔ جس طرح ایسے ہی بیع سے غلام کو خریدتا اور بعد قبضہ کر لینے کے اوس کو آزاد کر دیتا۔

＋ ＋ ＋ ＋ ＋ ＋ ＋

(۲۱۴) واذا بنى المشتري بالشراء الصحيح او غرس ثم قضى بها اي بالشفعة للشفيع اخذه الشفيع بالثمن وقيمتها اي اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما مقلوعا او كلفه اي الشفيع المشتري قلعهما اي قلع بنائه وغرسه۔

(۲۱۴) اگر ایک شخص بشراء صحیح ایک زمین خرید کرکے اوس مین مکان بنالے یا باغ لگالے بعد ازان قاضی اوسمین شفعہ کا حکم کرے تو شفیع اوس زمین کو اوسی ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو اوس قیمت سے جو گرادینے کے بعد ہوتی ہولے سکتا ہو یا مشتری سے کہسکتا ہے کہ وہ اپنی دیوارون اور درختون کو گرالے۔

(۲۱۵) ويخيره اي ابو يوسف الشفيع بين الاخذ بذلك اي اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما قائمين او الترك اي ترك الاخذ ولا يكلفه بالقلع كما لو بنى الموهوب له في الارض الموهوبة ليس للواهب ان يقلع بناءه ويرجع في الارض لانه

(۲۱۵) امام ابو یوسف رحؒ شفیع کو اس بات مین اختیار دیتے ہین کہ یا تو شفیع اوس زمین کو ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو وہ قیمت دیکر جو کہڑی رہنے کی حالتمین ہوتی ہو لیلے یا چہوڑ دے اور اوس سے اونکی گرانے کی نسبت نہین کہسکتا جسطرح موہوب لہ ایک زمین موہوبہ مین کچہ مکان بنالے تو واہب کو یہ استحقاق نہین ہے کہ اوس مکان کو ڈہوادے اور زمین واپس کرلے کیونکہ اپنے ملک مین

بناه فی ملكه۔

اوسکو بنایا ہے۔

(۲۱۶) ولهما ان هذا التصرف وقع فی حق الغير من غير تسليط من جهته فله ان ينقضه كالراهن اذا بنى فی المرهون بخلاف ما استشهد به لان التصرف فيه حصل بتسليط من جهة من له الحق۔

(۲۱۶) صاحبین رح فرماتے ہین کہ یہ تصرف دوسرے کے ملک مین بدون اوس کے اجازت کے واقع ہوا ہے تو اوسکو اس تصرف کے باطل کرنے کا استحقاق ہو جسطرح راہن شئی مرہونہ مین کچھ بنالے اور زمین موہوبہ سے جو استشہاد کیا ہے وہ اوس کے خلاف ہے کیونکہ وہان پر تصرف صاحب حق کے تسلیط سے پایا گیا ہے۔

(۲۱۷) ولو بنى الشفيع او غرس اى فی الدار المشفوعة ثم استحقت رجع الشفيع بالثمن على من رده من البائع او المشترى اتفاقا لانه تبين انه اخذه بغير حق لا بقيمتهما اى لا يرجع بقيمة البناء والغرس على من اخذ منه الدار يعنى اذا بنى الشفيع فی الدار المشفوعة او غرس فقلع المستحق الشفيع لا يرجع بقيمتهما۔

(۲۱۷) اگر شفیع نے مکان مشفوعہ مین کچھ مکان بنا لیا یا کوئی درخت لگا لیا بعد ازان وہ مکان کسی دوسرے شخص کا نکلا تو شفیع اوس کا ثمن جسکو اوس نے دیا ہو بالاتفاق واپس لے سکتا ہے خواہ بائع کو دیا ہو یا مشتری کو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ بغیر حق کے اوس سے ثمن لیا گیا تھا مگر بنا کی اور درختون کی قیمت اوس شخص سے جس سے اوس نے مکان لیا ہے نہین لے سکتا۔ یعنے اگر مکان مشفوعہ مین شفیع درخت لگالے یا کچھ بنالے اور وہ شخص جسکا حق ثابت ہوا ہے اوسکو گرا دے تو شفیع اونکی قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۱۸) ويفتى به اى ابو يوسف يرجع بالقيمة فيهما اى فی البناء والغرس لان الشفيع مع من اخذ منه صار كالمشترى المغرور من جهة البائع۔

(۲۱۸) امام ابو یوسف رح نے درخت اور بنار کی قیمت لے لینے کا فتوی دیا ہے کیونکہ شفیع کا اوس شخص کے ساتھ جس سے اوس نے مکان لیا ہو ایسا حال ہے جیسا اوس مشتری کا جس کو اوسکا بائع فریب دیدے۔

(۲۱۹) ولهما الفرق بان المشترى كان مغرورا من جهة البائع ومسلطا على التصرف فی المبيع والشفيع غير مغرور لانه متملك على صاحب اليد

(۲۱۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ مشتری تو بائع کی طرف سے فریب مین ہوتا ہو اور مبیع کے اندر تصرف کرنے پر مسلط ہوتا ہو اور شفیع فریب مین نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تو جبرًا بلا اختیار صاحب قبضہ کے اوپر متملک ہوتا ہے

جبرا من غیر اختیار فلا یرجع علی احد۔

تو وہ کسی سے قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۲۰) ویتخیر الشفیع بین الاخذ ای اخذ العرصة بجمیع الثمن او الترك اذا اصابت المبیع آفة سماویة کما اذا کان دارا فانهدم بناؤها لان البناء تابع للعرصة حتی تدخل فی بیعها من غیر ذکر فالثمن لا یقابل الاتباع ما لم تکن مقصودة۔

(۲۲۰) جس صورت مین مبیع کو کوئی آفت سماوی پہونچ جائے تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ پورا ثمن دیکر اوس زمین کو لے لے یا ترک کردے مثلاً ایک مکان ہو اور اوسکی دیوارین گر جائین کیونکہ بنا زمین کے تابع ہے حتیٰ کہ صرف زمین کے بیع کرنے سے بغیر ذکر کرنے کے بنا بیع کے اندر داخل ہوجاتی ہے پس جبتک کہ توابع ایک شئی کے مقصود مستقل طور پر نہون ثمن اون کے مقابل نہین ہوتا۔

(۲۲۱) وفی التبیین هذا اذا انهدم البناء بالکلیة ولم یبق له نقض لانه لو بقی منه شیء واخذه المشتری بانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعا للارض فلا بد من سقوط بعض الثمن لانه مال قائم بقی مقصودا عند المشتری فیکون له حصة من الثمن فینقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ۔

(۲۲۱) تبیین مین ہے یہ جب ہو کہ بنا بالکل منہدم ہوجائے اور انہدام کے بعد اوسکا کچھ سامان باقی نہ رہے کیونکہ اگر کچھ باقی رہگیا اور مشتری اوس زمین مین سے اوٹھا کر لے گیا تو زمین کے تابع نہوگا اور کچھ ثمن کا اوسکے بدلہ مین ضرور ساقط ہوجانا چاہئے کیونکہ وہ ایک مال قائم ہے اور مشتری کے پاس مختبس رہا ہے تو لامحالہ ایک ثمن کا حصہ اوس کے مقابلہ مین بھی ہوگا اور عقد کے وقت مکان کی قیمت پر ثمن منقسم ہوگا اور لینے کے دن اوس مکان کی اینٹون وغیرہ پر منقسم ہوگا۔

(۲۲۲) وان نقضها ای الدار المشتری یتخیر الشفیع بین اخذ العرصة بالحصة ای بحصتها من الثمن والترك لان التابع صار مقصودا بالاتلاف فقابله شیء من الثمن۔

(۲۲۲) اگر مشتری نے اوس مکان کو گرایا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اوس صحن کو بحصہ رسدی ثمن دیکر لیلے یا چھوڑ دے کیونکہ تلف کر دینے سے تابع بھی مقصود ہوگیا اور کچھ ثمن اوس کے مقابل ہوجائے گا۔

(۲۲۳) ولا یاخذ الشفیع النقض بکسر النون وهو المنقوض لانه صار مفصولا

(۲۲۳) اون اشیا کو جو مکان کے منہدم ہوجانے سے نکلے ہین شفیع نہین لے سکتا کیونکہ وہ اب ایک جدا گانہ

ولم یبق التبعیة ولاشفعة فی المنقول ویاخذ الشفیع ثمر النخل مع الارض اذا ذکر الثمر فی البیع۔

شئ ہوگئی اور تبعیتہ باقی نہین رہی اور منقول کے اندر شفعہ نہین ہے اور زمین کے ساتھ درختون کا پھل بھی شفیع لے سکتا ہے جبکہ بیع کے اندر ثمر کا بھی ذکر ہوا ہو

(۲۲۴) انما قیدنا به لان الثمر لا یدخل فی بیع النخل من غیر ذکر وهذا استحسانا وکان القیاس ان لا یاخذ الشفیع لانه لیس بتابع فصار کالمتاع الموضوع فی الارض وجه الاستحسان انه باتصال خلقه صار تبعا للنخیل من وجه الا ان اتصاله لما کان للقطع لا للبقاء صار کالزرع لم یدخل فی البیع الا بالذکر۔

(۲۲۴) ذکر کی ہم نے اس لئے قید لگائی ہو کہ نخل کے بیع کے اندر بغیر ذکر کے اوسکا پھل داخل نہوگا اور یہ استحسانا ہو اور قیاس چاہتا ہے کہ شفیع نہ لے سکے کیونکہ وہ تابع مین شمار نہین کیا جاتا اور ایسا ہے کہ زمین مین کچھ اسباب رکھا ہو۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے باعث سے ایک وجہ سے ثمر درخت کے لئے بمنزلہ توابع کے ہوگیا ہے۔ لیکن چونکہ اوسکا اتصال بقا کے لئے نہین ہے بلکہ قطع کرنے کے لئے ہے اس لئے اوسکا حال کھیتی کا سا ہو کہ کھیتی بدون ذکر کئے ہوئے زمین کے بیع مین داخل نہین ہوتی

(۲۲۵) وان حدث عند المشتری ای الثمر ولم یکن علی النخل حین البیع ان هذه الوصل یعنی یاخذ الشفیع الثمر فی هذه الصورة ایضا لانه بیع تبعا للنخل۔

(۲۲۵) اگرچہ بیع کے وقت درختون پر پھل نہ تھا اب مشتری کے پاس آکر اونپر پھل آگیا ہو یعنے اس صورت مین بھی شفیع پھل لے سکتا ہو کیونکہ درختون کے تبعیت مین پھل بھی بیع کے اندر داخل ہوگیا۔

(۲۲۶) فلو جذها ای قطع المشتری الثمر سقط حصتها ای حصة الثمر من الثمن فی غیر الحادثة ای فی الثمر التی کانت عند البائع وقت البیع ولم یکن حادثة عند المشتری لان شیئا من الثمن قابلها لکونها مبیعة۔

(۲۲۶) اگر مشتری نے پھل کو کاٹ لیا بقدر پھل کے حصہ کے ثمن مین سے اوس صورت مین کم کر لیا جاوے گا کہ مشتری کے پاس آکر پھل پیدا نہوا ہو یعنے اوس پھل مین ثمن کم کر لیا جائے گا کہ بیع کے وقت بائع کے پاس پیدا ہوا ہوگا اور مشتری کے پاس آکر پیدا نہوا ہوگا کیونکہ بسبب مبیعہ ہونے کے کچھ ثمن اوس کے مقابلہ مین بھی دیا گیا ہے۔

(۲۲۷) قید به لان الثمر لو کانت حادثة

(۲۲۷) یہ قید اس لئے زیادہ کی ہو کہ اگر مشتری کے پاس

کہ

عند المشتری وجدها لا یسقط حصتها من الثمن لانها لم تکن موجودة عند العقد فیأخذ الارض والنخل بجمیع الثمن۔	پہل پیدا ہوا ہے اور اوس نے اوسکو قطع کر لیا تو بعوض اوس کے ثمن مین سے کم نہ کیا جائے گا کیونکہ عند العقد اوسکا وجود نہ تہا تو زمین اور درختون کو پورے ثمن سے لیگا۔
(۲۲۸) ولو انهدم علو فبیع السفل لا یوجبها ای ابو یوسف الشفعة للعالی ای لصاحب العلو بل یکون الشفعة لمن یجاور السفل۔	(۲۲۸) اور اگر بالاخانہ گر جائے بعد ازان نیچے کا مکان فروخت ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوپر والیکا شفعہ اس مکان مین نہو گا بلکہ وہ شخص شفیع ہو گا جو نیچے کے مکان کا پڑوسی ہے۔
(۲۲۹) وخالفه ای قال محمد الشفعة لصاحب العلو۔	(۲۲۹) بخلاف امام محمد رح کے کہ اونکے نزدیک اوپر والا شفیع ہو گا۔
(۲۳۰) ولو بیعت الی جانبها دار الجار والمجرور حال ای بیت دار منضمة الی جانب عرصة السفل فطلبا ها ای صاحب العلو والسفل الشفعة فانهدم العلو والسفل قبل الاخذ یعینها ای ابو یوسف الشفعة السافل ای صاحب السفل۔	(۲۳۰) اگر ایک مکان دو منزلہ مکان کے پہلو مین یعنے جو نیچے والے مکان کے صحن سے ملا ہوا تہا فروخت ہوا اور دونون مکان والونے اوس مکان مین شفعہ چاہا اور اس سے پہلے کہ اون مین سے کوئی اوس مکان کو لیتا وہ دونون مکان گر پڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف نیچے والے کو حق شفعہ ہے دونون کو حق شفعہ نہین ہے
(۲۳۱) لا لهما یعنی قال محمد الشفعة لهما۔	(۲۳۱) امام محمد رح فرماتے ہین دونون اوس مین شفیع ہون گے۔
(۲۳۲) لابی یوسف فی المسئلتین ان حق الشفعة زال بانهدام العلو ولمحمد ان صاحب العلو له اعادة علوه اذا بنی صاحب السفل وله ان یرفع الامر الی القاضی لیأمره ببناء السفل فیبنی علیه علوه واذا کان حقه قائما استحق الشفعة فی السفل	(۲۳۲) دونون مسئلون مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اوپر کے مکان کے گر جانے سے اوسکا حق شفعہ زائل ہو گیا۔ اور امام محمد رح فرماتے ہین کہ اوپر والے کو اپنے مکان کے بنانے کا اختیار پہر حاصل ہے اگر نیچے والا مکان بناوے اور اوسکو یہ بہی استحقاق ہے کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہونچاوے تاکہ نیچے والے کو قاضی مکان کے بنانے کا

وفی الدار المجاورۃ لھما وفی المحیط لو بنی السفل صاحب العلو لا یکون متبرعا فعلی صاحب السفل ان یعطیہ قیمتہ لانہ کان مضطرا فی البناء لاحیاء حقہ فصار ماذونا شرعا۔

علم کرے اور پھر وہ اپنا اوپر کا مکان بنا لے۔ پس جب اوسکا حق قائم ہے تو اوسکو نیچے کے مکان مین بھی حق شفعہ ہوا اور اوس مکان مین بھی جو اون دونون کے جوار مین واقع ہوا ہے محیط مین مذکور ہے کہ اگر اوپر والے نے نیچے کا مکان اپنے پاس سے بنوا دیا تو وہ اوسمین متبرع نہ سمجھا جائیگا بلکہ نیچے والے کو اوسکی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اپنے احیار حق کی غرض سے نیچے کے مکان کے بنانے کی طرف مضطر ہوا اور شرعًا اسبات مین وہ ماذون ہے۔

(۲۳۳)، ولو بنی احد الشریکین حماما منہدما لم یرجع علی شریکہ بشیء لانہ غیر مضطر فی البناء فانہ یمکنہ ان یرفع الامر الی القاضی حتی یقسم الساحۃ۔

(۲۳۳)، اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے بوسیدہ حمام کی مرمت کی تو اپنے دوسرے شریک سے وہ کچھ نہین لے سکتا کیونکہ وہ اوس کے بنانے کی طرف مضطر نہین ہے بلکہ اوسکو یہ استحقاق ہے کہ قاضی تک اس معاملہ کو پہونچا دے تاکہ قاضی اوس زمین کو تقسیم کر دے۔

(۲۳۴)، **فصل** فی الاختلاف و ما یؤخذ بہ المشفوع۔

(۲۳۴)، **فصل** اختلاف اور اوس چیز کے بیان مین جسکے بدلے مین مشفوع لیا جاتا ہے یعنی ثمن۔

(۲۳۵)، ولو قال المشتری اشتریت البناء والارض فی صفقتین یعنی قال اشتریت البناء اولا ثم اشتریت الارض بدون البناء ثانیا وقال الشفیع بل شتریتہما معا فی صفقۃ واحدۃ فالدار لی بناءھا ولم یکن لہما بینۃ کان القول للشفیع اتفاقا لان حق الشفیع قائم والمشتری یدعی ابطالہ بادعاء الصفقتین والشفیع ینکرہ فیکون القول لہ مع

(۲۳۵)، اگر مشتری نے کہا مین نے بنار اور زمین کو دو عقدون مین خریدا ہے یعنے اولًا بنار کو خریدا ہے بعد ازان دوسرے بیع سے زمین کو بغیر بنار کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی بیع سے خریدا ہے اور مکان کا مع بنار کے مین مالک ہون اور کسیکے پاس بینہ نہو تو شفیع کا قول بالاتفاق مقبول ہوگا کیونکہ شفیع کا حق تو قائم ہے اور مشتری دو عقد سے خریدنے کا دعوی کرکے اوسکا باطل کرنا چاہتا ہے اور شفیع اوسکا منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا

يمينه على العلم لانه حلف على فعل الغير۔

اور اسبات کے علم پر اوس سے حلف لے لیا جائیگا کیونکہ دوسرے کے فعل پر حلف ہی۔

(۲۳۶) فان برهنا اى اقام كل منهما البينة على ما ادعاه و لا تاريخ نرجح ابو يوسف بينة المشترى لانها يثبت امرا زائدا على الشراء وهو تفريق الصفقة فكانت اولى۔

(۲۳۶) اگر ہر ایک نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کر دیا اور دونوں میں سے کسی کی تقدم تاخر کی تاریخ متعین معلوم تو امام ابو یوسف رح مشتری کے بینہ کو ترجیح دیتے ہین کیونکہ اوسکی بینہ شرا کے اوپر ایک امر زائد کے ثبت ہی یعنے تفریق صفقہ کی تو وہی مقدم ہو گی۔

(۲۳۷) لا الشفيع اى قال محمد يقضى ببينة الشفيع لان البينة للاثبات وبينة الشفيع مثبتة للاستحقاق فكانت اولى۔

(۲۳۷) امام محمد رح فرماتے ہین شفیع کے بینہ کے موافق حکم دیا جاوے گا کیونکہ بینہ اثبات کے لئے ہوتی ہی اور شفیع کے بینہ استحقاق کے مثبت ہے تو وہ مقدم ہوگی

(۲۳۸) ولو اختلفا اى المشترى و الشفيع فى الثمن كان القول للمشترى مع اليمين لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عليه عند نقد الاقل و المشترى ينكره۔

(۲۳۸) اگر مشتری اور شفیع مین ثمن کے اندر اختلاف ہوا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اور اوس سے حلف لے لیا جاوے گا کیونکہ شفیع کا یہ دعوی ہے کہ مین کم ثمن دیکر اس مکان کا مستحق ہون اور مشتری اسبات سے منکر ہے

(۲۳۹) فان برهنا يقدمه اى ابو يوسف برهان المشترى لانه اكثر اثباتا۔

(۲۳۹) اگر دونون نے بینہ پیش کر دی تو امام ابو یوسف رح مشتری کے برہان کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ ایک امر زائد کو ثابت کر تی ہے۔

(۲۴۰) و قدما بينة الشفيع لانه مدع لما ذكرنا فكان بينته اولى على بينة المدعى عليه۔

(۲۴۰) صاحبین رح شفیع کے بینہ کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی علیہ کے بینہ پر اوسکے بینہ کو تقدم ہے

(۲۴۱) وفى المحيط لو تصادق المتبايعان بعد طلب الشفيع ان البيع كان تلجئة لا يصدقان على الشفيع الا اذا كان الحال يدل عليه بان كان المنزل كثير القيمة و بيع بثمن قليل فلا شفعة۔

(۲۴۱) محیط مین مذکور ہی اگر بائع اور مشتری نے باہم شفیع کے طلب کے بعد اسبات کو مان لیا کہ یہ بیع جبرًا ہوی ہی تو شفیع کے حق مین وہ صادق نہ سمجھی جاوینگے مگر جب کہ قرینہ دلالت کرے اس بات پر کہ وہ مکان بیش قیمت ہو اور کم قیمت سے فروخت ہوا ہو تو اب اوسکا شفعہ نہو گا۔

(۲۴۲) ولو ادعى المشتري ثمناً و البائع اقل منه ولم يقبض البائع الثمن اخذ الشفيع بقول البائع وجعل اي قول البائع حطاً عن المشتري من الثمن۔

(۲۴۲) اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع بیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۳) فان قبض البائع الثمن فبقول المشتري اي ياخذ الشفيع بقول المشتري لان البائع صار كالاجنبي ولا يلتفت الى قوله فبقي الخلاف بين المشتري والشفيع وقد سبق بيانه۔

(۲۴۳) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع بیع کو لے سکتا ہے کیونکہ بائع اسوقت مثل اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہو گا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴) ولو حط البائع عن المشتري بعض الثمن تسقط عن الشفيع۔

(۲۴۴) اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کر دی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۵) وقال الشافعي لا يسقط بل على الشفيع الثمن المستمر۔

(۲۴۵) امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاوے گا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہو جاویگا

(۲۴۶) وهذا الخلاف فرع الخلاف في ان الحط لا يلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخرى للمشتري وعندنا يلتحق مرت المسئلة في كتاب البيوع۔

(۲۴۶) اس اختلاف کی بناء اس امر پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک یہ کم کر دینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جاویگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہی اور ہمارے نزدیک ملایا جائے گا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہی۔

(۲۴۷) اذا الحط اي لو حط البائع كل الثمن لم يسقط ولا يلتحق ذلك باصل العقد اتفاقا لانه لو التحق صار بيعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷) اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہو گا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جائے گا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جائے تو بلا ثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸) او زاد فيه اي في الثمن المشتري لم يلزم الشفيع فياخذه

(۲۴۸) مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کر دی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہو گی اور اول ثمن سے

بالثمن الاول لان فی اعتبار الزیادة اضرارا للشفیع۔

وہ مبیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچتا ہے۔

(۲۴۹) وان کان الثمن عرضا او عقارا اخذ بالقیمة ای بقیمة الثمن۔

(۲۴۹) اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر مبیع کو لیلے۔

(۲۵۰) وفی الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معیبا فرضی بہ یاخذ الشفیع بقیمتہ سلیما۔

(۲۵۰) اگر بائع نے اوس شے کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیگا جو اوس شے کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی۔

(۲۵۱) او مکیلا او موزونا فبالمثل ای فیاخذ بمثلہ کما فی الاتلاف۔

(۲۵۱) اگر کیلی یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے۔

(۲۵۲) او مؤجلا ای ان کان الثمن مؤجلا فان شاء الشفیع صبر الی انقضاء الاجل ثم یاخذھا وھذا الانتظار لیس فی طلب الشفعة لانہ علی الفور بل فی اخذھا والا ای ان لم یشاء الشفیع الصبر اخذ بثمن حال

(۲۵۲) اگر ثمن مؤجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہیئے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار ہے۔

(۲۵۳) لکن البائع لم یرجع علی المشتری بالثمن المؤجل لان شرط التاجیل بینہما لم یبطل۔

(۲۵۳) اگر صبر نہ کرسکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن مؤجل کے طلب اسوقت نہ کرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوی تھی وہ باطل نہین ہوی ہے۔

(۲۵۴) وفی المحیط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفیع الشفعة ینظر ان کان اخذھا بالقضاء یرد المشفوعة علی البائع لانہ تبین انہ لم یکن لہ حق الشفعة لکون الشراء فاسدا فلا ینفذ قضاؤہ بالملك

(۲۵۴) محیط مین مذکور ہے اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اب دیکھا جائیگا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شئ مشفوعہ بائع پر رد کردے جائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شرا فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائیگا کیونکہ

لوقوعه خطأً وان كان اخذها
بغير قضاء لا يردها بل يرد قيمتها
للبائع لانه وجد التراضي
بالتملك والتمليك فجعل بيعا
مستأنفا۔

(۲۵۵) ومنعوه منه اي من الاخذ مع
التاجيل اي لا يأخذ الشفيع بثمن مؤجل عندنا

(۲۵۶) وقال مالك يأخذ به
لان الاجل وصف للثمن
فيأخذ به كما في
الزيوف ولنا ان الاجل ليس
بوصف للثمن ولهذا لا يثبت
بلا شرط۔

(۲۵۷) او خمرا وخنزيرا اي اذا كان الثمن
خمرا او خنزيرا وهما اي البائع والمشتري
ذميان فبالمثل فيهما اي يأخذ الشفيع بالمثل في الخمر لانها
من ذوات الامثال وبالقيمة فيها اي في الخنزير لانه من القيمي

(۲۵۸) او الشفيع مسلم وهو معطوف على
المقدر بعد قوله وهما ذميان وهو والشفيع
ذمي فبالقيمة فيهما اي ان كان الشفيع مسلما
يأخذ بالقيمة في الخمر والخنزير لان تسليم
عين الخمر للمسلم ممتنع فالتحقت في حقه
بغير المثلي حتى لا يتملك عين الخمر ولان
الخمر مثلي والمثلي في المثليات قيمته لا يكون
قائما مقام العين والله اعلم

وہ بطور خطا کے اوس سے واقع ہوا ہے۔ اور اگر بدون
حکم قاضی کے شفیع نے مبیع کو لیا ہے تو اصل مبیع کو واپس
نہ کرے گا بلکہ بائع کو اوسکی قیمت دیدے گا کیونکہ تملک
اور تملیک کے ساتھ دونوں کی رضامندی ثابت
ہوگئی ہے اب یہ ازسرنو ایک دوسری بیع شمار کیجائیگی۔

(۲۵۵) ہمارے ائمہ کے نزدیک ثمن مؤجل کی صورت میں
ثمن مؤجل سے شفیع نہیں لے سکتا۔

(۲۵۶) امام مالک رح فرماتے ہیں لے سکتا ہے کیونکہ اجل
بھی ایک ثمن کا وصف ہے اور اس سے شفیع برابر لے لیگا
جسطرح اگر کھوٹے روپیہ سے مشتری خریدتا تو شفیع بھی
کھوٹے ہی سے لے سکتا تھا ہم کہتے ہیں اجل ثمن کا وصف
نہیں ہے اسی واسطے بدون شرط کئے ہوئے اجل ثابت
نہیں ہوتی۔

(۲۵۷) اگر شراب یا خنزیر ثمن قرار پایا ہے اور بائع
اور مشتری دونوں ذمی ہیں تو شراب کا مثل اور خنزیر
کی قیمت دیکر شفیع لے سکتا ہے کیونکہ شراب ذوات الامثال
سے ہے اور خنزیر ذوات القیم سے ہے۔

(۲۵۸) بائع اور مشتری ذمی ہیں اور شفیع مسلمان ہے
تو دونوں میں اوسکو قیمت ہی دینی آئیگی کیونکہ مسلمان کے
لئے مسلمان کو شراب دینا حرام ہے تو اوسکے حق میں
شراب بھی غیر مثلی ہے شمار کیجائیگی حتے کہ مسلمان شراب
کا مالک نہیں ہو سکتا اور ذمی کو اس لئے شراب
دینی پڑیگی کہ وہ مثلی ہے اور جتنے ذوات الامثال
ہیں انمیں کسی کی قیمت اوس کے عین کے
قائم مقام نہیں ہو سکتی ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشفعة

(۱) الشفعة حق شرع نظراً لمن كان شريكا او جاراً عند البيع۔

(۱) شفعہ ایک شرعی حق کا نام ہے جو بیع کے وقت شریک یا ہمسایہ کا لحاظ کرکے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲) تثبت فی العقار بالبیع۔

(۲) کسی عقار کی بیع کرنے سے اوسمیں شفع ثابت ہوجاتا ہے

(۳) وتتاکد بالطلب وتملك بالقضاء او بالتسلیم

(۳) طلب کرنے کے بعد شفعہ مستحکم ہوجاتا ہے اور شفیع کو ملکیت اوسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ قاضی حکم دیدے یا خود بائع یا مشتری مبیع کو شفیع کے قبضہ میں دیدے۔

(۴) اما البیع الذی یثبت بالشفعة هو الجائز الذی یزیل ملك البائع۔

(۴) شفعہ اوس بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے جو شرعا صحیح ہو اور جس سے بائع کی ملکیت زائل ہوجائے۔

(۵) فان کان فی البیع خیار فان کان الخیار للمشتری کان فیه الشفعة وان کان الخیار للبائع او لهما جمیعا فلا شفعة فیه مالم یسقط الخیار۔

(۵) اگر بیع کے اندر مشتری کو اختیار حاصل ہے تو اوسمیں حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر صرف بائع کو یا دونوں کو اختیار ہے تو شفعہ نہیں ہے جب تک کہ وہ اختیار ساقط نہو وے۔

(٦) وخيار الرؤية والعيب لايمنع ثبوت الشفعة

(٦) خیار رویت اور خیار عیب حق شفعه کا مانع نہین ہے۔

(٧) ولا شفعة فی البيع الفاسد وان اتصل به القبض لم يبطل حق البائع فی الاسترداد۔

(٧) بیع فاسد مین شفعه ثابت نہین ہوتا اگرچہ بیع مشتری کے قبضہ مین پہونچ جائی جبتک کہ واپسی کا حق باطل نہو۔

(٨) ولا شفعة فيما يملك بغير بدل اوببدل ليس بمال نحو الميراث والهبة والنكاح والاجارة بان جعل الدار اجرا اوبدل الخلع بان اختلعت المرأة من زوجها علی دار۔

(٨) اگر ایک مکان بلا عوض یا ایسے عوض سے جو مال نہین ہے ایک شخص کو ملے تو شفعه ثابت نہو گا مثلاً اگر ورثه مین یا بذریعه ہبہ یا نکاح کے ایک مکان ملا یا کرایہ مین ایک مکان ٹہیرالیا یا ایک مکان دیکر عورت نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو بہر حال ایسے مکان مین شفعه نہین ہو سکتا۔

(٩) ولا شفعة فی عقار ملك بالصلح عن القصاص فی النفس او فيما دون النفس۔

(٩) اگر بعوض قتل کے یا بعوض زخم کے ایک مکان یا زمین لیکر صلح کر لی تو اوسمین بھی شفعه نہین ہے۔

(١٠) ولو وهب دارا بشرط العوض فلا شفعة فيها مالم يتقابضا فاذا تقابضا وجبت الشفعة فياخذ الشفيع الدار بمثل العوض ان كان العوض مثليا وان لم يكن فبقيمته۔

(١٠) اگر بشرط عوض ایک مکان ہبہ کیا اور ہنوز واہب اور موہوب لہ نے بدلین پر قبضہ نہین کیا ہے تو اوسوقت تک اوس مکان مین شفعه نہین ہو سکتا البتہ قبضہ کر لینے کے بعد شفعه جاری ہو گا اور شفیع اوس مکان کو اگر ہبہ کا عوض مثلی ہے تب تو مثل دیکر ورنہ قیمت دیکر لے سکتا ہے۔

(١١) وان كان الهبة لغير شرط العوض ثم عوضه بعد الهبة فلا شفعة فيها۔

(١١) اگر ایک مکان کسی کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ مین عوض لینا شرط نہین کیا مگر ہبہ کے بعد خود موہوب لہ نے واہب کو اوسکے بدلے مین کچھ مال دیدیا تو مکان مین شفعه نہین ہو سکے گا۔

(١٢) ولو بيعت الدار بثمن مؤجل ان اراد الشفيع ان ياخذ الدار

(١٢) ایک مکان فروخت ہوا اور کچھ مدت کے بعد اوسکی قیمت ادا کرنی قرار پائی اب شفیع اگر یہ بات

فی الحال بالثمن المؤجل لم یکن له ذلك ویکون له الخیار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء ینتظر حلول الاجل فاذا حل یاخذها بالثمن الحال وان اراد الانتظار الی حلول الاجل وقد کان طلب طلب المواثبة فانه یطلب بطلب الاشهاد فان لم یطلب وانتظر حلول الاجل بطلت شفعته وکذا لو بیعت الدار علی ان المشتری بالخیار ولم یطلب الشفیع طلب الاشهاد بطلت شفعته

(۱۳) والمسلم والکافر والکبیر والصغیر والذکر والانثی فی الشفعة لهم وعلیهم سواء وکذا العبد الماذون والمکاتب ومعتق البعض

(۱۴) والخصم عن الصبیان فی الشفعة لهم وعلیهم اباءهم واوصیاء الاباء عند عدمهم والاجداد من قبل الاب عند عدمهم فان لم تکن فاوصیاء الاجداد فان لم تکن فالامام والحاکم یقیم لهم من ینوب عنهم فی الخصومة والطلب۔

(۱۵) فالشفعة علی عدد الرؤس عندنا قلت الانصباء او کثرت

(۱۶) ومن باع دارا وهو شفیعها

چاہیے کہ فی الحال اوس مکان کو لیلے اور قیمت اوسیقدر مدت مین ادا کرے تو اوسکو یہ مجاز نہین ہے بلکہ اوسکو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اوسیوقت قیمت دیکر مکان کو لیلے یا اوس مدت تک توقف کرے اور جب وہ دن آجاوے تو اوسیوقت قیمت ادا کرے اور مکان کو لیلے۔ ایسی صورت مین اگر شفیع کو اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا منظور ہے اور وہ طلب مواثبت کر چکا ہے تو اوس پر اسی عرصہ مین طلب اشہاد کرنا بھی ضروری ہے اگر طلب اشہاد اوس نے نہین کی اور مدت کے پورا ہونیکا منتظر رہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بیع کے اندر مشتری کو اختیار شرط کیا گیا اور شفیع نے طلب اشہاد نہین کی شفعہ باطل ہو جائیگا

(۱۳) شفعہ کے لینے اور شفعہ کے دینے مین مسلمان وکافر بالغ ونابالغ مرد وعورت سب برابر ہین اور شفعہ کے اندر جو آزاد کا حال ہے وہی اوس غلام کا حال ہے جس کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو یا وہ ماذون یا مکاتب ہو۔

(۱۴) نابالغ سے شفعہ لینے یا اوسکو شفعہ دینے مین اوسکا باپ یا باپ کا وصی وصی ہی نہ ہو تو دادا۔ دادا بھی نہ ہو تو دادا کا وصی۔ ورنہ نابالغ کی طرف سے امام پیروکار ہوگا اور قاضی امام کی طرف سے کسی کو قائم مقام کر دے گا جو اوس کا پیروکار ہوگا اور شفعہ کا مطالبہ کرے گا کیونکہ قاضی کو ولایت عامہ ہے۔

(۱۵) اگر ایک مکان مین کئی شخص شریک ہین تو حنفیہ کے نزدیک سب کو حق شفعہ برابر حاصل ہوگا اگرچہ اونکے حصے برابر ہون یا کم وبیش ہون۔

(۱۶) ایک شخص نے ایک مکان خواہ اپنی طرف سے یا کسی

بدار له اخری فلا شفعة له فیها باعها لنفسه او کان وکیلا فی البیع او قیما او وصیا۔

دوسرے کی طرف سے بذریعہ وکالت یا وصیت یا تولیت کے فروخت کیا اور اس مکان سے بائع کا ایک ذاتی مکان ملا ہوا ہی تو اب یہ بائع اس فروخت شدہ مکان میں شفعہ نہیں کرسکتا۔

(۱۷) ولو اشتری الاب دارا لولده الصغیر وهو شفیعها کان له ان یاخذها لنفسه عندنا۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ایک ایسا مکان خریدا جسمیں خود اس شخص کو حق شفعہ ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر چاہے تو اپنے لئے اوس مکان کو لے سکتا ہی۔

(۱۸) ولو اشتری الوصی للیتیم دارا لا یملك اخذها لنفسه بالشفعة۔

(۱۸) اگر ایک نابالغ کے لئے وصی نے (یعنے جسکو اوسکا باپ وصیت کرگیا ہی) ایک مکان خریدا جسمیں اوس وصی کو بھی حق شفعہ تھا تو اب وصی کا شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۱۹) ولو اشتری الاب دارا لنفسه وولده الصغیر شفیعها لیس للصبی اذا بلغ ان یاخذها بالشفعة۔

(۱۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان اپنے لئے خریدا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اوس مکان میں حق شفعہ تھا تو بالغ ہونیکے بعد وہ نابالغ اس مکان میں شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا

(۲۰) ولو باع الاب داره وولده الصغیر شفیعها کان للصبی ان یاخذها بالشفعة اذا بلغ۔

(۲۰) ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اس مکان میں حق شفعہ تھا تو وہ نابالغ لڑکا بالغ ہونیکے بعد شفعہ کا دعوی کرکے اوس مکان کو لے سکتا ہی۔

(۲۱) ولو باع المضارب دارا من المضاربة ورب المال شفیعها لا شفعة له فیها ولو باع المضارب دار الغیر المضاربة کان لرب المال ان یاخذها بالشفعة بدار من المضاربة ویکون له خاصة

(۲۱) اگر دو شخص ملکر تجارت کرتے ہیں اور ایک کا مال ہی اور ایک کی محنت قرار پائی ہی اور اس تجارت میں اس دوسرے شخص نے جو خرید فروخت کرتا ہی ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو حق شفعہ تھا تو اب وہ شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا اور اگر اس تجارت سے علیحدہ اوس شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں پہلے شریک کو بذریعہ ایک مکان کے جو اس تجارت کا مکان ہی حق شفعہ تھا تو یہ پہلا شریک خاص اپنے لئے بلا شرکت دوسرے شریک کے اوس مکان کو لے سکتا ہی۔

(۲۲) ولو باع رب المال دارا له خاصة والمضارب شفیعها بدار من المضاربة فان کان فیها ربح فله ان یاخذها لنفسه بالشفعة وان لم یکن فیها ربح فلا یاخذ۔

(۲۲) اور اگر پہلے شریک نے (یعنے جسکا مال ہی) اپنا ایک ذاتی مکان فروخت کیا اور دوسرے شریک کو بذریعہ تجارت کے ایک مکان کے حق شفعہ تھا تو اوسمیں دو صورتیں ہیں اگر وہ مکان نفع سے لیا ہی تو وہ خاص اپنے لئے بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہی اور اگر اوسکے لینے میں نقصان ہی تو نہیں لے سکتا۔

(۲۳) واذا بيعت الدار بجنب دار مشتركة بين رجلين كان لكل واحد من الشريكين فيها الشفعة وتسليم احدهما الشفعة يصح في حق نفسه دون صاحبه۔

(۲۳) ایک مکان میں دو شخص شریک ہیں اس مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو ان دونوں میں سے ہر شخص کو حق شفعہ ہے اور اگر ایک شخص نے بالفرض شفعہ کا دعوی نہ کیا تو اوسیکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور دوسرے کا بدستور قائم رہیگا۔

(۲۴) ولو باع الرجل دارا وعبده المأذون شفيعها فان كان على العبد دين فله الشفعة وان لم يكن فلا شفعة له۔

(۲۴) ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں اسکے غلام ماذون کو شفعہ تھا تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام کسیکا قرضدار ہے تب تو شفعہ کر سکتا ہے ورنہ نہین کر سکتا۔

(۲۵) ولو باع العبد المأذون دارا والمولى شفيعها فان لم يكن على العبد دين فلا شفعة للمولى وان كان عليه دين فلمولاه الشفعة۔

(۲۵) اگر غلام ماذون نے ایک مکان فروخت کیا جسمین اوسکے مالک کا شفعہ ہے تو اوسکی دو صورتین ہین اگر یہ غلام مقروض نہین ہے تو مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کسیکا مقروض ہو رہا ہے تو اوسکے مالک کو شفعہ ہے۔

(۲۶) فلو باع المولى دارا ومكاتبه شفيعها كان له الشفعة وان باع المكاتب ومولاه شفيعها كان له الشفعة ايضا۔

(۲۶) اگر مالک نے ایک مکان فروخت کیا جسمین غلام مکاتب کا شفعہ ہے تو وہ مکاتب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر اوس مکاتب نے ایک مکان فروخت کیا اور مالک کا اوسمین شفعہ ہے تو مالک بھی دعوی کر سکتا ہے۔

(۲۷) ولو مات الشفيع لايكون لورثته الشفعة

(۲۷) شفیع مر جائیگے بعد اوسکے وارثون کو حق شفعہ نہین ہوتا

(۲۸) وان مات البائع والمشتري والشفيع حي كان له الشفعة۔

(۲۸) اگر بائع اور مشتری مر جائین تو شفیع کو بدستور حق شفعہ باقی رہتا ہے۔

طلب شفعه کا بیان

(۲۹) طلب الشفعة ثلثة طلب المواثبة وطلب الاشهاد وطلب التملك

(۲۹) طلب شفعہ کی تین قسمین ہین طلب مواثبت اور طلب اشہاد اور طلب تملک انمین سے اپنے اپنے موقع پر اگر ایک طلب بھی نہو گی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۰) اما طلب المواثبة فوقته فور علم

(۳۰) طلب مواثبت اوس طلب کو کہتے ہین جو بیع کا

الشفیع بالبیع۔

حال معلوم ہونے سے فوراً اوسیوقت طلب کیجاوے۔

(۳۱) ان اخبرہ بالبیع رجلان او رجل وامرأتان او رجل عدل فسکت هنیة ولم یطلب الشفعة بطلت شفعته۔

(۳۱) اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت یا صرف ایک پرہیزگار مرد نے شفیع کے پاس آکر بیان کیا کہ فلان شخص نے فلان مکان فروخت کیا ہے اور یہ سنکر کچھ دیر تک شفیع خاموش رہا اور شفعہ کو طلب نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۲) وان اخبرہ بالبیع رجل واحد غیر عدل او امرأة او عبد اوصبی ولم یطلب الشفعة لا یبطل شفعته فی قول ابی حنیفة رح وفی قول صاحبیه رح تبطل لان الشرط هو الطلب فور العلم بالبیع وعندهما الاعلام یحصل بخبر الواحد عدلا کان اولم یکن حرا کان او عبدا صبیا کان او بالغا وعند ابی حنیفة رح یشترط للعلم احد شرطی الشهادة وهو العدد او العدالة وقد مر هذا فی البکر اذا زوجت واخبرت بالنکاح وسکتت۔

(۳۲) اگر ایک مرد نے جو پرہیزگار نہین ہے یا عورت نے یا غلام نے یا نابالغ لڑکے نے شفیع کے سامنے مکان کے فروخت ہونے کا حال بیان کیا اور شفیع نے شفعہ کو طلب نہ کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین بیع کا حال معلوم ہوتے ہی فوراً طلب کرنا شرط ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک شخص کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جاتا ہے پرہیزگار ہو یا نہو آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک علم کے لیے شہادت کی دو شرطون مین سے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے یعنے اگر ایک مرد ہے تو اوسکا پرہیزگار ہونا ضروری ہے ورنہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا ہونا لازم ہے یہی اختلاف سابقا اوس صورت مین بیان ہو چکا ہے کہ باکرہ کو اپنے نکاح کی خبر پہونچی اور اوسنے کچھ جواب نہ دیا۔

(۳۳) وروی هشام عن محمد رح انه یشترط الطلب فی مجلس العلم فان طلب فی المجلس صح وان قام عن مجلسه قبل الطلب بطلت شفعته وبه اخذ الکرخی رح قال وهذا بمنزلة خیار المخیرة والامر بالید وقبول البیع وذلك یبقی الی ان یوجد الاعراض

(۳۳) ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین اوسی جلسہ مین شفعہ کا طلب کرنا شرط ہے جس جلسہ مین شفیع کو بیع کا حال معلوم ہو اخیر جلسہ تک بھی اگر شفیع نے شفعہ کو طلب کر لیا تو بھی کچھ حرج نہین ہے اور اگر ہنوز شفعہ کو طلب نہین کیا تھا کہ اوس جلسہ سے علحدہ ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ طلب شفعہ کا حال بیع کے قبول کرنے یا عورت کو

+ + + + + +

+ + + + + +

طلاق کا اختیار حاصل کرنے کے اندر ہے اور یہ اختیارات اوسوقت تک باقی رہتے ہین جب تک اعراض نہ پایا جاوے

(۳۴) وفي ظاهر الرواية يشترط الطلب فور العلم۔

(۳۴) امام صاحب رحمہ سے ظاہر روایت یہی ہے کہ بیع کی خبر ملتی ہے فوراً طلب شفعہ کرنا ضروری ہے۔

(۳۵) واختلفوا في لفظ هذا الطلب قال بعضهم يقول طلبت الشفعة وانا اطلبها واطلبها وقال بعضهم يطلب بلفظ الماضي او المستقبل ولا يجمع بينهما وقال بعضهم يقول اطلب الشفعة اخذها ولا يقول طلبت الشفعة واخذتها فان قال ذلك بطلت شفعته لان ذلك كذب محض قال بعضهم لا يقول اطلب الشفعة واخذها لان ذلك عدة قال وقوله طلبت الشفعة واخذتها يذكر للحال عرفا كقوله بعت واشتريت۔

(۳۵) اس بات مین اختلاف ہے کہ طلب مواثبت کن الفاظ سے کرنا چاہیئے بعض کے نزدیک اسطرح کہنا چاہیئے کہ مین شفعہ کو طلب کرچکا ہون اور اوسکا طالب ہون اور طلب کرونگا اور بعض کے نزدیک صرف ماضی یا مستقبل کے لفظ سے طلب کرنا چاہیے اور ایسا نکیا جائے کہ ایک لفظ ماضی کا ہو اور ایک مستقبل کا ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کو طلب کرونگا او شفعہ کو لونگا یہ نہ کہے کہ مین نے شفعہ کو طلب کر لیا اور شفعہ کو لے لیا اگر اسطرح کہیگا تو شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ اوسکا یہ کہنا محض جھوٹ ہے بعض کہتے ہین شفیع کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ مین شفعہ کی درخواست کرونگا او شفعہ کو لے لونگا کیونکہ یہ ایک قسم کا وعدہ ہے اور انہین بعض نے بیان کیا ہے کہ (مین نے شفعہ کے طلب کرلے اور شفعہ کو لے لیا) عرف کے اعتبار سے حال کے لئے آتا ہے جسطرح خرید فروخت مین بائع مشتری کا یہ کہنا کہ مین نے خریدا اور مین نے فروخت کیا۔

+ + + + + +

+ + + + + +

(۳۶) والصحيح انه اذا طلب باي لفظ طلب بالماضي او المستقبل يصح طلبه وهو اختيار ابي جعفر والفقيه ابي الليث والشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل رحمه۔

(۳۶) صحیح قول یہ ہے کہ جسطرح چاہے شفیع شفعہ کی طلب کرے اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا خواہ ماضی سے ہو یا مستقبل سے۔ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔

(۳۷) وحكي عن الشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل رحمه لو ان قرويا قال شفعة

(۳۷) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ سے مروی ہے کہ شفیع اگر ایک گنوار آدمی ہے اور بیع کی خبر سنکر شفعہ شفعہ

شفعۃ کان طالبا وکذا لوقال (شفعہ مراست بخواستم ودیافتم.

کہنے لگا تو شرعاً وہ طالب سمجھا جائیگا اسی طرح اگر ایک شخص کہے کہ (شفعہ مراست بخواستم ودیافتم) تو یہ شخص بھی طالب سمجھا جائے گا۔

(۳۸) وقال بعضهم لوقال الشفيع الشفعة لی اطلبها واخذها بطلت شفعته لان قوله لی لغو لا يحتاج اليه.

(۳۸) بعض کا قول ہی اگر شفیع نے یہ کہا کہ شفعہ میرا ہی میں اسکو طلب کرونگا اور لیلونگا تو شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ میرا ہی کا لفظ اس موقع پر بیکار ہی گویا اوسنے طلب کرنے سے پہلے دوسرا کلام کیا۔

(۳۹) وعن بعض المشائخ رح اذا قال الشفيع للمشتری حين لقيه انا شفيعك اخذ منك الدار بالشفعة تبطل شفعته كما لو قال للمشتری حين لقيه كيف اصبحت او كيف امسيت.

(۳۹) بعض مشائخ سے مروی ہی اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری سے یہ بات کہی کہ میں تیرا شفیع ہون بذریعہ شفعہ کے تجھسے مکان کو لیلونگا اوسکا شفعہ باطل ہوجاویگا جسطرح مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہنے سے کہ آج تمہارا کیا حال ہی یا آپ کا مزاج کیسا ہی شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(۴۰) وذكر الناطقی رح اذا علم الشفيع بالبيع فقال الحمد لله قد ادعيت شفعتها او قال سبحان الله لا تبطل شفعته وكذا لو قال للمشتری حين لقيه السلام عليك ورحمة الله وبركاته طلبت الشفعة او قال كيف اصبحت او كيف امسيت او قال الله اكبر او عطس صاحبه فشمته ثم طلب الشفعة صح طلبه ولو ساله شيئا من الحوائج ثم طلب تبطل شفعته وقال الناطقی رح على قياس قوله سبحان الله او كيف اصبحت او كيف امسيت اذا قال للمشتری حين لقيه او قال اطال الله بقاءك ثم طلب الشفعة لا تبطل شفعته وعن الشيخ الامام ابی بكر محمد بن الفضل رح انها

(۴۰) ناطقی رح نے بیان کیا ہی۔ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے کہا الحمد للہ میں نے اوسمیں شفعہ کا دعوی کیا یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اسی طرح اگر مشتری سے ملاقات کیوقت کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے شفعہ طلب کیا ہی یا اوس کے مزاج پرسی کے بعد طلب شفعہ کا ذکر کیا یا اللہ اکبر کہا یا یا کسیکے چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہکر شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر مشتری سے ملاقات کیے وقت اپنی کسی اور ضرورت کا ذکر کیا بعد ازان شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ناطقی رح نے انہیں الفاظ پر قیاس کرکے بیان کیا ہے کہ اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری کے لئے یہ دعا دے کہ خدا تعالی تیری عمر دراز کرے بعد ازان شفعہ کو طلب کرے تو شفعہ

اشترى دارا فلقيه شفيعها والمشترى واقف مع ابنه فسلم الشفيع على ابنه قبل ان يطلب الشفعة تبطل شفعته وان سلم على المشترى لا تبطل شفعته قال لان الشفيع محتاج الى الكلام مع المشترى فكان محتاجا الى السلام عليه لان الكلام قبل السلام مكروه

(۴۱) ولو قال الشفيع للمشترى شفاعت خواهم، قالوا تبطل شفعته لان هذا اللفظ طلب الشفاعة لا طلب الشفعة۔

(۴۲) رجلان ورثا عن ابيهما اجمة واحد الوارثين بعينه لم يعلم بان له فيها نصيبا فبيعت اجمة اخرى بجنب هذه الاجمة فلم يطلب هو الشفعة فلما علم ان له فيها نصيبا فطلب الشفعة فى الاجمة المبيعة قالوا تبطل شفعته لان شرط تاكد الشفعة طلب المواثبة عند العلم بالبيع فاذا لم يطلب والجهل ليس بعذر فلا يبقى له الشفعة۔

* * * * * * *

(۴۳) شفيع ظن ان مشترى الدار فلان فسكت ولم يطلب الشفعة فاذا علم ان المشترى غير فلان كان له الشفعة۔

باطل نہین ہوگا از شیخ امام ابو بکر بن فضل رحمہ مروی ہی کہ اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع سے اوسکی ملاقات ہوی اوسوقت مشتری کے ہمراہ مشتری کا بیٹا بھی تھا شفیع نے مشتری کے بیٹے سے طلب شفعہ کرنے سے پہلے سلام علیک کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر مشتری سے سلام علیک کی تو شفعہ باطل نہو گا کیونکہ شفیع کو مشتری کے ساتھ گفتگو کی ضرورت درپیش ہی لہذا گفتگو سے پیشتر سلام بھی ضروری ہے کیونکہ سلام علیک سے پہلے اور

(۴۱) اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین شفاعت چاہتا ہون تو فقہا کے نزدیک شفعہ باطل ہو جاوے گا کیونکہ اس لفظ مین شفاعت کی طلب ہی شفعہ کی طلب نہین ہے۔

(۴۲) اگر دو شخصون کو اپنے باپ کے ورثہ مین ایک جھیل ملی مگر اون دونون مین سے صرف ایک شخص اس بات سے لاعلم ہو کہ میرا اسمین حصہ ہی یا نہین اس عرصہ مین ایک اور جھیل اس جھیل کے قریب فروخت ہوی اور اس لاعلم نے اس دوسرے جھیل مین شفعہ کا دعوی نہ کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ میرا بھی اس جھیل مین حصہ ہی پھر اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تو فقہا کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جاویگا اسواسطے کہ بیع کے علم کے ساتھ طلب مواثبت کرنا اثبات شفعہ کے لئے شرط ہی اور اس شخص نے طلب مواثبت نہین کی لیس اوسکا شفعہ باقی نہین رہیگا اور بسبب اپنی لاعلمی کے معذور نہو گا۔

(۴۳) ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے گمان کیا کہ زید نے وہ مکان خریدا ہی اور اپنے گمان کے موافق وہ خاموش ہو رہا اور شفعہ کو طلب نہین کیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو نے وہ مکان خریدا ہی تو شفیع بدستور شفعہ کا دعوی کرسکتا ہے۔

(۴۴) وقال بعضهم اذا توهم الشفيع ان المشتري فلان فسكت ثم علم ان المشتري غيره فطلب لا يصح طلبه۔

(۴۴) بعض کا قول ہو اگر شفیع کو شبہہ ہوا کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہو اور صرف شبہہ کی بنا پر وہ خاموش ہو رہا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ مشتری اور شخص ہو پھر اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح نہو گا۔

(۴۵) ولو قيل للشفيع بيعت دار كذا فقال من اشتريها او قال بكم اشتراها فلما اخبر بذلك قال طلبت الشفعة صح طلبه۔

(۴۵) اگر شفیع سے کسی شخص نے آکر بیان کیا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ کسنے خریدا ہو یا کس قیمت پر فروخت ہوا ہے پھر مشتری کا نام یا قیمت کا حال سنکر شفیع نے کہا مین نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۶) وكذا لو قيل للشفيع بيعت دار كذا بالف درهم فسكت ثم علم انها بيعت بخمسمائة درهم كان له الشفعة۔

(۴۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ پر فروخت ہو گیا یہ سنکر شفیع نے سکوت کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ پانچ سو روپیہ پر فروخت ہوا ہو اور اوسنے شفعہ طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۷) دار بيعت بجنب دار رجل والجار يزعم ان رقبة الدار المبيعة له ويخاف انه لو ادعى رقبتها تبطل شفعته لان مالك الدار لا يكون شفيعا وان ادعى الشفعة لا يمكنه دعوى الدار انها له ماذا يصنع حتى لا يبطل شفعته قالوا يقول هذه الدار داري وانا ادعى رقبتها فان وصلت اليها والا فانا على شفعتي منها لان هذه الجملة كلام واحد فلم يتحقق السكوت عن طلب الشفعة۔

(۴۷) ایک شخص کے مکان کے متصل کسیکا مکان فروخت ہوا اور اوس ہمسایہ کو گمان ہو کہ فروخت شدہ مکان میری ملک ہو اور اوسکو خوف ہو کہ اگر مین نفس اس مکان کا دعوی کرتا ہون تب تو شفعہ باطل ہوتا ہو کیونکہ مالک شفیع نہین ہو سکتا اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہون تو مکان کا دعوی نہین کر سکتا تو ایسے وقت مین اوسکو کیا کرنا چاہیے فقہاء کہتے ہین اوس شخص کو ایسی صورت مین یہ کہنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہو اور مین اوس مکان کا مدعی ہون اگر اسطرح سے یہ مکان مجکو ملجاوے تو خیر ورنہ مین اوسمین شفیع ہون۔ کیونکہ یہ سب ایک ہی کلام ہو پس طلب شفعہ سے سکوت نپایا گیا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۴۸) صغيرة ادركت وثبت لها خيار البلوغ والشفعة ان قالت طلبت الشفعة واخترت نفسي او قالت اخترت نفسي وطلبت الشفعة صح الاول وبطل الثاني فان قالت طلبت حقين لي الشفعة والخيار صح كلاهما۔

(۴۸) ایک نابالغ لڑکی کو حیض آیا جس سے اوسکو اختیار بلوغ اور شفعہ کا اختیار ثابت ہوا اوسکی تین صورتین ہین اگر اوسنے کہا کہ مین نے شفعہ کو طلب کیا اور اپنی جان کا اختیار لیا تب تو صرف شفعہ ثابت ہوگا اور اگر کہا مین نے اپنی جان کا اختیار لیا اور شفعہ کو طلب کیا تو اوس کو صرف اپنی ذات کا اختیار حاصل ہوگا اور شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر یہ کہا کہ مین نے دونون حق طلب کئے میرا شفعہ بھی ہے اور مجکو اختیار بھی ہے تو دونون حق ثابت ہوجائینگے

(۴۹) اذا سمع الشفيع بيع الدار فسكت قالوا لا يبطل شفعته ما لم يعلم المشتري والثمن كالبكر اذا استؤمرت فسكتت ثم علمت ان الاب زوجها من فلان فردت صح ردها۔

(۴۹) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان فروخت ہوگیا ہے اور اسنے سکوت کر لیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا جب تک اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ مشتری کون ہے اور قیمت کیا ہے اسیطرح اگر باکرہ لڑکی سے نکاح کے بارے مین مشورہ لیا گیا اور وہ خاموش ہوگئی بعدہ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے فلان شخص سے نکاح کیا ہے اور اوسنے نکاح کو رد کردیا تو اوس کا رد کرنا صحیح ہوگا۔

(۵۰) رجل اشترى دارا وقال للشفيع اشتريتها لنفسي فسلم الشفيع الشفعة او سكت ثم ظهر انه اشتراها لغيره قال محمد رح تبطل شفعته وقال ابو حنيفة رح لا تبطل وعليه الفتوى۔

(۵۰) ایک شخص نے کوئی مکان خریدا اور شفیع سے کہا میں نے اپنے لیے یہ مکان خریدا ہے اسپر شفیع نے شفعہ کا دعویٰ نہ کیا بلکہ خاموش ہو رہا پھر معلوم ہوا کہ کسی اور شخص کے لئے یہ مکان خریدا ہے تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجاوے گا اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک باطل نہوگا اور فتوی اسی قول پر ہے۔

(۵۱) رجل صلى الظهر ثم شرع في الركعتين بعد الفرض فاخبر بالبيع فجعلها اربعا روى هشام عن محمد رح انه لا تبطل شفعته ولو جعلها

(۵۱) ایک شخص نے ظہر کی نماز ادا کرکے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کیا اسی اثنا مین اوس کو کسی نے بیع کی خبر دی اور اس شخص نے بجاے دو رکعت کے دو رکعت اور اسمین ملادین تو امام محمد رح سے بروایت

ستا بطلت شفعته ولو كان في الاربع قبل الظهر فاخبر بالبيع فاتمها اربعا لاتبطل شفعته وذكر الناطقي رح اذا علم بالبيع وهو في التطوع فجعلها اربعا او ستا لاتبطل شفعته والصحيح انه اذا جعلها اربعا لاتبطل ولو جعلها ستا تبطل ولو افتتح الاربع بعد الجمعة لاتبطل شفعته وان صلى اكثر من اربع بطلت شفعته وكذا لو افتتح الركعتين بعد الظهر لاتبطل شفعته۔

ہشام کے مروی ہی کہ اُسکا شفعہ باطل نہو گا اور اگر اون دو نو نمین چار رکعت اور ملا کر پڑہین تو شفعہ باطل ہوجاویگا اور اگر ظہر سے پہلے چار سنت پڑھ رہا تہا اور بیع کی خبر سنکر چار رکعت اوسنے پوری کر لین تو شفعہ باطل نہوگا اور ناطقی رح نے بیان کیا ہی اگر نماز نفل پڑہنے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اُسنے چار یا چہہ رکعت پوری کر لین تو شفعہ باطل نہین ہوگا مگر صحیح یہ ہی کہ چار پوری کرنے سے باطل نہوگا اور چہہ پورے کرنے سے باطل ہو جاوے گا اور اگر جمعہ کے بعد چار رکعت شروع کر دی ہین تو انکے پورے کرنے سے بہی شفعہ باطل نہوگا مگر چار سے زیادہ پڑہنے سے باطل ہو جاویگا اسیطرح ظہر کے بعد دو رکعتون کے شروع کرنے سے شفعہ باطل نہوگا۔

(۵۲) ولو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب الاشهاد تبطل شفعته

(۵۲) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد سے پہلے اگر ایک شخص نے نماز نفل شروع کر دی تو شفعہ باطل ہو جاویگا۔

(۵۳) وبعد ما طلب الشفعه طلب المواثبة فور علمه بالبيع يحتاج الى طلب الاشهاد وانما يسمى الثاني طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل ليمكنه اثبات الطلب عند جحود الخصم۔

(۵۳) طلب مواثبت کے بعد شفیع کے لئے طلب اشہاد ضروری ہی اور اسکا نام طلب اشہاد اسوجہ سے نہین ہی کہ اسمین شہادت شرط ہی بلکہ اسواسطے ہی کہ مخاصمت کے وقت طلب شفعہ کو ثابت کر سکتا ہے

(۵۴) فان كان الشفيع حاضرا في مجلس البيع فطلب الشفعة بحضرة البائع او المشتري كفاه ذلك عن الطلب الثاني۔

(۵۴) بیع کی جگہ اگر شفیع خود موجود تہا اور بائع مشتری کے روبرو اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو پہر دوبارہ اوسکو طلب اشہاد کی ضرورت نہین ہی۔

(۵۵) وان لم يكن كذلك فذهب الى البائع او الى الدار لطلب الاشهاد فالمسئلة على وجوه۔

(۵۵) اگر خرید فروخت کی جگہ شفیع موجود نہین تہا تو اوسوقت مین طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد کرنا چاہیے مگر اسکی صورتین مختلف ہین۔

۵۶، ان کان البائع والمشتری والشفیع والدار فی مصر واحد والدار فی ید البائع فالی یھم ذھب الشفیع وطلب الشفعۃ صح طلبہ ولا یعتبر فیہ الاقرب ولا الابعد لان المصر مع تباعد الاطراف لمکان واحد الا ان یجتاز علی الاقرب و لم یطلب الشفعۃ فحینئذ تبطل شفعتہ۔

۵۶، اگر بائع اور مشتری اور شفیع اور مکان یہ چاروں ایک ہی شہر میں ہیں اور مکان ہنوز بائع کے قبضہ میں ہے تو ایسی صورت میں شفیع کو اختیار ہوگا کہ تینوں میں سے کسی کے پاس جا کر شفعہ کو طلب کرے اور اس بات کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ تینوں میں سے کون قریب اور کون بعید ہے اسواسطے کہ شہر کو باوجود بعد اطراف کے ایک مقام کا حکم ہے مگر جس صورت میں بالفرض قریب پر شفیع کا گذر ہوا اور بغیر طلب کئے وہ آگے چلدیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

۵۷، وان کان البائع والمشتری والدار فی مصر واحد والشفیع فی بلدۃ اخری فالی ایھم ذھب الشفیع الی البائع والدار فی ید البائع اوالی المشتری اوالی الدار وطلب الشفعۃ صح طلبہ۔

۵۷، اگر بائع اور مشتری اور مکان سب ایک ہی شہر میں ہیں تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ میں ہے تو اسوقت بائع کے پاس ورنہ مشتری یا مکان کے پاس جا کر شفعہ کو طلب کرے۔

۵۸، وان کان الشفیع فی موضع الدار والبائع والمشتری فی السواد او کان الشفیع مع احد المتبایعین فی مصر واحد والمتبایعین والدار فی غیر المصر فقصد الشفیع الابعد طلب الشفعۃ وترک الاقرب الیہ بطلت شفعتہ۔

۵۸، اگر شفیع اوسی شہر میں ہو جس جگہ مکان ہے اور بائع اور مشتری اوس شہر سے باہر ہیں یا بائع اور مشتری میں سے ایک شخص ایک شہر میں شفیع کے ساتھ ہو اور دوسرا شخص مکان کے ساتھ ہو اس حالت میں شفیع اگر قریب کو چھوڑ کر طلب شفعہ کے لئے بعید کیطرف گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

۵۹، وان کان البائع سلم الدار الی المشتری فان طلب الشفیع من المشتری واشھد صح طلبہ وکذا ولو لم یکن الدار فی ید المشتری وطلب الشفیع من المشتری صح طلبہ۔

۵۹، اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا اور شفیع نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور کسی کو گواہ کر دیا تو اوس کا طلب کرنا صحیح ہوگا اسی طرح اگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے اور شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا تو بھی اوس کا طلب کرنا صحیح ہے۔

(۶۰) وان طالب من البائع واشهد ان كان الدار في يد البائع صح طلبه والا فلا ويصير كانه لم يطلب

(۶۰) اگر شفیع نے بائع سے شفعہ طلب کیا اور اوسپر کسیکو گواہ کر دیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تب تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہے ورنہ وہ طلب کرنا صحیح نہوگا اور کالعدم سمجھا جائیگا۔

* * * * * *

(۶۱) وصورة طلب الاشهاد ان يقول الشفيع للمشتري حين لقيه اطلب منك الشفعة في دار اشتريتها من فلان التي احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا وانا شفيعها بالجوار بدار احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا فسلمها الي ولابد ان يبين انه شفيع بالشركة او بالجوار او في الحقوق ويبين الحدود لتصير الدار معلومة۔

(۶۱) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلا مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہی کہ تونے جو فلان شخص سے فلان مکان جسکے چارون حدود یہ ہین خرید اہے اوسمین مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مین اوس مکان مین بسبب ہمسائگی کے بذریعہ ایک مکان کے جسکے حدود اربع یہ ہین شفیع ہون اسواسطے وہ مکان تو مجھکو دیدے اور اس بات کا بیان کرنا اوسپر ضرور ہے کہ وہ بذریعہ شرکت کے شفعہ کرتا ہے یا بذریعہ ہمسائگی کے - اور حدود کا بیان کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ مکان مجہول نرہے۔

(۶۲) اذا اخبر الشفيع بالبيع في جوف الليل فلم يقدر على ان يخرج للاشهاد فان اشهد حين اصبح صح طلبه لانه اخر الاشهاد لعذر۔

(۶۲) اگر رات کے وقت شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور طلب اشہاد کے لئے اوسوقت نجاسکا اور صبح ہوتی ہی اوسنے طلب اشہاد کی تو کچھ مضایقہ نہین ہے کیونکہ اس تاخیر مین شرعا وہ معذور سمجھا جائیگا۔

(۶۳) واليهودي اذا اخبر بالبيع يوم السبت فلم يطلب الشفعة بطلت شفعته لانه غير معذور في التاخير وكذا لو كان الشفيع في عسكر اهل الخوارج او اهل البغي فخاف على نفسه ان يدخل في عسكر اهل العدل فلم يطلب بطلت شفعته لانه غير معذور۔

(۶۳) اگر ہفتے کے روز ایک یہودی کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر معذور ہے اسیطرح اگر شفیع خوارج یا باغیون کے لشکر مین ہے اور اہل حق کے لشکر مین آنے سے اوسنے اپنی جان کا خوف کیا اور طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ معذور نہین ہے۔

(٦٤) ولو كانت الشفعة بالجوار وخاف الشفيع انه لو طلب الشفعة بالجوار عند قاض لا يرى الشفعة بالجوار يبطل شفعته فلم يطلب كان على شفعته۔

(٦٤) شفعہ بالجوار کی صورتمین اگر شفیع کو خوف ہے کہ مین نے اس قاضی کے پاس جو شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہی اگر شفعہ طلب کیا تو میرا شفعہ باطل ہو جائیگا اس خوف سے اس شخص نے قاضی کے پاس شفعہ کو طلب نہین کیا تو شفعہ باطل نہو گا۔

(٦٥) ولو علم الشفيع بالبيع وهو فی طريق مكة فطلب طلب المواثبة ولم يقدر على طلب الاشهاد فان لم يكن البائع والمشتری فی الرفقة فانه يوكل وكيلا ليطلب الشفعة فان لم يوكل ومضى فی الطريق فان وجد من يوكله بالطلب ولم يوكل تبطل شفعته وان لم يجد وكيلا ووجد فيج يكتب كتابا على يديه ويوكل بالكتاب وكيلا فان لم يفعل بطلت شفعته وان لم يجد وكيلا ولا فيجا لا تبطل شفعته حتى يجد لانه معذور۔

(٦٥) اگر مکہ معظمہ کے راستے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت کی مگر طلب اشہاد نکر سکا اگر بائع اور مشتری سفر مین اسکے ساتھ نہین ہین تو اس شخص کو طلب شفعہ کے لئے ایک وکیل مقرر کرنا چاہیے اور اگر وکیل مقرر نہین کیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر وکیل میسر ہوا اور مقرر نکیا تب تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل میسر نہوا تو اوس کو چاہیے کہ خط لکھوا کر بذریعہ خط کے کسی شخص کو وکیل کر دے اگر ایسا نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل بہی میسر نہوا اور خط لیجانے والا بہی میسر نہوا تو شفعہ باطل نہو گا جب تک اون دونون مین سے کوئی میسر نہ آوے کیونکہ وہ شخص معذور ہے۔

(٦٦) دار بيعت لها شفيعان احدهما حاضر فطلب الحاضر الشفعة وقضى له القاضی ثم حضر الشفيع الآخر فان الشفيع الثانی يطلب الشفعة من الشفيع الذی قضى له القاضی لان الذی قضى له القاضی قام مقام المشتری هذا اذا طلب الاول جميع الدار بالشفعة فلو انه طلب

(٦٦) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین جنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بہی اوسکے لئے شفعہ کا حکم کر دیا بعد ازان دوسرا شفیع حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو شفیع اول سے طلب شفعہ کرنا چاہیے جس کے لئے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہی کیونکہ شفیع اول اسوقت مین بمنزلہ مشتری کے ہے مگر یہ اسوقت ہے

نصف الدار ظنا منه انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته وكذا لو كانا حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة في نصف الدار بطلت شفعتهما لان السكوت عن النصف الباقي تسليم للشفعة في النصف المسكوت فيبطل شفعته في النصف المسكوت واذا بطلت في النصف تبطل في الكل كذا ذكر في الكتاب۔

ہے کہ شفیع اول پورے مکان مین شفعہ کا دعوی کرے اور اگر شفیع نے اس گمان سے کہ مین نصف مکان کا مستحق ہون نصف مکان کا دعوی کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونون شفیع حاضر ہون اور ہر ایک نصف نصف مکان کا دعوی کرے تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ باقی نصف کا دعوی نکرنا اوس باقی مین شفعہ کا ترک کرنا ہو لہذا اوس نصف مین تو اس طرح باطل ہوا اور جب نصف مین باطل ہوتا ہو تو کل مین باطل ہو جاتا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۶۷) وذكر الناطقي رح رجل اذا اشترى دارا في جنب الشفيع فجاء الشفيع وقال سلم لي نصفها بالشفعة فابى المشتري لا تبطل شفعته وهو الصحيح لان طلب تسليم النصف لا يكون تسليما للباقي وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار فسلم لي نصفها بالشفعة فاسلم لك النصف الباقي فابى المشتري لا تبطل شفعته

(۶۷) ناطقی رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص نے شفیع کے مکان سے ملا ہوا ایک مکان خریدا بعد ازان شفیع نے آکر اوس سے کہا بذریعہ شفعہ کے اس مکان کا نصف مجکو دیدے اور مشتری نے انکار کیا تو شفعہ باطل ہو گا یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ نصف کا طلب کرنا باقی کا ترک کردینا نہین ہو اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون اس لئے بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دیدے تو مین باقی نصف مکان تیرے لیے چھوڑ دونگا یہ سنکر مشتری نے انکار کیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا۔

(۶۸) الوكيل بشراء الدار اذا اشترى وقبض فجاء الشفيع وطلب الشفعة من الوكيل قبل ان يسلم الوكيل الدار الى الموكل قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح يصح طلبه وان كان ذلك بعد ما سلم الوكيل الدار الى الموكل لا يصح طلبه ولو ان

(۶۸) اگر ایک شخص کو ایک مکان خرید کرنے کے لیے وکیل کیا اور اوسنے مکان خرید کر قبضہ مین لے لیا اور ہنوز موکل کے قبضے مین وہ مکان نہین دیا تھا کہ شفیع نے وکیل کے پاس آکر شفعہ کو طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کو وہ مکان تسلیم کردیا تھا تو شفیع کا طلب کرنا صحیح نہوگا اور اگر شفیع نے وکیل کے لئے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسکا

الشفيع سلم الشفعة للوكيل صح تسليمه سواء كانت الدار في يده او لم تكن۔

یہ چھوڑنا صحیح ہو جائیگا خواہ وہ مکان اوسوقت وکیل کے قبضے مین ہو یا نہو۔

(۶۹) الوكيل بطلب الشفعة اذا اسلم الشفعة للمشتري جاز عند ابي حنيفة وابي يوسف رح وهو بمنزلة تسليم الاب والجد شفعة الصغير۔

(۶۹) اگر ایک شخص طلب شفعہ کا وکیل تھا اور اوسنے مشتری کے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے جسطرح باپ یا دادا نابالغ کے شفعہ کو چھوڑ دے تو جائز ہوتا ہے۔

(۷۰) رجل له شفعة عند القاضي فانه يقدم القاضي الى السلطان وان كانت شفعته عند السلطان وامتنع القاضي عن احضاره كان الشفيع على شفعته لانه ترك الطلب بعذر۔

(۷۰) اگر قاضی پر ایک شخص کا شفعہ ہے تو وہ شخص قاضی کو سلطان کے پاس لیجا سکتا ہے اور اگر خود سلطان پر اوسکا شفعہ ہو اور قاضی سلطان کو حاضر نکر سکا تو شفیع اپنے شفعہ پر قائم رہیگا کیونکہ وہ طلب نکرنے مین معذور ہے۔

(۷۱) رجل اشترى لابنه الصغير دارا والاب شفيعها كان للاب ان ياخذها بالشفعة لان الاب لو اشترى مال ولده الصغير لنفسه جاز واذا اراد ان ياخذ ويطلب يقول اشتريت واخذت بالشفعة فتصير الدار له ولا يحتاج الى القضاء ولو كان مكان الاب وصي فالجواب فيه كالجواب في شراء الوصي مال اليتيم لنفسه على قول من يملك ذلك يكون الوصي بمنزلة الاب وعلى قول من لا يملك ذلك فله الشفعة ايضا لكن يقول اشتريت وطلبت الشفعة ثم يرفع الامر الى القاضي حتى ينصب القاضي

(۷۱) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور خود باپ اوسمین شفیع ہے تو یہ باپ اوس مکانکو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کا مال خود خریدے تو جائز ہے اور جب اوسکو لینا اور طلب کرنا منظور ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے اوس مکان کو خرید لیا اور شفعہ سے لے لیا صرف یہ کہنے سے یہ مکان اوسکا ہو جائیگا اور قاضی کے کہنے کی ضرورت نہو گی اور اگر باپ کی جگہ باپ کا وصی ہو تو اوسکا حکم وصی کے مانند ہے کہ وصی یتیم کے مال کو اپنے لیے خریدے جن لوگوں کے نزدیک اوسکو یہ اختیار ہے اونکے نزدیک وصی بمنزلہ باپ کے ہو اور جنکے نزدیک یہ اختیار نہین ہے اونکے نزدیک بھی وصی کو شفعہ ہے مگر اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے یہ مکان خرید لیا اور شفعہ طلب کر لیا پھر اس امر کو قاضی کے روبرو پیش کرنا چاہیے تاکہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک متولی مقرر کرے

وصیا عن الصبی فیاخذ الوصی منہ بالشفعۃ ویسلم الوصی الثمن الی القیم ثم بعد ذلک یسلم القیم الی الوصی

جس سے یہ وصی شفعہ کا مطالبہ کرے اور اوس متولے کو ثمن ادا کرے بعد ازان یہ متولے ثمن کو اس وصی کی سپردگی مین دے۔

(۷۲) الشفیع بالجوار اذا باع الدار التی یستحق بہا الشفعۃ الا شقصا منہا لا تبطل شفعتہ لان ما بقی یکفی للشفعۃ ابتداء فیکفی لبقائہا۔

(۷۲) اگر شفیع بالجوار نے ایک مکان جسکے ذریعے وہ شفعہ کا مستحق ہی فروخت کیا مگر اوسکا ایک حصہ رہنے دیا تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ وہ ایک حصہ خود ابتداء شفعہ کے لیے کافی ہی پس اوسکے بقا کے لیے بھی کافی ہوگا۔

(۷۳) الشفیع اذا باع الشفعۃ بعد ما وجبت لہ الشفعۃ لانسان او وہبہا لا تبطل شفعتہ لان حق الشفعۃ لا یحتمل التملیک بلفظ الھبۃ والبیع لانہا لم تصادف محلہا۔

(۷۳) اگر شفیع نے شفعہ ثابت ہوجانے کے بعد حق شفعہ کسی کے لیے بیچ یا ہبہ کردیا تو شفعہ باطل نہوگا اس لیئے کہ ہبہ اور بیع کے لفظ سے حق شفعہ مین احتمال تملیک کا نہین ہے کیونکہ شفعہ ہنوز ناتمام ہے۔

\+ + + + + + +

(۷۴) الشفیع اذا ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا بالشفعۃ تبطل شفعتہ وان طلب الشفعۃ ثم ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا یسمع دعواہ لان طلب الشفعۃ اولا اقرار منہ بعدم الملک فلا یسمع دعواہ ولو تصرف المشتری فی الارض المشفوعۃ قبل ان یاخذہا الشفیع بان وہبہا من انسان وسلم او تصدق بہا او اجرہا او جعلہا مسجدا او صلی فیہا او جعلہا مقبرۃ ودفن فیہا او وقفہا وقفا مستقلا بطل

(۷۴) اگر شفیع نے دعوی کیا کہ یہ مکان مشفوعہ ذاتی میرا مکان ہی شفعہ کے ذریعہ سے نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفعہ طلب کرنے کے بعد مکان مشفوعہ مین ملکیت کا دعوی کیا تو یہ دعوی مسموع نہوگا اسلیئے کہ اولا شفعہ کا طلب کرنا گویا اس بات کا اقرار کرنا ہی کہ یہ مکان میری ملک نہین ہی لہذا اوسکا دعوی غیر مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے شفیع کے لینے سے پیشتر زمین مشفوعہ مین کسی قسم کا تصرف کیا یعنے اوسکو ہبہ کرکے قبضہ کرادیا یا صدقہ کردیا یا کرائے پر اوٹھا دیا یا اوسکو مسجد قرار دیکر نماز پڑھنی شروع کردی یا مقبرہ بناکر دفن کرنا شروع کردیا یا ہمیشہ کے لیے اوسکو وقف کردیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا بلکہ اوسکو مشتری کے ان تصرفات کے باطل کرنے کا اختیار

شفعة الشفيع وله ان ينقض تصرف المشترى وان باعها المشترى من غيره كان الشفيع بالخيار ان شاء اخذها بالبيع الاول وان شاء اخذها بالبيع الثانى ولو غرس المشترى فيها كرما او شجرا او بنى فيها بناء او غرس رطبة كان للشفيع ان يقلع ويا خذ الارض بالشفعة وان زرع المشترى فيها زرعا فى القياس له ان يقلع ويا خذ الارض بالشفعة كما فى الشجر وفى الاستحسان يتوقف الى ان يستحصد الزرع ثم يا خذ بالشفعة۔

ہو گا اور اگر اس مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین مشفوعہ کو اس عرصہ میں بیچ کر دیا تو شفیع کو اختیار ہو گا کہ خواہ بیع اول سے اوس زمین کو لے لے خواہ بیع ثانی سے اور اگر مشتری نے اوس زمین مین انگور کی ٹٹیان یا اور قسم کے درخت لگائے یا ایک مکان بنا لیا یا ترکاری وغیرہ اوسمین بو دی تو شفیع کو اون سبکے اوکھاڑنے کا اختیار ہو گا اور زمین کو شفعہ سے لے سکیگا اور اگر مشتری نے صورت مذکورۂ بالا مین کھیت بو دیا تو قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ شفیع کو اوس کے اوکھاڑ ڈالنے اور بذریعہ شفعہ کے زمین کو لینے کا اختیار دیا جاوے جسطرح بڑے درختون کے اوکھاڑ ڈالنے کا اوسکو اختیار ہے مگر استحسانا کھیت کے کاٹنے تک توقف کیا جائے گا بعد از ان شفعہ سے اوس زمین کو لے سکیگا۔

(۷۵) ولو اشترى الرجل دارا وزخرفها بالنقوش بشئ كثير كان للشفيع الخيار ان شاء اخذ واعطا ما زاد وان شاء ترك

(۷۵) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور بہت کچھ لاگت لگا کر نقش نگار سے اوسکو آراستہ کیا تو شفیع کو اختیار ہو گا کہ خواہ اوس مکان کو زرثمن کے ساتھ اسقدر لاگت بھی دیکر مکان کو لے لے خواہ ترک کر دے۔

(۷۶) وان حط البائع شيئا من الثمن كان للشفيع ان يا خذ بما وراء المحطوط ولو زاد المشترى للبائع فى الثمن كان للشفيع ان يا خذها بدون الزيادة۔

(۷۶) اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری سے کچھ قیمت کم کر دی تو شفیع کو بھی اختیار ہو گا کہ اوس کم قیمت سے مکان کو لے لے اور اگر مشتری نے بائع کے لیے کچھ قیمت اضافہ کر دی تو شفیع کو بدون اس زیادتی کے اوس مکان کے لینے کا اختیار ہو گا۔

(۷۷) ولو تقايل البائع والمشترى لا تبطل الشفعة وكذلك لو انفسخ البيع بينهما بخيار شرط او روية

(۷۷) اگر بائع اور مشتری نے باہم رضامندی سے بیع کو واپس کر دیا تو شفعہ باطل نہو گا اسیطرح اگر خیار شرط یا خیار رویت یا عیب کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد

او الرد بالعيب بعد القبض بقضاء
القاضي ولو كانت الشفعة بالجوار
فباع الشفيع داره التي يستحق بها الشفعة
بطلت شفعته۔

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جاوے تو بھی شفعہ نہین باطل ہوگا
اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے
وہ شفیع ہے بیع کر دے تو اوسکا شفعہ باطل
ہو جاتا ہے۔

(٧٨) ولو آجر الرجل دارا مدة
معلومة ثم باعها قبل مضي المدة
والمستاجر شفيعها قال ابو نصر رح
يجوز البيع بين البائع والمشتري
ولا يقدر البائع على تسليم الدار
الا برضا المستاجر واجازته فان
طلب المستاجر الشفعة كان طلبه
اجازة للبيع فيبطل الاجارة وله
الشفعة هو بخلاف ما اذا باع الدار
وضمن الشفيع الدرك للمشتري
او ضمن الثمن للبائع فانه لا يكون
له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البيع
بضمانه فصار الشفيع بمنزلة البائع
فلا يكون له الشفعة اما ههنا بيع
المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر
فلا تبطل شفعته باجازته۔

(٧٨) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا
مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے
اوسکو فروخت کر دیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا
تو ابو نصر رح کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین
صحیح ہو جائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت
کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے
سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا
طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ
باطل ہو جائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا بخلاف اوس
صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کے
لیے آیندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہو جاوے
یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہو جاوے کہ یہان اوسکا
شفعہ قائم نہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن
ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ
نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع
صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(٧٩) واذا طلب الشفيع طلب
المواثبة والاشهاد وابى المشتري
ان يسلم اليه الدار فانه يرفع
الامر الى القاضي ويطلب منه
التمليك ولا يملكها الشفيع الا بقضاء

(٧٩) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری
نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے
اپنا معاملہ قاضی تک پہونچا دے اور اوس سے
طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے
شفیع اوس مکان کا مالک نہوگا۔

اورضاء حتی لو بیعت دار اخری بجنب الدار المشفوعة ثم قضی القاضی للشفیع بالشفعة ثم دفعها الیہ لایکون بهذا الشفیع ان یاخذ الدار الثانیة بالشفعة لان الشفیع لم یکن جار الدار الثانیة قبل قضاء القاضی وکذا لو جعل الشفیع داره التی یستحق بها الشفعة مسجدا او وقفها وقفا مستقلا او جعلها مقبرة ثم قضی له بالشفعة فانه لایکون شفیعا للدار الثانیة لان قیام الملک له فیما یستحق به الشفعة شرط وقت القضاء والمسجد والوقف المستقل بمنزلة الزائل عن ملکه۔

اور اگر قاضی حکم نہ دے تو باہمی رضامندی کا ہونا چاہیے حتےٰ کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوئی اور مکان فروخت ہوا اور پھر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلادیا تو شفیع اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لیگا اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان فروخت شدہ کا جار نہین ہی اسیطرح اگر شفیع نے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنادیا یا ہمیشہ کے لیے وقف کردیا یا اوسکو مقبرہ کردیا بعد ازان قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو یہ شفیع دوسرے مکانین شفیع نہو گا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات شرط ہی کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہی اوسوقت وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ھو اور مسجد اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے ملک سے خارج ہوگیا۔

(۸۰) ولو ان الشفیع بعد طلب المواثبة والاشهاد لم یرفع الامر الی القاضی ان لم یتمکن من الرفع بمرض او حبس او منع مانع ولم یجد من یوکل بالخصومة لاتبطل شفعته وان لم یکن یرفع مع التمکن من المرافعة ذکر فی الکتاب انه علی شفعته ابدا وان طال الزمان قالوا هذا قول ابیحنیفة رح واختلفت الروایات عن محمد رح فی روایة اذا مضی شهر

(۸۰) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچا سکا یا کوئی اور مانع پیش آگیا جسکے وجہ سے شفیع کو پیروی کے لیے کوئی وکیل میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا اور اگر باوجود قدرت کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہی کہ وہ شخص ہمیشہ اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جائے فقہا کا قول ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب یہی ہی اور امام محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک روایت یہ ہی کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

او الرد بالعیب بعد القبض بقضاء القاضی ولو کانت الشفعة بالجوار فباع الشفیع دارہ التی یستحق بہا الشفعة بطلت شفعتہ۔

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جائے تو بھی شفعہ نہین باطل ہوگا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیع کردے تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(۷۸) ولو آجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعها قبل مضی المدة والمستاجر شفیعها قال ابو نصر رح یجوز البیع بین البائع والمشتری ولا یقدر البائع علی تسلیم الدار الا برضا المستاجر واجازته فان طلب المستاجر الشفعة کان طلبه اجازة للبیع فیبطل الاجارة وله الشفعة ہو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفیع الدرك للمشتری او ضمن الثمن للبائع فانه لا یکون له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البیع بضمانه فصار الشفیع بمنزلة البائع فلا یکون له الشفعة اما ههنا بیع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعته باجازته۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کردیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا تو ابو نصر رح کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہوجائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہوجائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کیلیے آیندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہوجاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہوجاوے کہ یہان اوسکا شفعہ قائم نرہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(۷۹) واذا طلب الشفیع طلب المواثبة والاشهاد وابی المشتری ان یسلم الیه الدار فانه یرفع الامر الی القاضی ویطلب منه التملیك ولا یملکها الشفیع الا بقضاء

(۷۹) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچاوے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہوگا۔

او رضاء حتى لو بيعت دار اخرى
بجنب الدار المشفوعة ثم قضى
القاضى للشفيع بالشفعة ثم دفعها
اليه لا يكون لهذا الشفيع ان
ياخذ الدار الثانية بالشفعة
لان الشفيع لم يكن جار الدار الثانية
قبل قضاء القاضى وكذا لو جعل
الشفيع داره التى يستحق بها الشفعة
مسجدا او وقفها وقفا مستقلا او جعلها
مقبرة ثم قضى له بالشفعة فانه
لا يكون شفيعا للدار الثانية لان
قيام الملك له فيما يستحق به الشفعة
شرط وقت القضاء والمسجد والوقف
المستقل بمنزلة الزائل عن
ملكه.

(٨٠) ولو ان الشفيع بعد طلب
المواثبة والاشهاد لم يرفع الامر
الى القاضى ان لم يتمكن من الرفع
بمرض او حبس او منع مانع ولم يجد
من يوكل بالخصومة لا تبطل شفعته
وان لم يكن يرفع مع التمكن من المرافعة
ذكر فى الكتاب انه على شفعته
ابدا وان طال الزمان قالوا هذا
قول ابى حنيفة رح واختلفت الروايات
عن محمد رح فى رواية اذا مضى شهر

اور اگر قاضی حکم دے تو باہمی رضامندی کا ہونا
چاہیے ہے کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوی اور
مکان فروخت ہوا اور پہر قاضی نے شفیع کے لیے
شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلادیا تو شفیع
اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لیگا
اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان
فروخت شدہ کا جار نہین ہے اسیطرح اگر شفیع نے اپنے
مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنادیا
یا ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا یا اوسکو مقبرہ کر دیا بعد ازان
قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو یہ شفیع دوسرے
مکان مین شفیع نہو گا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات
شرط ہے کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہے اوسوقت
وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ہو اور مسجد
اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے
ملک سے خارج ہوگیا۔

(٨٠) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع
نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتین
ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچاسکا یا کوئی اور مانع
پیش آگیا جسکے وجہ سے شفیع کو پیروی کے لئے کوئی وکیل
میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا اور اگر باوجود قدرت
کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہے کہ وہ شخص ہمیشہ
اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جائے فقہا
کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کا مذہب یہی ہے اور امام
محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک
روایت یہ ہے کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

ولم يرفع مع التمكن بطلت
شفعته وفي رواية
اذا مضى شهر وثلثة ايام وفي رواية
اذا مضت ثلثة ايام ولم يرفع بطلت
شفعته واختلفت الروايات فيه عن
ابي يوسف رح ايضا والفتوى على
انه مقدر بشهر۔

(۸۱) واذا رفع الامر الى القاضي
فان القاضي لا يسمع دعواه الا بحضرة
الخصم فان كانت الدار في يد البائع
يشترط سماع الدعوى حضرة البائع
والمشتري لان الشفيع يطلب
القضاء بالملك واليد جميعا والملك
للمشتري واليد للبائع فيشترط حضرتهما
وان كانت الدار في يد المشتري
كفاه حضرة المشتري فان احضر
الخصم وجاء اوان الدعوى يقول
ان هذا اشترى دارا بكذا وانا
شفيعها ويقول له القاضي اين الدار
التي تريد شفعتها بين لي موضعها
وحدودها لان القاضي لا يتمكن
من القضاء الا بمعلوم والدار اذا لم
تكن بحضرتهما لا تصير معلومة
الا ببيان الحدود فاذا بين الحدود
يقول له القاضي باي سبب

اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نکرے تو اوس کا
شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت مین ایک
مہینا تین روز اور ایک روایت مین ہے کہ اگر تین روز بھی
گذر جائین اور قاضی کیطرف چارہ جوئی اپنے معاملے کی نکرے
تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف سے بھی
اسمین روایات مختلف ہین اور فتوی یہہ ہے کہ ایک مہینے تک
چارہ جوئی نکرے گا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۱) جسوقت شفیع قاضی کے پاس اپنا مقدمہ
لیجاے تو جب تک اوسکا مدعا علیہ حاضر نہوگا قاضی
اوسکے دعوے کی سماعت نکریگا اور اگر مکان ہنوز
بایع کے قبضہ مین ہے تو دعوے کی سماعت کے لیئے
دونون بایع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے
اس لیئے کہ شفیع قاضی سے ملک اور نیز قبضہ کا
حکم چاہتا ہے اور صورت مذکورہ مین ملک مشتری کی
ہے اور قبضہ بائع کا ہے لہذا دونون کا حاضر ہونا
شرط ہے اور اگر مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہے
تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور جسوقت
مدعی مدعا علیہ دونون حاضر ہو جائین اور دعوی کرنیکا
وقت آئے تو مدعی یعنے شفیع کو مدعا علیہ کیطرف اشارہ کر کے
قاضی کے روبرو یہ کہنا چاہیے کہ اسنے ایک مکان اسقدر قیمت سے
خریدا ہے اور مین اوسمین شفیع ہون اور قاضی کو یہ کہنا چاہیے
کہ جس مکان مین تو شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوسکا پتا و نشان
اور اوسکے حدود مجھسے بیان کر اسلیے کہ قاضی مجہول چیز پر
حکم نہین دے سکتا اور مکان جسوقت کہ قاضی کے
سامنے موجود نہین ہے بغیر بیان حدود کے اوسکو معلوم

تطلب الشفعة لان اسباب الشفعة مختلفة بعضها مقدم على البعض فلابد من بيان السبب۔

نہین ہو سکتا جب یہ شفیع مکان کے حدود وغیرہ بیان کردے تو قاضی کو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اس لیے کہ شفعہ کے اسباب مختلف ہیں اور بعض بعض سے مقدم ہوتے ہین لہذا سبب کا بیان کرنا شفیع کو ضروری ہے

فصل فی ترتیب الشفعاء

ترتیب شفعہ کا بیان

(۳۸۲) قال فی الکتاب الخلیط وهو الشریك فی نفس البقعة احق من الشریك اراد بالشریك هو الشریك فی حقوق الدار الشریك احق من الجار والجار احق من غیرہ وصورة هذا الترتیب منزل بین رجلین فی دار مشترکة بین احد هذین الرجلین وبین رجل اخر سواهما وهذه الدار فی سكة غیر نافذة و على ظهر هذا المنزل دار لرجل اخر باب تلك الدار فی سكة اخرى فباع احد الشریكین المنزل فی الدار نصیبه من المنزل كان الشریك فی المنزل اولی بالشفعة من غیرہ لانه شریك فی نفس البقعة المبیعة فان سلم هو الشفعة كان الشریك فی الدار اولی بالشفعة من الشركاء فی السكة لانه شریك فی الطریق الخاص وهو الطریق فی الدار فان سلم هو فاهل السكة احق بالشفعة

(۳۸۲) کتاب مین بیان کیا ہے کہ خلیط یعنے نفس مکان مین شریک، شریک پر مقدم ہے دوسرے شریک سے وہ شخص مراد لیا ہے جو مکان کے حقوق مین شریک ہو اور شریک جار پر مقدم ہے اور جار اور لوگون پر مقدم ہے اور اس ترتیب کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک کمرے مین زید اور عمرو شریک ہین اور وہ کمرہ ایک ایسے مکان مین واقع ہوا ہے جسمین عمرو اور خالد شریک ہین اور یہ مکان کوچہ سربستہ مین واقع ہے اور اس کمرہ کی پشت پر کسی اور شخص کا مکان ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے اس صورت مین زید نے اپنا حصہ جو اوس کمرہ مین ہے فروخت کیا تو سب شفیعون پر عمرو کو تقدم ہوگا اس لیے کہ وہ خاص اوس کمرہ مین شریک تھے اور جسوقت کہ عمرو اپنے شفعہ کو ترک کردے گا تو خالد کو اور شفیعون پر تقدم ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہے یعنے اوس راستہ مین جو اوس کے مکان مین پایا جاتا ہے اگر یہ شخص شفعہ کو چھوڑ دے گا تو کوچے والون کو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ راستے مین شریک ہین اگر کوچہ والے بھی شفعہ چھوڑ دین گے تو اوسوقت جار ملاصق

لانھم شرکاء فی الطریق فان سلم اھل السکۃ کانت الشفعۃ للجار الملاصق وھو الذی علی ظھر المنزل۔ — یعنے اوس شخص کو شفعہ ہوگا جسکا مکان اس گھر کی پشت پر واقع ہے۔

* * * * * * * * * * * * *

(۸۳) ولاشفعۃ فی الوقف لاللقیم ولا لموقوف علیہ۔ — (۸۳) اگر وقف کے مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین شفعہ نہیں ہے نہ وقف کے متولی کو نہ اوس شخص کو جسکے لیے وہ مکان وقف کیا گیا ہے۔

(۸۴) ولاشفعۃ فی بیع الکردار وھی التی تکون فی الارض علی نھر الوالی لان الکردار نقلی ولاشفعۃ فی المنقولات۔ — (۸۴) سلطان کی زمین جو کاشت کے لیے لوگونکو دی گئی ہو اور کاشتکارون نے مکانات وغیرہ بنالیے ہین اگر یہ مکانات وغیرہ فروخت کیے جائین تو اوسمین شفعہ نہین ہو اس لیے کہ وہ منقول ہین اور منقولات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۵) ولاشفعۃ فی الاراضی التی حازھا الامام لبیت المال وکذا الاراضی المیان دیھیۃ وھی التی یزرعھا الاکرۃ لایجوز بیعھا۔ — (۸۵) جن اراضیات کو سلطان نے بیت المال کے لیے رکھا ہے اونمین بسبب عدم جواز بیع کے شفعہ نہین ہو سکتا اور اسیطرح میان دیہی اراضیات مین شفعہ نہین ہو سکتا کیونکہ اونکی بیع جائز نہین ہے۔

(۸۶) ولاشفعۃ فیما کبس المزارع منھا التراب۔ — (۸۶) کاشتکار نے سلطان کی زمین مین جو بھراؤ ڈالا ہے اوسمین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۷) ویجوز بیع الکردار اذا کان معلوما ولاشفعۃ فیھا لما قلنا۔ — (۸۷) عملے کی بیع درست ہے بشرطیکہ مجہول نہو مگر اوسمین شفعہ نہین ہے اس واسطے کہ وہ منقول ہے۔

(۸۸) رجل اوصی بغلۃ دارہ لرجل وبرقبتھا للاٰخر فبیعت دار بجنب ھذہ الدار کانت الشفعۃ للموصی لہ بالرقبۃ۔ — (۸۸) ایک شخص نے اپنے ایک مکان کے بابت یہ وصیت کی کہ اسکے آمدنی زید کو دیجائے اور خود یہ مکان عمرو کو دیا جائے پھر اس مکان کے پہلو مین کسی کا مکان فروخت ہوا تو عمرو کو اوسمین حق شفعہ ہوگا زید کو نہوگا۔

(۸۹) رجل اخذ ارضا مزارعۃ وزرع فیھا فلما صار الزرع بقلا اشترٰی المزارع الارض مع نصیب — (۸۹) ایک شخص نے کسی سے کاشت پر ایک زمین لی اور اوسمین کھیت بویا جب یہ کھیت جم نکلا تو کاشتکار نے اس زمین کو مع اوس حصے کے جو زمیندار کا اوس کھیتی مین

رب الارض من الزرع ثم جاء الشفيع فله الشفعة فى الارض و فى نصف الزرع الا انه لا ياخذ بالشفعة حتى يدرك الزرع لان نصف الارض مشغول بنصيب المزارع

تھا خرید لیا بعد ازان شفیع آکر موجود ہوا تو اوس زمین مین اور زمیندار کے حصے مین اوس کا شفعہ ہے مگر جب تک کھیتی پک کر تیار نہو جائیگی شفیع اوس کو نہ لے سکیگا اسواسطے کہ نصف زمین کا شتکار کے حصے مین رکی ہوئی ہے۔

(۹۰) دار فیها ثلث بیوت بیت فی اول الدار ثم البیت الثانی بجنب هذا البیت ثم البیت الثالث بجنب الثانی کل بیت لرجل واحد باع واحد منهم بیته ان کان طریق البیوت فی الدار کانت الشفعة للباقین بحکم الشرکة فی الطریق وان کان ابواب البیوت فی سکة واحدة نافذة لا فی الدار فان بیع البیت الاوسط فالشفعة لصاحب الاعلی والاسفل هما سواء لانهما جاران متلازقان احدهما علی الیمین والاخر علی الیسار وان بیع البیت الاعلی کانت الشفعة لصاحب الاوسط لا غیر لانه جار وان بیع البیت الاسفل کانت الشفعة لصاحب الاوسط لانه جار ملازق۔

(۹۰) ایک احاطہ مین تین مکان ہین جنمین سے ایک مکان احاطہ کے شروع مین اور دوسرا اس مکان کے پہلو مین اور تیسرا مکان اس دوسرے مکان کے پہلو مین واقع ہے اور یہ تینون مکان تین شخصون کے ہین جنمین سے ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا تو اون مکانات کو دیکھا جائیگا اگر انکا راستہ اسی احاطہ مین ہے تو شرکت راستے کے سبب سے دو باقی مکان والونکا شفعہ ہوگا اور اگر ان مکانات کے دروازے احاطہ مین نہین ہین بلکہ ایک کوچہ مین نکلتے ہین جو سربستہ نہین ہے اگر ان تینون مکانات مین سے درمیان کا مکان فروخت ہوا تو داہنے اور بائین والے کو برابر حق شفعہ ہوگا کیونکہ وہ دونون جار ملازق ہین ایک اس طرف سے ایک اوس طرف سے اور اگر اخیر کا مکان فروخت ہوا تو صرف درمیان والے کو شفعہ ہوگا کیونکہ جار وہی ہے اور اگر شروع کا مکان فروخت ہوا تو فقط درمیان والے کو شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہی اوس کا جار متصل ہے۔

(۹۱) سکة غیر نافذة فیها سکة اخری غیر نافذة بیعت فی السکة

(۹۱) ایک کوچہ سربستہ ہے جس مین دوسرا کوچہ سربستہ واقع ہے اور اس پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف

السفلی دار کانت الشفعة لاهل السکة السفلی لان لهم شرکة فی الطریق الخاص وهی السکة السفلی ولو بیعت فی السکة العلیا دار کانت الشفعة لاصحاب السکتین جمیعا لاستوائهم فی الشرکة فی الطریق۔

اسی کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ سب اس کوچہ کے طریق خاص مین شریک ہین اور اگر دوسرے کوچہ مین مکان فروخت ہوا تو دونون کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ دونون کوچہ والون کو راستہ مین برابر شرکت ہے۔

* * * * * * * * *

(۹۲) وکذلک نهر خاص شق منه نهر اخر فبیع ارض علی النهر الصغری کانت الشفعة لاصحاب النهر الصغری ولو بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاصحاب النهرین جمیعا۔

(۹۲) اسیطرح اگر ایک نہر خاص مین سے دوسری ایک چھوٹی نہر نکالی گئی ہے اور اس چھوٹی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو اوسی نہر والون کو شفعہ ہوگا بڑی نہر والونکو نہوگا اور اگر بڑی نہر پر ایک زمین فروخت ہوئی تو دونون نہر والون کو حق شفعہ ہوگا۔

(۹۳) دار بیعت ولها بابان فی سکتین فانکانت هذه الدار فی القدیم دارین باب احدهما فی سکة غیر نافذة وباب الاخری فی السکة الاخری مثلها فاشتراها رجل ورفع الحائط بین الدارین حتی صارتا دارا واحدة فلاهل کل سکة ان یاخذ الجانب الذی کان بابه فی تلک السکة وانکانت هذه الدار المبیعة فی الاصل واحدة ولها بابان کانت الشفعة لاهل السکتین فی جمیع الدار بالسویة انما یعتبر فی هذه القدیم

(۹۳) ایک مکان فروخت ہوا جسکے دو دروازے ہین اور ہر ایک دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ مکان ہمیشہ سے دو مکان تھے جنمین سے ایک کا دروازہ ایک کوچہ سربستہ مین اور دوسرے کا دروازہ دوسرے کوچہ سربستہ مین واقع تھا اور اب کسی شخص نے اوسکو خرید کر دونون مکان کے درمیان کی دیوار گرا کر اوسکو ایک مکان کر لیا ہے تو ہر کوچہ والیکو اسبات کا استحقاق ہوگا کہ مکان کے جس جانب کو دروازہ اس کوچہ مین ہے صرف اوسی جانب کو یہ کوچہ والا بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر یہ مکان فروخت شدہ اصل مین ایک مکان تھا جسکے دو دروازے تھے تو دونون کوچہ والونکو پورے مکان مین برابر حق شفعہ ہوگا بہرحال مکان کی اصل حالت کا لحاظ کیا جائیگا حالت موجودہ کا

دون الحادث۔

(٩٤) وكذلك سكة غير نافذة رفع حائطها الى الطريق الاعظم حتى صارت نافذة بيع فيها دار كانت الشفعة لاهل السكة بالسوية لان هذه السكة وان جعلت نافذة لم تكن نافذة في القديم ولهم ان ليسدوا الطريق وكذلك حين رفع الحائط لو قالوا جعلناها طريقا له وللعامة لان لهم ان ليسدوا ويجعلوها كما كانت۔

لحاظ نکیا جائیگا۔

(٩٤) اسیطرح اگر کوچہ سربستہ کی دیوار جو شارع عام کیطرف تہی گرا دیگئی اور اب وہ سربستہ نرہا اگر اس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو ان کوچہ والون کو برابر حق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کوچہ اگرچہ اسوقت مین سربستہ نہین ہے مگر قدیم سے وہ سربستہ تہا اور اب بہی اونکو راستہ بند کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر دیوار گرجانیکے بعد کوچہ والے یہ بات کہدین کہ ہم نے اوس کو شارع عام کر دیا اوسوقت بہی اونکو برابر حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ پہر اوس کوچہ کو بند کر سکتے ہین۔

* * * * * * *

(٩٥) سكة في اقصاها دار طريق هذه الدار في سكة نافذة بيع هذه الدار فانكان طريق الدار طريقا للعامة وليس لاهل السكة ان يمنعوهم فلا شفعة لاهل السكة انما الشفعة تكون لجار الدار وانكان طريق هذه الدار خاصة ولاهل السكة ان يمنعوا العامة عن الدخول في سكتهم كانت الشفعة لاهل السكة وكذلك سائر السكك انكانت في الخطة النافذة لا شفعة لهم فان احدثوا النفاذ فلهم الشفعة۔

(٩٥) ایک کوچہ کے انتہا پر ایک مکان واقع ہے جسکا راستہ غیر سربستہ کوچہ مین ہے اب یہ مکان فروخت ہوا پس اگر اس مکان کے راستہ کو تمام لوگ آتے جاتے ہین اور کوچہ والونکو لوگونکے منع کرنیکا اختیار نہین ہے تو ان کوچہ والون کو شفعہ نہین ہے بلکہ صرف ہمسایہ کو شفعہ ہے اور اگر اوس مکان کا راستہ خاص ہے اور کوچہ والونکو بہی یہ اختیار حاصل ہے کہ لوگونکو اپنے کوچہ مین نہ آنے دین تو اسوقت مین ان کوچہ والونکو شفعہ ہوگا اسیطرح تمام کوچون کا حال ہے کہ جو کوچہ شاہی سڑک مین ہے تب تو اونکا شفعہ نہین ہے اور جس کوچہ سربستہ مین لوگون نے راستہ نکال لیا ہے اوسمین اونکا شفعہ ہے۔

* * * * * *

٩٦، سكة غير نافذة اقصاها مسجد وطرف من اطراف المسجد الى الطريق الاعظم فهي سكة نافذة وان كانت جوانب المسجد كلها بيوت الناس كانت الشفعة لاهل السكة وهذا اذا كان المسجد خطة فان لم يكن خطة وانما احدثه اهل السكة وجبت لهم الشفعة وكذلك حكم السكك التي في اقصاها الوادي ببخارا فهي سكة نافذة لانهم يخرجون الى الوادي والوادي بمنزلة الطريق۔

٩٦، ایک کوچہ سربستہ کی انتہا پر مسجد بنی ہوئی ہے اور مسجد کے ایک طرف شارع عام کی جانب ہے تو وہ کوچہ سربستہ نہ سمجھا جائیگا اور اگر مسجد کے تمام جوانب مین لوگونکے گھر ہین تو کوچہ والونکو شفعہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہے کہ وہ مسجد شاہی ہو اور اگر شاہی مسجد نہین ہے بلکہ کوچہ والون نے بنالی ہے تو اونکا شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح بخارا کے اون کوچون کا حکم ہے جو جنگل کیطرف نکلتے ہین کہ وہ جنگل بمنزلہ سڑک کے سمجھا جائے گا اور یہ کوچہ سربستہ نہین ہین۔

* * *

٩٧، علو لرجل وسفل لآخر وطريق العلو في السكة العليا لا في السفل باع صاحب السفل سفله كان لصاحب العلو ان ياخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكانا جارين ولو انه طلب الشفعة فانهدم العلو قبل ان ياخذ او كان العلو منهدما حين بيع السفل كان لصاحب العلو ان ياخذ السفل بالشفعة في قول محمد رح لان له حق التعلي على العلو فياخذ بذلك وقال ابو يوسف رح اذا انهدم العلو لا شفعة له۔

٩٧، ایک دومنزلہ مکان ہے جسمین سے نیچے کا درجہ ایک شخص کا اور اوپر کا درجہ دوسرے شخص کا ہے اور اوپر والے کا راستہ نیچے کے مکانمین نہین ہے بلکہ شارع عام کیطرف ہے اگر اس صورت مین نیچے والا اپنا مکان فروخت کرے تو اوپر والے کا اوسمین شفعہ ہے اسلیے کہ نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجہ سے اتصال ہے لہذا انمین سے ہر ایک دوسرے کا جار ہے اور اگر اوپر والے نے شفعہ کا دعوی کیا مگر ہنوز نیچے کا مکان بذریعہ شفعہ کے اوسکو ملا نتھا کہ اوپر کا مکان گر پڑا یا جسوقت نیچے کا مکان فروخت ہوا ہے اوسوقت اوپر کا مکان گرا ہوا تھا امام محمد رح کے نزدیک اس صورتمین بھی نیچے کے مکانکو شفعہ سے لیسکتا ہے اس لیئے اوسکو اوپر بنانیکا حق ہے حاصل ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوپر کا مکان گر جائے تو پھر اوسکو شفعہ نہین ہوتا۔

(۹۸) وصاحب السفل بشفعة العلو احق من الجار فی قول ابی حنیفة رح اذا لم یکن للجار شرکة فی الطریق۔

(۹۸) امام صاحب کے نزدیک نیچے والا اوپر والے کے شفعہ مین جار پر مقدم ہے بشرطیکہ جار کو راستہ مین شرکت نہو۔

(۹۹) والشرکة بالخشبة التی تکون علی حائط الغیر وله حق وضع الخشبة لاغیر یکون جارا ولا یکون شریکا۔

(۹۹) اگر ایک شخص کی کڑی دوسرے کی دیوار پر رکہی ہوی ہو اور اوس دیوار مین بجز اسبات کے کہ وہ کڑی کو رکھ سکے کوئی اوسکا حق نہین ہو تو یہ شخص جار ہوگا شریک نہوگا۔

(۱۰۰) سکة مستطیلة غیر نافذة ینشعب منها زائغة مستطیلة غیر نافذة بیعت دار من الزائغة کانت الشفعة لاهل الزائغة لشرکتهم فی طریق خاص۔

(۱۰۰) اگر ایک دراز کوچہ سربستہ ہو جس مین ایک دراز خم سربستہ نکلتا ہے اس خم مین اگر کوئی مکان فروخت ہو تو صرف خم والون کو شفعہ ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص مین شریک ہین۔

(۱۰۱) وان بیعت دار من السکة العلیا کانت الشفعة لاهل السکة والزائغة جمیعا لاستوائهم فی المرور فی السکة العلیا۔

(۱۰۱) اگر صورت مذکورہ بالا مین اوس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو سب لوگون کو اوسمین شفعہ ہوگا کوچہ والون کو بہی اور خم والون کو بہی اسواسطے کہ یہ سب لوگ اوس کوچہ کے اندر آمد و رفت کرنے مین برابر ہین۔

(۱۰۲) وکذلك نهر لقوم تنشعب منه ساقیة لقوم باع رجل من اهل الساقیة ارضا شربه من الساقیة کانت الشفعة لاهل الساقیة۔

(۱۰۲) اسیطرح اگر کچھ لوگون کی ایک نہر ہو جسمین سے ایک چہوٹی نہر دوسرے لوگونکے لیے نکلی ہوی ہو اور چہوٹی نہر والون مین سے ایک شخص نے اپنا کہیت فروخت کیا جسکی آبپاشی چہوٹی نہر سے ہوتی ہو تو صرف چہوٹی نہر والون کو اوسمین شفعہ ہوگا۔

(۱۰۳) وان بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاهل النهر والساقیة جمیعا۔

(۱۰۳) اگر صورت مذکورہ بالا مین بڑی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو بڑی نہر والون کو اور نیز چہوٹی نہر والون کو شفعہ ہوگا۔

(۱۰۴) قراح فی وسط ساقیة جاریة شرب القراح من الساقیة من

(۱۰۴) اگر ایک جاری نہر ہے اور اوسکے وسط مین ایک باغ واقع ہو جسکی آبپاشی دونون طرف سے اسی نہر سے ہوتی ہو

الجانبين فبيع القراح فجاء شفيعان لهذا القراح احدهما على يمين الساقية والآخر على شمال الساقية كانت الشفعة لهما جميعا لان الساقية من القراح وكانت من اجزاء القراح فكل واحد منهما يكون جار القراح

اب یہ باغ فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین ایک نہر کے داہنی طرف سے ایک بائین طرف سے تو اون دونونکا شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ نہر باغ مین جاتی ہے اور باغ کا جزء ہے لہذا اون دونون مین سے ہر شخص باغکا جار ہوگا۔

* * * * * * * *

(۱۰۵) رجل له دار فيها مقاصير باع منها مقصورة معينة او طائفة معلومة وللدار جار على جانب واحد منها كان لهذا الجار الشفعة وان لم يكن جارا لتلك المقصورة ولا لتلك الطائفة لان المبيع من جملة الدار فكان جار الدار جار المبيع ولو ان الشفيع سلم شفعته ثم ان المشتري باع تلك المقصورة لم يكن لجار الدار شفعة في المقصورة اذا لم يكن هو جارا لتلك المقصورة لان المقصورة بعد بيعها لم تبق من اجزاء الدار۔

(۱۰۵) اگر ایک شخص کے احاطہ مین چند کوٹھریان ہین جنمین سے ایک خاص کوٹھری یا ایک خاص قطعہ اوس نے فروخت کیا اور ایک شخص اوس احاطہ کا جار ہو تو اس جار کا شفعہ ہوگا اگرچہ وہ جار اوس کوٹھری یا اوس قطعہ کا جار نہو اسلیے کہ یہان پر مبیع اوس احاطہ کا جزء ہے پس جو شخص احاطہ کا جار ہے مبیع کا بھی جار ہے اور اگر شفیع نے اپنا شفعہ چھوڑ دیا پھر مشتری نے اوس کوٹھری وغیرہ کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کی جار کو اوس کوٹھری مین شفعہ نہوگا جبکہ وہ اوس کوٹھری کا جار نہو اسلیے کہ فروخت ہو جانے کے بعد وہ کوٹھری احاطہ مین شامل نرہی۔

* * * * * * * *

* * * * * * * *

* * * * * * * *

(۱۰۶) وكذلك الرجل اذا اشترى بيتا من دار والدار كلها لرجل واحد كان لجار الدار شفعة في البيت وان لم يكن هو جار ذلك البيت فلو ان الشفيع سلم الشفعة ثم باع مشتري البيت ذلك البيت

(۱۰۶) اسیطرح اگر ایک شخص کسی احاطہ مین سے ایک کوٹھری خریدے اور وہ احاطہ بالکل ایک شخص کی ملک ہو تو احاطہ کے جار کو اس کوٹھری مین شفعہ ہوگا اگرچہ وہ اس کوٹھری کا جار نہو اور اگر شفیع نے شفعہ چھوڑ دیا بعد ازان کوٹھری کے مشتری نے اوس کوٹھری کو فروخت کر ڈالا تو احاطہ کے جار کو اوس کوٹھری مین

لم يكن لجار الدار شفعة في البيت۔

شفعہ نہو گا۔

(۱۰۷) ولو ان رجلا اشترى دارا في سكة غير نافذة ثم اشترى دارا اخرى في تلك السكة كان لاهل السكة ان ياخذ والدار الاولى بالشفعة لان المشترى لم يكن شفيعا وقت الشراء الاول ثم صار هو شفيعا مع اهل السكة في الدار لان المشترى وقت شراء الدار الثانية هو من اهل السكة وكذلك دار بين ثلثة نفر اشترى رجل نصيب احدهم فلجار الدار ان ياخذ الثلث الاول اذا لم ياخذ الشريكان ذلك الثلث ثم لا شفعة له في الثلثين الاخرين لان المشترى شريك في الدار وقت شراء الثلث الثاني والثالث فيكون هو مقدما على الجار۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کوچہ سربستہ مین ایک مکان خریدا پھر اوسکے بعد دوسرا مکان اوسی کوچہ مین خریدا تو صرف پہلے مکان مین کوچہ والون کا شفعہ ہوگا اس لیے کہ جسوقت مشتری نے پہلا مکان خریدا ہی اوسوقت اوسکو کسی طرح اوس کوچہ مین شفعہ کا استحقاق نہ تہا اگر خریدتے وقت وہ مشتری بھی اور کوچہ والون کی طرح دوسرے مکان مین شفیع ہوگیا اسواسطے کہ جسوقت اوس نے دوسرا مکان خریدا ہے وہ بہی اوسوقت اوس کوچہ کا رہنے والا ہے۔ اسیطرح اگر ایک مکان مین تین شخص شریک ہین اور اب ایک اور شخص نے اون تینون مین سے ایک کا حصہ خریدلیا تو اوس مکان کے جار کو اس حصہ کے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ دونون شریک اوسکو چھوڑ دین بعد ازان باقی دو حصون مین جار کا شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ مشتری نے جسوقت باقی حصون کو خریدا ہی اوسوقت وہ مشتری مکان مین شریک تہا لہذا جار پر اوس کو تقدم ہوگا۔

(۱۰۸) ولو كانت لاربعة نفر فاشترى رجل نصيب الثلاثة واحدا بعد واحد والشريك الرابع غائب ثم حضر فله ان ياخذ نصيب الاول وهو في نصيب الاخرين شفيع مع المشترى۔

(۱۰۸) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک ہین اور کسی نے اونمین سے تین کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک وہان موجود نہ تہا بعد ازان وہ موجود ہوا تو اوسکو صرف پہلے شخص کے حصہ لینے کا اختیار ہے اور اخیر کے دو حصون کو نہین لے سکتا بلکہ مشتری کیطرح وہ بھی شفیع ہے۔

(۱۰۹) ولو اشترى احد الاربعة

(۱۰۹) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک تھے جنمین سے

نصیب الاثنین واحدا بعد واحد ثم حضر الرابع کان شفیعا مع المشتری فی النصیبین جمیعا لان فی هذه الصورة کان المشتری شریکا وقت شراء النصیبین جمیعا

ایک شخص نے دو کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک حاضر نہ تھا بعد ازان وہ حاضر ہوا تو یہ چوتھا شریک خریدنے والے کے ساتھ دونون حصون مین شفیع ہے کیونکہ اس صورت مین خریدنے والا دونون حصون کے خریدتے وقت شریک ہے۔

۱۱۰، رجل له خمس منازل فی سکة غیر نافذة فباع هذه المنازل فطلب الشفیع الشفعة فی منزل واحد منها ان طلب الشفعة بحق الشرکة فی الطریق لم یکن له ان یاخذ البعض لما فیه من تفریق الصفقة من غیر ضرورة وان طلب الشفعة بالجوار وجواره فی هذا المنزل لا غیر کان له ذلک لانه جار لهذا الواحد خاصة وجنس هذه المسئلة یاتی بعد هذا فی فصل علیحدة۔

۱۱۰، کوچہ سربستہ مین ایک شخص کے پانچ مکان ہین اوس شخص نے ان مکانون کو فروخت کیا اور شفیع نے فقط ایک مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے تب تو وہ اس مکان کو نہین لے سکتا اس لیے کہ بلا ضرورت عقد کی تفریق لازم آتی ہے اور اگر جوار کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے اور فقط اسی مکان سے اوسکو جوار ہے تو فقط یہ مکان اوسکو ملجائیگا اسواسطے کہ فقط اسی مکان کا وہ جار ہے۔ اسی کے مثل علیحدہ فصل مین ایک اور مسئلہ مذکور ہوگا۔

۱۱۱، رجل له خان فیه مسجد افرزه صاحب الخان واذن للناس بالتاذین وصلوة الجماعة فیه ففعلوا حتی صار مسجدا ثم باع صاحب الخان کل حجرة فی الخان من رجل حتی صار دربا ثم بیع منها حجرة قال محمد رح الشفعة لجمیعهم لاشتراکهم فی طریق الخان وقد کان الطریق

۱۱۱، ایک سرا مین سرا کے مالک نے مسجد بنائی اور لوگون کو اذان کہنے اور جماعت سے نماز پڑہنے کی اجازت دیدی اور لوگون نے اوسکی اجازت کے موافق اذان کہنا اور جماعت سے نماز پڑہنا شروع کر دیا حتے کہ وہ مسجد ہوگئی پھر مالک سرا نے سرا کے تمام مکانات مختلف لوگون کے ہاتھ فروخت کر ڈالے یہان تک کہ وہ ایک محلہ ہوگیا اب اگر اوسمین کوئی مکان فروخت ہو امام محمد رح کے نزدیک سب لوگ اوسمین شفیع ہین اس لیے

مملوکا۔ کہ سب لوگ سرا کے راستہ مین شریک ہین جسوقت کہ سرا کا راستہ مملوک تہا۔

(۱۱۲) دار بیعت و لها شفیعان بالجوار فطلب الشفعة من المشتری و رفع احدهما المشتری الی حاکم لا یری الشفعة بالجوار فقال له الحاکم لا شفعة لك ثم عزل الحاکم عن القضاء و ولی آخر یری الشفعة بالجوار فجاء الشفیع الآخر فقضی هذا القاضی للثانی بالشفعة لم یکن للاول ان یشارکه فی الشفعة لان القاضی الاول قد ابطل شفعته۔

(۱۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص بسبب جوار کے اوسمین شفیع ہین ان دونون نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور ایک نے مشتری کو شافعی المذہب حاکم کے روبرو پیش کر دیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہو اس حاکم نے اُس سے کہا تیرا شفعہ نہین ہے بعدہ وہ حاکم موقوف ہو گیا اور اوسکی جگہ دوسرے مذہب کا حاکم مقرر ہوا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو اب دوسرا شفیع آیا اور قاضی نے اس دوسرے کے لیے شفعہ کا حکم دیا تو پہلے شفیع کو شفعہ کے اندر شرکت کا استحقاق نہو گا اس لیے کہ قاضی اول اوسکے شفعہ کو باطل کر چکا ہے۔

(۱۱۳) رجلان اشتریا دارا احدهما شفیعها فلا شفعة للشفیع فیما صار للاجنبی لان شراء الاجنبی لا یتم الا بقبول الشفیع البیع لنفسه۔

(۱۱۳) دو شخصون نے ایک مکان خریدا انہین سے ایک شخص اوس مکان کا شفیع ہو تو اس دوسرے کے حصہ مین شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ دوسرے کا خریدنا بتک شفیع اپنے لیے بیع کو قبول نکرے ناتمام ہے۔

(۱۱۴) نهر فیه شرب لقوم و ارض النهر لغیرهم فباع رجل ارضه و الماء منقطع فی النهر فلهم الشفعة فی قول محمد رح۔

(۱۱۴) ایک نہر سے کچھ لوگ آب پاشی کرتے ہین مگر نہر کی زمین اور لوگون کی ہے اب ایک شخص نے اپنی زمین ایسے وقت مین فروخت کی کہ نہر کا پانی خشک ہو گیا تہا تو امام محمد رح کے نزدیک ان لوگون کا اوسمین شفعہ ہو۔

(۱۱۵) و فی قیاس قول ابی حنیفة رح لا شفعة لهم بحق الشرب اذا کان الماء منقطعا کما فی العلو المنهدم

(۱۱۵) امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق صورت مذکورہ مین اگر نہر مین پانی اوسوقت موجود نہو تو آب پاشی کے حق میں اونکا شفعہ نہین ہو جسطرح اوپر کا مکان گر جانے سے شفعہ جاتا رہتا ہو۔

(۱۱۶) رجل باع دارا و ابنه الصغیر شفیعها لیس للوالد ان یطلب الشفعة لولده لانه باع و الصغیر

(۱۱۶) ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا نابالغ بیٹا مکان مین شفیع ہو تو اس شخص کو اپنے بیٹے کے لیے طلب شفعہ کا حق نہین ہے کیونکہ خود اوسنے فروخت کیا ہی اور اگر ایک شخص نے

علی شفعتہ اذا بلغ۔

(۱۱۷۱) اذا ثبت ان الشفعۃ تثبت باسباب و بعضہا اقدم من البعض فاذا طلب الشفیع القضاء بالشفعۃ لابد من بیان السبب حتی یعلم القاضی انہ بای سبب یقضی فان بین المدعی السبب وقال بدار لی یلازق المبیع تم دعواہ و یطالب المدعی علیہ بالجواب فان قال المدعی علیہ مالہ قبلی شفعۃ جوابا تاما ثم یقول للمدعی قد انکر ما ادعیت فان قال المدعی حلفہ لی حلفہ القاضی ثم قال فی الکتاب یحلفہ باللہ ما لہذا المدعی قبلک شفعۃ فی ہذہ الدار التی ادعاہا المدعی فان حلف انقطعت الخصومۃ بینہما الا ان یقیم المدعی البینۃ علی ما ادعی وان نکل المدعی علیہ لزمتہ الشفعۃ

(۱۱۸۰) وان قال المدعی علیہ فی الجواب انی قد اشتریت ہذہ الدار التی بین المدعی حدودہا الا ان الدار التی فی ید المدعی یطلب بہا الشفعۃ لیست لہ کلف المدعی اقامۃ البینۃ علی ان تلک الدار التی فی یدیہ لہ فان اقام البینۃ علی الملک یستحق

مکان فروخت کیا اور اسکا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو تو بالغ ہونیکے بعد بھی وہ

(۱۱۷۱) جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ شفعہ چند اسباب سے ثابت ہوتا ہے اور بعض اسباب کو بعض پر تقدم ہو پس جسوقت قاضی سے شفیع شفعہ کے حکم کی درخواست کرے تو شفیع پر سبب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی کو اپنے حکم کا سبب معلوم ہو جائے پس اگر شفیع نے سبب بیان کر دیا مثلاً کہدیا کہ مین اپنے ایک مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہون جو فروخت شدہ مکان سے ملا ہوا ہو تو شفیع کا دعوی تمام ہو جائیگا اور مدعا علیہ سے اوسکا جواب طلب کیا جاویگا اگر مدعا علیہ نے جواب دیا کہ میری طرف اسکا شفعہ نہین ہو تو اوسکا جواب پورا ہوگیا پھر قاضی مدعی سے یہ بات کہیگا کہ مدعا علیہ تیرے دعوی سے منکر ہے اسپر اگر مدعی نے کہا میرے طرف سے اسکا حلف لو تو قاضی کو اوس سے حلف لینا چاہیے پھر کتاب مین بیان کیا ہو کہ قاضی اوس سے یہ حلف لے کہ خدا کی قسم جس مکانمین مدعی دعوی کرتا ہو میرے اوپر اوس مکانمین مدعی کا شفعہ نہین ہو اگر مدعا علیہ نے حلف کر لیا تو اونکا قضیہ رفع ہو جائیگا مگر جس صورتمین مدعی اپنے دعوی پر گواہ قائم کر دے اور اگر مدعا علیہ نے حلف سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

(۱۱۸۰) اگر مدعا علیہ نے قاضی کی روبرو مدعی کے جواب مین کہا کہ جس مکان کے حدود مدعی نے بیان کیے ہین بلاشبہ اوسکو مین نے خریدا ہے مگر مدعی کے پاس جو مکان ہو اور جسکے ذریعہ سے وہ شفعہ طلب کرتا ہے وہ مکان مدعی کا نہین ہو تو اوسوقت مدعی سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کرے تو شفعہ کا مستحق ہو جائیگا اور اگر اوسکے پاس ملکیت کے گواہ نہین ہین مگر اوسنے یہ کہا کہ مشتری خود اس بات کو جانتا ہو کہ وہ مکان میرا ہے

بها الشفعة وان لم يكن له بينة على الملك ولكن قال ان المشتري يعلم انها لي حلف المدعى عليه بالله ما نعلم ان الدار التي في يد المدعي بجنب الدار التي اشتريتها له فان حلف لا سبيل له عليه الا ان يقيم المدعي البينة على الملك وان نكل لزمته الشفعة۔

تو قاضی کو مدعا علیہ سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مدعی کے قبضہ مین میری خرید کردہ مکان کے متصل جو مکان واقع ہو مین نہین جانتا کہ وہ مدعی کا مکان ہو اگر مدعا علیہ نے یہ حلف کرلیا تو مدعی کا اوسپر کچھ دعوی نرہیگا مگر جسوقت کہ مدعی ملکیت کے گواہ پیش کردے اور اگر مدعا علیہ نے حلف کرنے سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

١١٩١، وان قال المشتري اني قد اشتريت هذه الدار التي يريد ان يأخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي بشرائي ولم يطلب الشفعة يقول القاضي للمدعي متى اشترى هو هذه الدار فان قال المدعي طلبت الشفعة حين علمت كان صحيحا وكفاه ذلك فان قال المشتري ما طلبت حين علمت كان القول قول الشفيع وان قال الشفيع علمت منذ سنة وطلبت وقال المشتري لم تطلب كان القول قول المشتري وهو كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت فاختصما الى القاضي فقال الزوج حين بلغها الخبر سكتت وقالت رددت حين علمت كان القول قولها وان قالت علمت يوم كذا ورددت لا يقبل قولها۔

(١١٩١)، اگر مشتری نے کہا جس مکان کو مدعی بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہو اسکو مین نے ایک برس سے خرید رکھا ہے اور خود اس مدعی کو میرے خریدنے کا علم ہوا مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا تو قاضی کو مدعی سے کہنا چاہیے اسنے یہ مکان کب خریدا ہو اگر مدعی نے کہا جسوقت مجکو خریدنے کا حال معلوم ہوا اوسی وقت مین نے شفعہ طلب کیا تو اوسکا یہ کہنا صحیح ہوگا اور اوسکے لیے کافی ہو جائیگا اسپر اگر مشتری نے یہ بات کہی جسوقت تجکو علم ہوا ہی اوسوقت تو نے شفعہ نہین طلب کیا تو شفیع کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی ایک برس ہوا جو مجکو بیع کا حال معلوم ہوا تھا اور شفعہ کو مین نے طلب کیا تھا اسپر مشتری نے کہا تو نے شفعہ کو طلب نہین کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا جسطرح ایک شخص نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح کیا اور جب اوسکو اپنی نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے نکاح کو رد کردیا اور یہ دونون خاوند بیوی قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لے گئے اور خاوند نے بیان کیا جب اسکو نکاح کی خبر پہونچی ہو یہ خاموش ہو رہی اور اوسنے کہا جسوقت مجکو معلوم ہوا ہی اوسیوقت مین نے منع کردیا ہے تو اس صورت مین عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر اوسنے یہ بات کہی کہ فلان روز مجکو نکاح کا حال معلوم ہوا اور مین نے منع کردیا تو اوسکا قول معتبر ہوگا۔

(١٢٠) ولو قال الشفيع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله وعلى المشترى البينة انه علم قبل ذلك ولم يطلب۔

(١٢٠) اگر شفیع نے قاضی کے روبرو یہ بات کہی کہ مجکو اسیوقت خریدنے کا علم ہوا ہو تو اوسکا قول مقبول ہوگا یا مشتری کو اسبات کے گواہ پیش کرنے پڑینگے کہ اسکو پہلے سے فروخت کا علم ہوا ہو مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا۔

(١٢١) ولو قال المشترى انه لم يطلب الشفعة حتى لقيني وقال الشفيع طلبت كان القول قول المشترى ويحلف بالله انه لم يطلب الشفعة حين لقيك۔

(١٢١) اگر مشتری نے قاضی کے روبرو بیان کیا کہ جسوقت یہ مجھسے ملا ہو اوسوقت تک اسنے شفعہ کو طلب نہین کیا اور شفیع سنے کہا مین نے طلب کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور مشتری سے اسبات کا حلف لیا جائیگا کہ ملاقات کیوقت شفیع نے شفعہ طلب نہین کیا۔

(١٢٢) ولو قيل للشفيع متى علمت فقال امس او في يومي قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔

(١٢٢) اگر شفیع سے قاضی نے کہا بیع کا حال تجکو کسوقت معلوم ہوا اوسنے کہا کل یا آج اس گھنٹہ سے پہلے تو بغیر گواہو نکے اوسکا یہ قول مقبول نہوگا۔

* * * * * *

(١٢٣) ولو ان رجلا ادعى شفعة بالجوار قبل رجل لا يرى الشفعة بالجوار فانكر المدعى عليه وقال لا شفعة له كان القول قوله ويحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة على قول من يرى الشفعة بالجوار ولا يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة في هذه الدار لانه لو حلف على هذا الوجه يحلف بالله بناء على مذهبه فيفوت حق المدعى۔

(١٢٣) اگر مدعی حنفی المذہب ہو اور شفعہ بالجوار کو مانتا ہو اور مدعا علیہ شافعی المذہب ہو اور شفعہ بالجوار کو نہین مانتا جب اس مدعی نے دعوی کیا مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا اسکا شفعہ نہین ہو تو مدعا علیہ کا قول معتبر ہوگا اور اس بات کا اوس سے حلف لیا جائیگا کہ ہمکا نہین حنفی مذہب کے موافق میرے اوپر اسکا شفعہ نہین ہو یہ حلف نلیا جائیگا کہ اس مکان مین اسکا شفعہ نہین ہو اس لیے کہ اگر اس طریقے پر اوس سے حلف لیا جائیگا تو اپنے مذہب کے موافق وہ حلف کرلیگا اور مدعی کا حق تلف ہو جائیگا۔

* * * * * *

* * * * * *

(١٢٤) ولو ان دارين متلاصقين لرجلين فتصدق صاحب احدى

(١٢٤) اگر دو شخصون کے دو مکان ملے ہوے ہین اور ایک مکان والے نے اپنے مکان کی وہ دیوار جو ہمسایہ کے مکان سے

الدارين بالحائط الذي يلي جاره على رجل بما تحته من الارض وقبض المتصدق عليه ثم باع المصدق داره من المتصدق عليه ذكرنا الناطقي رح انه لا يبقى الجار شفيعا فان طلب الجار يمين المشتري بالله ما فعل صاحب الدار ذلك ضرارا او فرارا من الشفعة على وجه التلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به لزمته ويحلف فان حلف لا شفعة له وان نكل كان له الشفعة لانه اقر انه جار ملازق۔

ملی ہوئی ہے مع دیوار کی اراضی کے ایک شخص کو للہ دیدی پھر اوسی شخص کے ہاتھ اپنے مکان کو فروخت کر دیا تو ناطقی رح نے ذکر کیا ہے کہ اس صورت مین وہ جار شفیع نرہیگا اب وہ جار مشتری سے اسبات کی قسم لینا چاہتا ہے کہ مالک مکان نے عداوۃ یا شفعہ سے بچنے کے لیے مجبور کرنیکے طریقہ پر یہ کارروائی نہین کی ہے تو یہ مشتری اسبات کی قسم کہا سکتا ہے اسلیے کہ جار اس مشتری پر ایسے امر کا دعوی کرتا ہے کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم ہو جاے لہذا اوس سے حلف لیا جائیگا اگر حلف کرلیا تو جار کا شفعہ باطل ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اوس کا شفعہ ثابت ہو جاے گا اس لیے کہ اس انکار سے جار ملازق ہونے کا اقرار پایا گیا۔

(۱۲۵) رجل اشترى من رجل عشر ارض او دار بثمن كثير ثم اشترى تسعة اعشارها بثمن قليل كان للجار الشفعة في البيع الاول دون الثاني لانه بالبيع الاول صار شريكا في نفس البقعة فيكون هو اولى من الجار في البيع الثاني فان اراد الشفيع ان يحلفه بالله ما اردت بذلك ابطالا لشفعتي قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح لا يحلفه على هذا الوجه لانه لو اقر به لا يلزمه شئ لكن لو اراد ان يحلف المشتري يحلفه

(۱۲۵) ایک شخص نے ایک زمین یا مکان کا دسوان حصہ زیادہ قیمت سے خرید کر بعدہ اوسکے باقی نو حصے تھوڑی قیمت سے خرید لیے تو اس صورت مین جار کو بیع اول مین شفعہ ہوگا بیع ثانی مین نہوگا اسلیے کہ یہ مشتری بیع اول سے اوس مکان یا زمین مین شریک ہو گیا لہذا بیع ثانی مین جار سے اوسکو تقدم ہوگا پھر اس صورت مین اگر شفیع کو مشتری سے اسبات پر حلف لینا منظور ہو کہ مجکو اس کارروائی سے تیرے شفعہ کا باطل کرنا مقصود نہین تھا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ اوس سے باین طریق حلف نہین لے سکتا اس لیے کہ اگر مشتری نے اسکا اقرار بھی کرلیا تو اوسپر کچھ لازم نہین آئیگا البتہ اس طریقہ پر حلف لے سکتا ہے کہ بیع اول مجبور کرنے کے لیے نہ تھی اس لیے کہ شفیع ایسے امر کا مدعی ہے کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم آجائیگا اور

بالله ان البيع الاول ما كان تلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به يلزمه فكان له ان يحلفه على هذا الوجه قال وما ذكر في الاصل ان الشفيع اذا اراد استحلافه انه لم يرد به ابطال الشفعة كان له ذلك لانه ادعى ان البيع كان تلجئة۔

شیخ امام ابوبکر نے بیان کیا ہے کہ مبسوط مین جو ذکر کیا ہے کہ اگر شفیع کو مشتری سے ابطال شفعہ مقصود نہونے پر حلف لینا منظور ہو تو وہ حلف لے سکتا ہو اوس سے وہ صورت مقصود ہے کہ شفیع بیع کے اندر مجبور کرنیکا مدعی ہو۔

(۲۲۶) رجلان تبايعا بيعا فطلب الشفيع الشفعة بحضرة البائع والمشتري فقال كان البيع بيننا بيع معاملة وصدقه المشتري في ذلك قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح فهما لا يصدقان على الشفيع الا ان يكون البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بذلك الثمن لقلته فح يكون البيع بيع معاملة ولا يكون للشفيع فيه الشفعة الا ترى انه لو جرى هذا الاختلاف بين البائع والمشتري فقال البائع بعته معاملة وقال المشتري لا بل كان البيع بيع رغبة ان كان البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بمثل ذلك الثمن لقلته كان القول قول البائع وان لم يكن كذلك كان القول

(۲۲۶) دو شخصون نے باہم ایک بیع کی اور بائع اور مشتری کے روبرو شفیع نے شفعہ طلب کیا اور بائع نے یہ بات بیان کی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بیع معاملہ کے طور پر تھی اور مشتری نے اس بات کی تصدیق کی تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع کے بارے مین اونکی تصدیق نکی جائیگی مگر جس صورت مین کہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہو کہ وہ مبیع اوس ثمن سے کبھی فروخت نہو سکے اس صورت مین یہ بیع بیع معاملہ ہوگی اور شفیع کا اوسمین شفعہ نہوگا دیکھو اگر یہی اختلاف بائع اور مشتری مین واقع ہو اور بائع یہ بات کہے کہ مین نے معاملہ کے طور پر اس چیز کو فروخت کیا ہے اور مشتری کہے نہین بلکہ یہ بیع رغبت سے ہوی ہے تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوی ہے کہ وہ شی کسی حالت مین اوسقدر ثمن سے فروخت نہین ہوسکتی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر یہ بات نہین ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اسیطرح اگر اون دونون اور شفیع کے مابین یہ اختلاف واقع ہو تو اوس کا یہی حکم ہے۔

قول المشتري وكذلك اذا وقع الاختلاف بينهما وبين الشفيع۔

(١٢٧) وقال القاضي الامام علي السغدي رح وان باع بما لا يباع مثله لا يصدق على الشفيع ايضاً لان هذا قول العوام ان الثمن اذا كان بحيث لا يباع به مثله لا يجوز۔

(١٢٧) قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے اگر اسقدر ثمن سے بیع واقع ہوئی ہے کہ اوس شئ کی بیع اوسقدر ثمن سے نہیں ہوسکتی تو بھی شفیع کے لحاظ سے بائع اور مشتری کی تصدیق نہ کیجائیگی اس لیے کہ یہ قول عوام کا ہے کہ ثمن اگر بہت قلیل یا کثیر ہو تو بیع جائز نہیں ہوتی ہے۔

(١٢٨) رجل اشترى دارا لابنه الصغير فاراد اب الشفيع ان ياخذ الشفعة واختلفا مع الشفيع في الثمن كان القول قول الاب لانه ينكر حق التمليك بما ادعى من الثمن ولا يمين على الاب لان فائدة الاستحلاف الاقرار ولو اقر الاب بما ادعى الشفيع لا يصح اقراره على الصغير

(١٢٨) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے مکان خریدا اور دوسر شخص کا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہے اس شفیع کا باپ شفعہ لینا چاہتا ہے اور اون دونون نے شفیع کے ساتھ ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ اوس ثمن کے بدلے حق تملیک کا منکر ہے جسکا مدعی دعوی کرتا ہے اور باپ کے اوپر قسم نہ لازم ہوگی اس لیے کہ قسم لینے کا فائدہ اقرار ہے اور اگر باپ نے شفیع کے دعوی کا اقرار کیا تو اس نابالغ پر اوسکا اقرار لازم نہو گا۔

(١٢٩) رجل له دار غصبها منه غاصب والغاصب يجحد ملك المغصوب منه فبيعت دار بجنب هذه الدار والمغصوب منه شفيع الدار المبيعة والمشتري يجحد الشفعة ويجحد ان الدار المغصوبة له قال ابن مقاتل رح يطلب المغصوب منه شفعة الدار المبيعة ثم يخاصم المشتري والغاصب الى القاضي ويقول هذا الرجل اشترى هذه

(١٢٩) ایک شخص کا مکان کسی نے غصب کر لیا اور غاصب مالک مکان کی ملکیت سے انکار کرتا ہے اگر اس مکان کے پہلو مین کوئی مکان فروخت ہو اور وہ مالک اس فروخت شدہ مکان کا شفیع ہے اور مشتری شفعہ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مکان اسکا نہین ہے تو ابن مقاتل کا قول ہے کہ مالک مکان کو اس فروخت شدہ مکان مین شفعہ طلب کرنا چاہیے بعد ازان مشتری اور غاصب سے قاضی کے روبرو اونکو مخاصمت کرلی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ مکان خریدا ہے اور مین نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور میرا شفعہ بذریعہ فلان مکان کے ہے جسکو اس دوسرے

الدار قد طلبت منه الشفعة
ولي شفعتها بهذه الدار التي غصبني
هذا الغاصب فان اقام البينة ان
الدار المغصوبة له قضى القاضي
له بالدار المغصوبة وبالشفعة ايضًا
وان لم يكن له بينة حلف الغاصب
والمشتري فان نكل الغاصب عن
اليمين وحلفه المشتري قضى القاضي
له بالدار المغصوبة على الغاصب
ولا يقضي له بالشفعة لان نكول الغاصب
يكون حجة على الغاصب دون المشتري
وان حلف الغاصب ونكل المشتري
قضى القاضي له بالشفعة ولا يقضي له
بالدار المغصوبة لان نكول احدهما
يكون حجة عليه دون الآخر

شخص نے غصب کر لیا ہے اب اگر یہ مالک مکان اس بات پر
گواہ پیش کر دے کہ غصب شدہ مکان اوسیکا مکان
ہے تو قاضی اوس شخص کو یہ مکان دلا دے گا اور شفعہ کا بھی
حکم دے دیگا اور اگر اوسکے پاس گواہ نہیں ہیں تو غاصب اور
مشتری سے حلف لیگا پس اگر غاصب نے حلف سے انکار کیا
اور مشتری نے حلف کر لیا تو قاضی وہ مکان غاصب سے مالک
مکان کو دلا دیگا لیکن شفعہ کا حکم نہ دے گا اس لیے کہ غاصب
کا حلف سے انکار کرنا غاصب کی ذات پر حجت ہوگا مشتری
پر حجت نہوگا اور اگر غاصب نے حلف کر لیا مگر مشتری نے
اوس سے انکار کیا تو قاضی شفعہ کا حکم دے گا
لیکن غاصب سے وہ مکان نہ دلوائے گا
اس لیے کہ جس نے حلف سے انکار کیا
ہے اوس کا انکار اوسی پر حجت
ہوگا۔

* * * * * * *

(١٣٠) واذا توجه القضاء بالشفعة
فان القاضي لا يقضي بالشفعة حتى
يحضر الشفيع الثمن فان قال الشفيع
اقض لي بالشفعة ودعها على حالها
ولا تسلم حتى آتيك بالثمن قال محمد رح
لا يجيبه القاضي الى ذلك فان قال
الشفيع ان لم اجئ بالثمن الى ثلثة
ايام فانا بريء من الشفعة فلم يجيء
بالثمن الى ذلك الوقت ذكر ابن رستم
عن محمد رح انه يبطل شفعته لان التسليم

(١٣٠) جب قاضی کے نزدیک شفعہ کا حکم دینا لازم
ہو جائے تو جسوقت تک شفیع قاضی کے روبرو ثمن لا کر
موجود نکر دے اوسوقت تک حکم میں تاخیر کرنی چاہیے اور
اگر اس صورت میں شفیع نے قاضی سے یہ بات کہی کہ میرے
لیے شفعہ کا حکم دیکر بدستور اسکو چھوڑ دے اور تا وقتیکہ
ثمن تیرے روبرو لا کر پیش نکر دوں اوسوقت تک مجھکو
مکان نہ دلانا تو امام محمد رح کے نزدیک قاضی اوسکی بات
منظور نکرے اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ اگر میں تین روز تک
ثمن حاضر نکروں تو میں شفعہ سے دست بردار ہوں اور پھر
تین روز تک اوسنے ثمن لا کر حاضر نکیا تو ابن رستم نے محمد سے

الشفعة اسقاط بعض فيصح تعليقه بالشرط وقال بعض المشائخ رح لاتبطل شفعته وهو الصحيح لان الشفعة ستى ثبتت بطلب المواثبة والاشهاد وتاكدت لاتبطل مالم يسلم بلسانه.

روایت کیا ہو کہ اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کا تسلیم کرنا فقط اوسکا ساقط کر دینا ہو پس وہ معلق بالشرط ہو سکتا ہو اور بعض مشائخ نے بیان کیا ہو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور قول صحیح یہی ہو اسلیے کہ شفعہ جس وقت طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے ثابت ہوگیا اور پھر اسکو استحکام ہوگیا تو جس وقت تک اپنی زبان سے ترک نکرے اوسوقت تک باطل نہوگا

(۱۳۱) وكذا لوقال المشترى للشفيع هات الدراهم وخذ شفعتك فان امكنه احضار الدراهم فى ثلثة ايام ولم يحضر يبطل شفعته عند محمد رح ولو ان الشفيع احضر الدنانير والثمن دراهم اختلفوا فيه والصحيح انه لاتبطل.

(۱۳۱) اسیطرح اگر مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ روپیہ لا اور اپنا شفعہ لے اور تین روز تک وہ روپیہ لاسکتا تھا مگر نلایا تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے بجاے روپیہ کے اشرفیاں لاکر دیدین تو اوس مین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔

\+ + + + + + +

(۱۳۲) الوكيل بشراء الدار اذا كان شفيعا قالوا هو يطلب الشفعة من المؤكل وليس هو كمن اشترى لنفسه وهو شفيع فانه لايحتاج الى الطلب قالوا وقيل انبات الوكيل يقوم مقام المؤكل فى هذا حتى لايحتاج الى الطلب لايبعد والاول اعجب.

(۱۳۲) جو شخص ایک مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور وہ اوس مکان مین شفیع بھی ہو تو فقہا رکے نزدیک موکل سے اوسکو شفعہ طلب کرنا چاہیے بخلاف اوس شخص کے کہ خود خریدار بھی ہو اور شفیع بھی ہو کہ اوسکو طلب کرنیکی ضرورت ہی نہین ہو اور فقہا رکا قول ہو اگر یہ بات کہی جاے کہ وکیل کا فعل موکل کے اس صورت مین قائم مقام ہوتا کہ اوسکو بھی طلب کی حاجت نرہے تو کچھ بعید نہین ہو لیکن پہلا قول پسندیدہ ہے۔

(۱۳۳) الوكيل بالشراء اذا اشترى فجاء الشفيع يطلب الشفعة من الوكيل قال بعضهم ان كان الوكيل يسلم الدار الى المؤكل لايصح الطلب منه وهكذا روى عن محمد رح ان الوكيل لايبقى خصما بعد التسليم الى المؤكل وان كان

(۱۳۳) ایک شخص مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور اوسنے مکان خریدا تو شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ کا مطالبہ کیا اس صورت مین بعض کا قول یہ ہو کہ اگر وکیل نے وہ مکان موکل کو دیدیا ہو تو شفیع وکیل سے طلب نہین کرسکتا اور امام محمد رح سے اسیطرح مروی ہو اسلیے کہ جب وکیل وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا تو اب اوس سے

الوكيل لم يسلم الى الموكل يصح الطلب منه وهو خصم وقال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح والقاضي الامام على السغدى رح صح الطلب منه سلم او لم يسلم لانه فى حكم الحقوق عاقد لنفسه فكان بمنزلة المشترى يكون خصما فى طلب الشفعة كانت الدار فى يده او لم تكن۔

(۱۳۴) رجل اشترى دارا بالكوفة بكر حنطة بغير عينه فخاصمه الشفيع الى القاضى بمرو والدار بالكوفة او بمرو وقضى القاضى له بالشفعة ذكر فى النوادر ان كانت قيمة الكر فى الموضعين سواء اعطاه الشفيع الكر حيث قضى له بالشفعة وان كانت القيمة متفاضلة فان كان الكر فى الموضع الذى يريد الشفيع ان يعطى اعلى قيمة فذلك الى الشفيع يعطيه حيث شاء وان كان ارخص ورضى المشترى بذلك فكذلك يعطيه الشفيع حيث شاء وان لم يرض المشترى بذلك اعطاه الشفيع فى الموضع الذى يكون قيمة الكر فيه مثل قيمته فى موضع الشراء۔

(۱۳۵) رجل اشترى ارضا بما شاة

کچھ دعوی نہین ہوسکتا ہی اور اگر وہ مکان ہنوز وکیل ہی کے قبضہ مین ہے تو اوس سے شفعہ کا مطالبہ ہوسکتا ہی اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح اور قاضی امام سغدی رح کا قول ہی کہ بہرصورت وکیل سے وہ شفیع شفعہ کو طلب کرسکتا ہی خواہ وہ مکان موکل کے قبضہ مین دے چکا ہو یا ہنوز اسی کے پاس ہے اسلیے کہ حقوق کے حکم مین وکیل خود اپنی ذات کیلیے عقد کرنیوالا سمجہا جاتا ہی لہذا مشتری کیطرح بہرصورت اوس سے شفعہ کا دعوی ہوسکتا ہی خواہ مکان وکیل کے قبضہ مین ہو یا نہو۔

(۱۳۴) ایک شخص نے کوفہ مین ایک مکان مثلاً پچاس من گیہون سے بلاتعین فروخت کیا اور شہر مرو مین شفیع نے قاضی کے روبرو اپنا مقدمہ دائر کیا اور وہ مکان کوفہ یا مرو مین ہی اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو نوادر مین مذکور ہی اگر دونون شہرون مین گیہون کا ایک ہی نرخ ہی تو جس جگہ قاضی نے شفعہ کا حکم دیا ہی اوسی شہر مین شفیع کو اوسقدر گیہون دینا چاہیے اور اگر دونون شہرون مین نرخ متفاوت ہی تو اوسکی دو صورتین ہین جس شہر مین شفیع گیہون دینا چاہتا ہی اگر وہان نرخ کی گرانی ہی تو اوسوقت شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے گیہون ادا کرے اور اگر نرخ کی ارزانی ہی اور مشتری بہی اوسی شہر مین لینے پر راضی ہی تو بہی شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے اوسقدر گیہون مشتری کو ادا کرے اور اگر مشتری اسبات سے راضی نہین ہی تو شفیع کو اوس شہر مین گیہون ادا کرنی چاہیین جہان کا نرخ اوس شہر کے نرخ کے مطابق ہے جسمین وہ مکان خریدا گیا ہے۔

(۱۳۵) ایک شخص نے ایک زمین [illegible]

درهم ورفع منها التراب وباع التراب بمائة درهم ثم جاء الشفيع وطلب الشفعة قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح يأخذ الشفيع الارض بنصف الثمن وهو خمسون درهما يقسم الثمن على قيمة الارض قبل دفع التراب وعلى قيمة التراب المرفوع ثم يطرح عن الشفيع قيمة التراب وقال القاضى الامام على السغدى رح لا يطرح عن الشفيع نصف الثمن وانما يطرح عنه بحصة النقصان فلو ان المشترى كبس الارض بعد ما رفع منها التراب فاعادها كما كانت قبل ان يحضر الشفيع ثم حضر الشفيع قال الشيخ الامام ابو بكر رح يقال للمشترى ارفع من الارض بقدر ما احدثت فيها ثم يكون الجواب فيه على ما قلنا۔

اوس زمین مین سے مٹی کھود کر سو روپیہ کو فروخت کر ڈالی اور شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ شفیع نصف ثمن یعنے پچاس روپیہ دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا ثمن یعنے سو روپیہ سالم زمین کی قیمت اور کھودی ہوی مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور شفیع سے مٹی کی قیمت کم کردیجائیگی اور قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے کہ شفیع سے نصف ثمن کم نکیا جائیگا بلکہ مٹی کھودنے سے جسقدر زمین کی قیمت مین نقصان آیا ہے اوسیقدر ثمن مین کمی کردیجائیگی اور اگر مشتری نے مٹی کہد ڈالنے کے بعد پھر بھراؤ ڈالکر بدستور سابق شفیع کے آنے سے پہلے اوسکو برابر کردیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو شیخ امام ابو بکر رح کا قول ہے اسوقت مین مشتری سے کہا جائیگا تو نے جسقدر مٹی دوبارہ اسمین ڈالی ہے سب اوٹھالی بعد ازان علی اختلاف القولین ثمن مین کمی کردی جائیگی۔

* * * * *

* * * * *

(۱۳۶) المشترى اذا تشفع الى الشفيع واستمهله شهرا فامهله ثم رجع الشفيع وطالبه فى الحال كان له ذلك۔

(۱۳۶) اگر مشتری نے شفیع سے کہہ سنکر ایک مہینے کی مہلت مانگی اور شفیع نے مہلت دی پھر اوسنے اپنے قول سے رجوع کرکے فی الفور شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ ایسا کرسکتا ہے

(۱۳۷) المشترى مع الشفيع اذا اختلفا فى الثمن كان القول قول المشترى مع يمينه وان اقام البينة على ما ادعى يقضى ببينة الشفيع فى قول ابى حنيفة رح

(۱۳۷) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن مین اختلاف واقع ہو تو حلف لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنادئے تو امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے موافق حکم دیا جائے گا

ومحمد رح وقال ابو یوسف رح البینة بینة المشتری۔

اور ابو یوسف رح کہتے ہین مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۱۳۸) الشفیع اذا اخذ الدار من البائع کانت عهدته علی البائع وان اخذها من المشتری کانت عهدته علی المشتری وللشفیع خیار رؤیة وله ان یرد بالعیب وهو بمنزلة المشتری فی ذلك وان کان المشتری اشتری الدار علی ان البائع بریٔ من کل عیب بها او کان بها عیب علم المشتری بذلك ورضی کان للشفیع ان لا یرضی بالعیب ویرد۔

(۱۳۸) اگر شفیع نے مکان کو بائع سے لیا ہے تو بائع اوسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری ذمہ دار ہوگا اور شفیع کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور عیب کی وجہ سے بیع کو واپس کرسکتا ہے الحاصل ان امور مین شفیع مشتری کے مانند ہے اور اگر مشتری نے مکان کے خریدنے وقت یہ شرط منظور کرلی ہے کہ اگر اوسمین کچھ عیب ظاہر ہو تو بائع اُس سے دست بردار ہے یا مشتری کو اوس مکان کا عیب معلوم تھا مگر وہ اس عیب سے راضی تھا تو شفیع اس بات کا مجاز ہے کہ اوس عیب پر راضی نہو اور اوس مکان کو واپس کردے۔

(۱۳۹) الشفیع اذا اخذ الدار بالشفعة وبنی فیها ثم استحقت الدار رجع الشفیع بالثمن علی من اخذ منه الدار ولا یرجع بقیمة البناء علی احد بخلاف المشتری فان المشتری لما یرجع بالثمن علی البائع یرجع بقیمة البناء ایضا۔

(۱۳۹) اگر شفیع نے بذریعہ شفعہ کے ایک مکان لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی بعد ازان اوس مکانمین کسی اور کا حق نکلا تو یہ شفیع اوسی شخص سے ثمن واپس لے سکتا ہے جس سے مکان لیا ہے اور عمارت کی قیمت کسی سے نہین لے سکتا بخلاف مشتری کے کہ مشتری جسوقت بائع سے ثمن لے سکتا ہے عمارت کی قیمت بھی لے سکتا ہے۔

(۱۴۰) الشفیع اذا وکل رجلا باخذ الشفعة جاز توکیله فان قال المشتری بعد ما اثبت الوکیل الشفعة انا ارید یمین الشفیع انه لم یسلم یقال له سلم الدار الی الوکیل واتبع الموکل وحلفه وهو کالوکیل بقبض

(۱۴۰) اگر شفیع کسی شخص کو شفعہ لینے کے لیے وکیل کرے تو کرسکتا ہے اور جب کہ وکیل نے شفعہ کو ثابت کردیا اوسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین شفیع سے اسبات پر حلف لینا چاہتا ہون کہ اوسنے شفعہ کو ترک نہین کیا تو اس مشتری سے کہا جائیگا کہ یہ مکان وکیل کو دیکر پھر موکل سے نزاع کرے اور اوس سے حلف لے اور اس وکیل کو اوس شخص کا

الدين اذا ادعى المديون ان الموكل ابرأه عن الدين فانه يؤمر بدفع الدين الى الوكيل ويقال له اتبع الموكل وحلفه على ما يدعى

(۱۴۱) رجل اشترى دارا بالجياد ونقد الزيوف فتجوز به البائع فان الشفيع ياخذ بالجياد لانه اشتراها بالجياد

(۱۴۲) رجل اشترى ارضا بمائة درهم وقبضها فحضر الشفيع وطلب الشفعة وسلمها اليه المشترى بمائة درهم ثم ان المشترى نقد الثمن للبائع فوهب له البائع منها خمسة بعد ما اخذ المائة فعلم الشفيع بالهبة ليس له ان يسترد شيئا من المشترى من الثمن ولو ان البائع وهب من المشترى خمسة من الثمن قبل قبض الثمن والمسئلة بحالها كان للشفيع ان يسترد من المشترى ما وهب له من البائع لان هبة شئ من الثمن قبل قبض الثمن حط والحط يلتحق باصل العقد فكان للشفيع ان يسترد من المشترى قدر ما حط عنه البائع اما بعد قبض الثمن هبة البعض ليس بحط بل هو تمليك مبتدأ كانه وهب له مالا آخر

حکم ہے جو دین کے وصول کرنے کو وکیل کیا جاوے اور قرضدار اسبات کا دعوی کرے کہ اوسکے موکل یعنے قرضخواہ نے مجکو قرض چھوڑ دیا ہے تو اس قرضدار سے کہا جاوے گا کہ جو کچھ قرض ہے اس وکیل کو دیدے بعد ازاں موکل سے نزاع کر اور اسکے دعوی اوس سے حلف لے۔

(۱۴۱) ایک شخص نے کھرے روپیوں سے ایک مکان خریدا مگر ادا کرتے وقت بائع کو ناقص روپیہ دیدئے اور بائع نے انکو منظور کر لیا تو شفیع اس مکان کو ناقص روپیہ سے نہیں لے سکتا بلکہ اوسکو کھرے روپیہ دینا پڑینگے اس لیے کہ وہ مکان کھرے روپیوں سے خریدا گیا ہے۔

(۱۴۲) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسپر اپنا قبضہ کر لیا اب شفیع نے حاضر ہوکر شفعہ طلب کیا مشتری نے شفیع سے سو روپیہ لیکر وہ زمین شفیع کو دیدی بعد ازاں مشتری نے بائع کو ثمن ادا کیا مگر بائع نے سو روپیہ وصول پاکر پانچ روپیہ اس مشتری کو ہبہ کر دئے اور شفیع کو اس ہبہ کا علم ہوا تو یہ شفیع مشتری سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس صورت میں بائع نے قبل از وصول ثمن پانچ روپیہ مشتری کو ہبہ کر دئے تو شفیع بھی مشتری سے یہ پانچ روپیہ واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ قبل از وصول ثمن میں سے کچھ ہبہ کر دینا فی الحقیقت ثمن میں کمی کر دینا ہے اور ثمن کی کمی اصل عقد میں داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع بھی مشتری سے اوسیقدر کمی کو واپس لے سکتا ہے اور بعد از وصول ثمن کچھ ثمن کا ہبہ کر دینا حقیقت میں ثمن کا کم کر دینا نہیں ہے بلکہ وہ خود ایک تملیک اور گویا دوسرا مال کا ہبہ کر دینا ہے۔

(۱۴۳) الوكيل بالبيع اذا باع الدار بالف ثم ان الوكيل حط عن المشتري مائة من الثمن صح ويضمن قدر المحطوط للآمر ويبرأ المشتري عن المائة ويأخذ الشفيع الدار بجميع الثمن لان حط الوكيل لا يلتحق باصل العقد۔

(۱۴۳) ایک شخص کو مکان فروخت کرنیکے لیے وکیل کیا اور ہزار روپیہ کو وہ مکان اوسنے فروخت کیا بعد ازان وکیل نے سو روپیہ مشتری کی خاطر سے کم کردے اوسکا یہ کم کرنا صحیح ہی اور یہ سو روپیہ موکل کے وکیل کو دینا لازم ہونگی اور مشتری ان سو روپیہ سے بری ہو جائیگا اور شفیع پورا ثمن دیکر اس مکان کو لے سکیگا اس لیے کہ وکیل کا کم کر دینا اصل عقد مین معتبر نہوگا۔

(۱۴۴) رجل اشترى نصفا شائعا من دار او جزءا شائعا منها ثم ان المشتري قاسم البائع وحضر الشفيع فان كانت القسمة بقضاء القاضي فان الشفيع يأخذ من المشتري ما صار له بعد القسمة وليس له ان يبطل القسمة رواية واحدة وان كانت القسمة بغير قضاء هل له ان يبطل القسمة فيه روايتان والصحيح انه لا يبطل وله ان يأخذ بالشفعة ما صار للمشتري۔

(۱۴۴) ایک شخص نے ایک مکان کا نصف غیر معین یا ایک حصہ غیر معین خریدا پھر مشتری نے بائع سے اوس حصہ کو تقسیم کر لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو یہ تقسیم اگر بحکم قاضی ہوی ہی تب تو بالاتفاق وہ شفیع اس تقسیم کو باطل نہین کرسکتا بلکہ اوسی معین حصہ کو لے سکتا ہی جو مشتری کے حصہ مین آیا ہی اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی نہین تھی تو اب اسبات مین اختلاف ہی کہ اوس تقسیم کو شفیع باطل کرسکتا ہی یا نہین مگر صحیح یہ ہی کہ باطل نہین کرسکتا اور اوسی جزء کو لے سکتا ہی جو بعد تقسیم کے مشتری کے حصہ مین آیا ہی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۴۵) ولو ان رجلين اشتريا دارا وهما شفيعان ولها شفيع ثالث ايضا فاقتسم المشتريان ثم حضر الشفيع الثالث كان له ان يبطل القسمة كانت القسمة بقضاء او بغير قضاء۔

(۱۴۵) اگر دو شخصون نے ایک مکان خریدا جسمین یہ دونون بھی شفیع ہین اور ایک تیسرا شخص بھی اوس مین شفیع ہے ان دونون نے وہ مکان باہم تقسیم کر لیا بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہوا تو وہ اس تقسیم کو باطل کرسکتا ہے خواہ یہ تقسیم بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی

(١٤٦) رجل اشترى دارا ولها شفيعان احدهما غائب فطلب الحاضر الشفعة فقضى له القاضي ثم جاء الشفيع الثاني فان الثاني يطلب الشفعة من الشفيع الحاضر الذي قضى له القاضي لا من المشتري لان الشفيع الاول قام مقام المشتري هذا اذا طلب الشفيع الحاضر جميع الدار بالشفعة فان طلب النصف على ظن انه لا يستحق الا النصف بطلت شفعته۔

(١٤٦) ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسمین دو شخص شفیع ہین مگر ایک شفیع حاضر اور ایک غیر حاضر ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان شفیع دوم حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو مشتری سے طلب شفعہ نکرنا چاہیے بلکہ شفیع اول سے شفعہ طلب کرنا چاہیے جسکے لیے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے اسلیے کہ اب شفیع اول مشتری کے قائم مقام ہوگیا مگر یہ اوسوقت ہے کہ شفیع اول تمام مکان مین طلب شفعہ کرے اور اگر اس گمان سے کہ میرا فقط نصف مکان مین حق ہے نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(١٤٧) وكذا لو كان حاضرين فطلب كل واحد منهما الشفعة في النصف بطلت شفعتهما لان كل واحد منهما لما لم يطلب الكل بطلت شفعته في النصف الذي لم يطلب واذا بطلت شفعته في النصف يبطل في الكل

(١٤٧) اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین دو شخص شفیع ہین اور دونون حاضر ہین اور ہر ایک نے نصف نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب ہر ایک نے پورے مکان مین شفعہ طلب نہ کیا تو اوس نصف باقی مین اسکا شفعہ باطل ہوگیا اور جب نصف مین باطل ہوا تو کل مین باطل ہو جائیگا

(١٤٨) رجل باع دارا وهي في اجارة رجل والمستاجر شفيعها جاز البيع في حق البائع والمشتري ويتوقف في حق المستاجر فان اجاز المستاجر البيع نفذ البيع لزوال ما يوجب التوقف ويكون للمستاجر ان ياخذ الدار بالشفعة

(١٤٨) ایک شخص نے اپنا ایک مکان جسمین کرایہ دار رہتا تھا فروخت کیا اور وہ کرایہ دار خود اوسمین شفیع تھا تو بائع اور مشتری کے حق مین یہ بیع جائز ہوگی مگر کرایہ دار کے حق مین اجازت پر موقوف رہیگی اگر کرایہ دار نے بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی اسلیے کہ توقف کا سبب زائل ہوگیا اور یہ کرایہ دار اس مکان کو شفعہ سے لے سکتا ہے۔

(١٤٩) وهو بخلاف ما لو باع دارا على ان يكفل فلان بالثمن او بالدرك

(١٤٩) اگر ایک مکان باین شرط فروخت کیا کہ فلان شخص اوسکے ثمن یا اور کسی قسم کے نقصان کا کفیل ہو اور وہی شخص اوس

وفلان شفيع الدار فكفل الشفيع بطلت شفعته لان الكفالة اذا شرطت في البيع كان تمام البيع بالكفالة فيصير الكفيل بمنزلة البائع اما ههنا البيع كان تاما جائزا بين البائع والمشتري فلا يصير المستاجر بالاجارة بمنزلة البائع فلا يبطل شفعته.

ہے کا میں شفیع ہو اگر اس شخص نے کفالت کو منظور کر لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر کفالت کی شرط لگائی گئی تو بیع کا تمام ہونا کفالت پر منحصر رہا اور یہ کفیل بمنزلہ بائع کے ہو جائیگا بخلاف صورت مذکورہ بالا کے کہ وہاں بائع اور مشتری کے مابین بیع جائز ہو گئی ہے اور وہ کرایدار بمنزلہ بائع کے نہیں ہے لہذا اوس کا شفعہ باطل نہوگا۔

(۱۵۰) ولو ان المستاجر لم يجز البيع ولكنه طلب الشفعة كان طلب الشفعة فسخا للاجارة.

(۱۵۰) اگر صورت مذکورہ بالا میں کرایدار نے بیع کی اجازت ندی لیکن شفعہ کو طلب کیا تو شفعہ طلب کرنے کی وجہ سے اوسکا کرایہ نامہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۵۱) رجل اشترى دارا فحضر الشفيع واراد ان ياخذ الدار فقال المشتري احدثت فيها هذا البناء وقال الشفيع لا بل اشتريتها مبنية كما هي كان القول قول المشتري وان اقاما البينة كانت بينة الشفيع اولى.

(۱۵۱) ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور شفیع نے آکر اوس مکان کو لینا چاہا تو مشتری نے کہا یہ عمارت میری بنائی ہوئی ہے اور شفیع نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ تو نے اسیطرح اسکو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ سنا دئے تو شفیع کے گواہوں کو ترجیح ہوگی۔

(۱۵۲) وكذا لو اشترى ارضا فحضر الشفيع فاراد ان ياخذ الدار وفيها اشجار واختلفا على هذا الوجه وانما يكون القول قول المشتري اذا لم يكن مكذبا ظاهرا فان كان مكذبا ظاهرا بان قال احدثت فيها الاشجار الان لا يقبل قول المشتري وان قال اشتريت

(۱۵۲) اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور شفیع نے آکر جسوقت اوسکا لینا چاہا تو اوس زمین میں درخت موجود تھے اور ان درختوں کی نسبت مشتری نے کہا یہ درخت میں نے لگائے ہیں اور شفیع نے کہا یہ بات غلط ہے بلکہ جسوقت تو نے زمین کو خریدا ہے یہ درخت اوس میں موجود تھے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ ظاہر میں جھوٹ نہ معلوم ہوتا ہو اور اگر ظاہر میں جھوٹ معلوم ہوتا ہو مثلاً اوس نے یہ بات کہی کہ اسیوقت میں نے

منذ عشرين يوما واحدثت فيها الاشجار قبل قوله اذا بين وقتا لايكذب به الظاهر۔

یہ درخت لگائے ہیں تو مشتری کا یہ قول معتبر ہوگا اور اگر یہ کہا کہ اس مین کو خریدے ہوئے مجھکو بیس دن ہوئے اور اوسوقت اسمین درخت نہ تھے بلکہ مین نے یہ درخت لگائے ہین تو اوسکا یہ قول معتبر ہوگا بشرطیکہ درخت لگانے کی اسقدر قلیل مدت بیان کرے جس سے اوسکا قول صریح کذب نہ ہو۔

۱۵۳) وان قال المشتری اشتریت البناء بخمسمائة درهم ثم اشتريت الارض بعد ذلك او قال اشتريت الارض بدون البناء اولا ثم اشتريت البناء بعقد آخر فلا شفعة لك فى البناء لانه نقلى صار مقصودا وقال الشفيع لا بل اشتريتهما معا فى صفقة واحدة فى القياس يكون القول قول المشترى وفى الاستحسان يكون القول قول الشفيع لان المشترى ينكر الشفعة فى البناء لتفرق الصفقة بعد قيام سبب الشفعة ظاهرا فلا يقبل قول المشترى ولو قال المشترى وهب لى البناء اولا ثم اشتريت الارض كان القول قول المشترى وياخذ الشفيع الارض بدون البناء۔

(۱۵۳) اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً مین نے اس مکان کی عمارت پانسو روپیہ کو خرید کر بعد ازان اوسکی زمین خریدی ہے یا یہ بات کہی کہ اولاً مین نے اسکی فقط زمین اور اوسکے بعد اسکی عمارت دوسری بیع سے خریدی ہے اس لیے عمارت کے اندر تیرا شفعہ نہیں ہے اسلیے کہ وہ منقولات مین سے ہے اور یہان پر بیع سے مقصود بالذات ہے اور شفیع نے اسکے جواب مین کہا یہ بات غلط ہے بلکہ تو نے ان دونون کو ایک ہی مرتبہ مین خریدا ہے قیاس چاہتا ہے اس صورت مین مشتری کا قول معتبر ہو مگر استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مشتری ظاہر کے خلاف جدا جدا بیع بیان کرکے عمارت مین شفعہ کا منکر ہے اور ظاہر مین شفعہ کا سبب موجود ہے لہذا مشتری کا قول معتبر نہوگا اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً بذریعہ ہبہ کے یہ عمارت مجکو ملی ہے بعد ازان اوسکی زمین کو مین نے خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور یہ شفیع زمین کو بغیر عمارت کے لے سکیگا۔

۱۵۴) وكذا لو قال اشتريت النصف ثم النصف وقال الجار وهو الشفيع اشتريت الكل بعقد واحد كان القول قول الشفيع استحسانا وان اقاما البينة كانت البينة بينة المشترى فى قول ابى يوسف رحمه الله لانه هو المحتاج

(۱۵۴) اسیطرح اگر مشتری نے یہ کہا کہ اول مین نے نصف مکان خریدا ہے اور نصف مکان دوسرے مرتبہ خریدا ہے اور ہمسایہ نے جو اس مکان کے اندر شفیع تھا یہ بات کہی کہ تو نے کل مکان ایک بیع سے خریدا ہے تو استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے گواہ سنا دیے تو ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری کے گواہون کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ گواہون کی ضرورت فقط مشتری کو ہے

الی البینة وعلی قول محمد رح البینة بینة الشفیع فان ادعی المشتری انه اشتری الکل مما بعقد واحد وادعی الشفیع انه اشتراه متفرقا کان القول قول المشتری۔

اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے دفعتاً ایک ہی مرتبہ کل مکان کو خریدا ہو اور شفیع نے دعوی کیا کہ تو نے دو مرتبہ کرکے اوس مکان کو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

(۱۵۵) وان قال المشتری وهب لی هذا البیت من الدار بطریقه الی باب الدار ثم باعنی ما بقی من الدار بالف درهم وقال الشفیع بل اشتریت کل الدار بالف درهم کان القول قول المشتری فی البیت فیاخذ الشفیع کل الدار ان شاء غیر البیت وطریقه بالف فان جحد البائع هبة البیت کان القول قوله مع یمینه وان صدق البائع المشتری فیما قال کان البیت للموهوب له ولا یصدقان علی ابطال الشفعة فی الدار لان شرکة المشتری قبل شری الدار لا تظهر فی حق الشفیع بقولهما الا ان یقیم البینة علی الهبة قبل شراء الدار فیصیر المشتری شریکا فی الدار فیقدم علی الجار۔

(۱۵۵) اگر مشتری یہ بات کہتا ہو کہ اولا اس احاطہ کا ایک کمرہ مع اوسکے راستہ جو احاطہ کے دروازے مین سے ہو بذریعہ ہبہ کے مجکو ملا ہے پھر باقی احاطہ ہزار روپیہ کو مین نے خریدا ہے اور شفیع کہتا ہے یہ بات غلط ہو بلکہ تو نے کل احاطہ ہزار روپیہ کو خریدا ہو تو اس کمرہ کے بارے مین مشتری کا قول معتبر ہوگا اور شفیع کو اگر منظور ہوگا تو اوس کمرہ اور اوسکے راستہ کے علاوہ کل احاطہ کو ہزار روپیہ سے لے سکیگا اور اگر اس صورت مین اصل مالک یعنی بائع یہ بات کہے کہ یہ کمرہ مین نے ہبہ نہین کیا تو حلف لیکر اس بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے مشتری کے قول کے تصدیق کی تو وہ کمرہ بذریعہ ہبہ کے مشتری کو ملجائیگا مگر اوس احاطہ مین بطلان شفعہ کے بابت ان دونون کی تصدیق نکیجاویگی اس لیے کہ شفیع کے حق مین بائع اور مشتری کے کہنے سے قبل از خرید احاطہ مشتری کے شرکت احاطہ مین ظاہر نہو گی مگر جس صورت مین کہ یہ مشتری قبل از خرید احاطہ ہبہ ہو جانے پر گواہ سنادے تو اوسوقت مین یہ مشتری احاطہ مین شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہوگا۔

(۱۵۶) رجل اشتری دارا فادعی الشفیع ان المشتری هدم طائفة من الدار وکذبه المشتری کان

(۱۵۶) ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اس بات کا دعوی کیا کہ مشتری نے مکان کا کچھ حصہ گرا دیا ہو اور مشتری نے اس بات سے انکار کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے

القول قول المشتری والبینة بینة الشفیع وان لم یوقت شهود صاحب الشفعة یقضی بالبیت بینهما نصفین لاستوائهما فی الحجة ویقضی ببقیة الدار للذی اقام البینة علی شراء کل الدار ولا شفعة لاحدهما علی الآخر لانه لم یثبت سبق شراء احدهما۔

گواہ پیش کیے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے او اگر صاحب شفعہ کے گواہوں نے وقت کی تعین نہین کی تو نصف نصف مکان اونکو دیا جائیگا اسلیے کہ حجت مین دونون برابر ہین اور باقی مکان اوس شخص کو دیا جائیگا جسنے کل مکان خریدنے پر گواہ پیش کیے ہین اور ایک کا شفعہ دوسرے پر نہوسکیگا اسلیے کہ ایک کے خریدنے کو دوسرے پر تقدم ثابت نہین ہوا۔

\+ \+ \+ \+ \+

۱۵۷، ولو اختصما فی الدارین المتلازقین فاقام احدهما البینة انه اشتری هذه الدار بالف منذ شهر واقام الآخر البینة انه اشتری هذه الدار الاخری منذ شهرین یقضی للثانی بشری الدار الاخری منذ شهرین کما شهد شهوده ویقضی له ایضا بالشفعة فی الدار الاخری لان جواره سبق علی بیع الدار الثانیة ولو لم یوقت شهوده یقضی لکل واحد منهما بداره ولا شفعة لواحد منهما وجعل کان البیعین کانا معا ولو وقت احدهما ولم یوقت الآخر یقضی لصاحب الوقت بالشفعة علی الآخر۔

۱۵۷، اگر دو شخص دو ملے ہوے مکانون مین مخاصمت کرتے ہین اور ایک نے اسبات پر گواہ پیش کیے کہ مجکو ایک مہینہ گذرا جومین نے اس مکان کو ہزار روپیے خریدا ہے اور دوسرے نے اسبات کے گواہ پیش کیے کہ دو مہینے گذرے جومین نے اس دوسرے مکان کو خریدا ہو تو دوسرے کے گواہون کے موافق دو مہینے سے دوسرے مکان کے خریدنے کا حکم دیا جائیگا اور اوس کے لیے اوس مکان مین شفعہ کا حکم دیا جائیگا اس لیے کہ دوسرے مکان کے بیع سے پہلے اوسکو حق جوار ثابت ہو اور اگر اوسکے گواہوں نے وقت کی تعین نہین کی تو ہر ایک کو اپنا اپنا مکان دلادیا جائیگا اور کوئی کسیکا شفیع نہوگا اور ایسا سمجھا جائیگا کہ گویا دونو بیع ایک ہی وقت مین ہوی ہین اور اگر ایک نے وقت کی تعین کی اور دوسرے نے نہ کی تو تعین کرنے والا دوسرے کا شفیع ہو جائیگا۔

\+ \+ \+ \+ \+

فصل فیما للشفیع ان یاخذ البعض اولا یاخذ +

اسبات کا بیان کہ شفیع مکان کا ایک حصہ لے سکتا ہے یا نہین +

(۱۵۸) رجل اشترى ارضا فآجرها من الجار بالشراء او دفعها مزارعة او كان فيها نخل فدفع النخيل معاملة او ساومه الجار بعد ما علم الجار بالشراء بطلت شفعة الجار لان اقدامه على هذه التصرفات بعد العلم بها رضًا منه بقرار ملك المشترى فيبطل شفعته

(۱۵۸) ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور جار کو زمین کرایہ پر اوٹھا دی یا کاشت کے لیے وہ زمین کسی کو دیدی یا اوسکے اندر درخت تھے اور معاملہ کے طور پر پرورش کے لیے وہ درخت کسیکو دیدیے یا جار نے مشتری سے اوسکی قیمت ٹھیرائی اور اوسکو معلوم تھا کہ یہ زمین فروخت ہو گئی ہے تو اس جار کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسوجہ سے کہ باوجود علم بالشرا کے شفیع کو ان تصرفات پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری کی ملکیت ثابت ہونے سے وہ راضی ہے لہذا

(۱۵۹) ولو اشترى نخلا ليقطع ثم اشترى الارض بعد ذلك قال لا شفعة للشفيع فى النخيل لانه نقلى وكذا لو اشترى الثمر ليجزها والبناء ليهدمه ثم اشترى الارض بعد ذلك كان للشفيع الشفعة فى الارض خاصة۔

(۱۵۹) اگر ایک باغ کاٹنے کی غرض سے خریدا بعد ازان اوس باغ کی زمین کو بھی خرید لیا تو امام صاحب رحمہ کے نزدیک ان درختوں میں شفیع کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ وہ منقولات مین داخل ہین اسیطرح اگر درختون کو پھل توڑنے کی غرض سے یا عمارت کو ڈھانے کی غرض سے خرید کر بعد ازان اوسکی زمین کو بھی خرید لیا تو شفیع کا فقط زمین مین شفعہ ہو گا۔

(۱۶۰) ولو اشترى قرية فيها بيوت واشجار ونخل ثم انه باع الاشجار والبناء فقطع المشترى بعض الاشجار وهدم بعض البناء ثم حضر الشفيع كان له الارض وما لم يقطعه من الاشجار وما لم يهدمه من البناء وليس له ان ياخذ ما قطع ويطرح عن الشفيع حصة ما قطع من الشجر وما هدمه من البناء لانه صار مقصودا فاخذ قسطا من الثمن۔

(۱۶۰) ایک شخص نے ایک گانون خریدا جسمین بہت سے گھر اور درخت اور باغات ہین بعد ازان اوس شخص نے درختون اور عمارات کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے تھوڑے سے درخت اور تھوڑے سے مکانات گرا لیے تھے کہ اس گانون مین شفیع پیدا ہو گیا تو اس شفیع کو اسوقت مین صرف گانون کی زمین اور وہ درخت اور مکانات مل سکتے ہین جنکو ہنوز مشتری ثانی نے نہین گرایا ہے اور جنکو گرا دیا ہے وہ نہین مل سکتی بلکہ اون گرے ہوون کی قیمت لگا کر شفیع کے لیے ثمن کم کر دیا جائیگا اسلیے کہ بیع ثانی مین درخت اور مکانات مقصود بالذات ہین لہذا ثمن اون پر تقسیم کیا جائیگا

(۱۶۱) رجل اشترى نهرا باصله ولرجل ارض فى اعلى النهر بجنبه

(۱۶۱) ایک شخص نے نہر کو بالکل خرید لیا اور نہر کے کنارے پر شروع مین ایک شخص کے زمین ہو اور ایک شخص کی زمین

ولاخر ارض فی اسفل النهر الی جنبه فلهما الشفعة جميعا فی اصل النهر من اعلاه الی اسفله وكذا القناة والبئر والعين لانها من العقارات وتستحق بالشفعة وكذا القناة مفتحها فی ارض وظهورها فی ارض اخری فجيران القناة من مفتحها الی مصبها شركاء فی الشفعة -

اس نہر کے اخیر میں ہو تو یہ دونوں زمیندار اول سے اخیر تک اس نہر میں شفیع ہیں اور نہر اور کنوئیں اور چشمہ کا بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سب عقارات میں داخل ہیں لہذا سب میں شفعہ ہو سکتا ہی اسیطرح وہ نہر جسمیں ایک زمین سے پانی آتا ہو اور دوسری زمین میں جاتا ہے تو اس نہر کے پاس رہنے والے لوگ اول سے اخیر تک اس نہر میں شفعہ کے اندر شریک ہیں -

(۱۶۲) رجل له نصيب فی نهر فهو احق بالشفعة ممن يجری النهر فی ارضه لان الذی يجری النهر فی ارضه جار وصاحب النصيب فی النهر شريك فی المبيع فكان مقدما علی الجار -

(۱۶۲) ایک شخص ایک نہر میں حصہ دار ہے اور ایک شخص کی زمین میں نہر چلتی ہے تو یہ حصہ دار زمین والے پر نہر کے شفعہ میں مقدم ہوگا اسواسطے کہ جسکی زمین میں نہر چلتی ہے وہ اوس نہر کا جار ہے اور یہ حصہ دار نہر میں شریک ہے لہذا اوسکو جار پر تقدم ہوگا -

(۱۶۳) رجل له ارض كثيرة المؤن والخراج لا يشتريها احد فباعها من انسان مع دار له قيمتها الف وخمسمائة بالف وخمسمائة وللدار شفيع ايا خذ الدار بالشفعة ولا يا خذ الارض قالوا ان كانت الارض بحال يشتريها احد من اصحاب السلطان قسم الثمن وهو الف وخمسمائة علی الدار وعلی قيمة الارض وهی القدر الذی يشتريها احد من اصحاب السلطان فيا خذ الشفيع الدار بذلك ان رضی به

(۱۶۳) ایک شخص کے پاس ایک زمین ہے جسمیں اوسکو محنت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے اور محصول بھی زیادہ دینا پڑتا ہے اسوجہ سے کوئی شخص اوسکا خریدار نہیں اسواسطے اس زمیندار نے اوس زمین کے ساتھ ایک مکان شامل کرکے جسکی قیمت ڈیڑھ ہزار ہے ڈیڑھ ہزار سے فروخت کیا اور اس مکان میں ایک شخص شفیع ہے سوال یہ ہے کہ یہ شفیع اوس زمین کو چھوڑ کر صرف مکان کو لے سکتا ہے یا نہیں فقہا کہتے ہیں اگر یہ زمین ایسی ہے کہ اراکین سلطنت میں سے کوئی شخص اوسکا خریدار ہو سکتا ہے تو یہ ڈیڑھ ہزار اوس مکان پر اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور زمین کی وہ قیمت فرض کی جاویگی جو اراکین سلطنت میں سے کوئی اوس قیمت سے خرید سکے اور جسقدر قیمت مکان کی

المشتری وان کانت الارض بحال لا یشتریہا احد من اصحاب السلطان ولکنہ ینتفع بہا ینظر الی قیمۃ الارض فی اخر الوقت الذی ذہبت رغبۃ الناس عنہا ثم ینقسم الثمن علی ذلک لانہ اذا لم یکن لہا قیمۃ فی الحال یعتبر قیمتہا فی اخر الوقت الذی کانت متقومۃ وذہبت رغبۃ الناس عنہا۔

حصہ مین پڑیگی وہی قیمت دیکر شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہی بشرطیکہ مشتری بھی راضی ہو جائے اور اگر ایسی زمین ہے کہ اراکین سلطنت مین سے کوئی اوسکو نہین خرید سکتا لیکن اوس زمین سے نفع اوٹھا سکتے ہین تو دیکھا جائیگا کہ اخیر وقت مین جب سے لوگون کی رغبت اوسکی خریداری سے جاتی رہی ہی اوسکی کیا قیمت تھی پھر وہ ثمن اوس مکان پر اور اوس قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ فی الحال زمین کی کچہ قیمت نہین ہی تو اخیر وقت کی قیمت لگائی جائیگی یعنے جبسے لوگونکی خریداری جاتی رہی ہے۔

(۱۶۴) رجل اشتری دارین فی موضعین مختلفین احدہما بالشام والاخری بالعراق فی صفقۃ واحدۃ فانکان الشفیع شفیعا للدارین جمیعا فانہ یاخذ الدارین ولیس لہ ان یاخذ احدی الدارین۔

(۱۶۴) ایک شخص نے دو مکان دو مختلف شہرونمین ایک ہی بیع سے خریدے مثلا ایک مکان شام مین اور دوسرا عراق مین اور ایک شخص ان دونون مکانون مین شفیع ہی تو وہ دونون مکانون کو معًا لے سکتا ہی اگر صرف ایک مکان لینا چاہے تو نہین لے سکتا۔

\+ + + + +

(۱۶۵) وان اشتری الدارین فی صفقتین فاراد الشفیع ان یاخذ احدی الدارین کان لہ ذلک وان کان ہو شفیعا للدارین جمیعا۔

(۱۶۵) اگر ایک شخص نے دو شہرون کے دو مکان دو بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ دونون مکانون مین وہ شفیع ہو۔

(۱۶۶) رجل اشتری خمس منازل من رجل واحد فی سکۃ غیر نافذۃ بصفقۃ واحدۃ فاراد الشفیع ان یاخذ منزلا واحدا قالوا ان طلب الشفعۃ بحکم الشرکۃ فی الطریق لا یاخذ البعض لانہ تفریق للصفقۃ من غیر ضرورۃ وان اراد الشفعۃ بحکم الجوار وجوارہ

(۱۶۶) ایک شخص نے کسی سے پانچ مکان کوچہ سربستہ مین ایک بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ یہ شفیع شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ کرتا ہی یا فقط اس ایک مکان کا ہمسایہ ہی۔ دوسری صورت مین ایک مکان کو لے سکتا ہے پہلی صورت مین نہین لے سکتا اسواسطے کہ بلا ضرورت ایک بیع کی تفریق لازم آتی ہے الحاصل جو شخص کوئی زمین دو جگہ یا دو بارہ یا دو مکان مختلف واقع

فی هذا المنزل الذی یرید اخذه لاغیر کان له ذلك فالحاصل انه اذا اشتری عقارا فی موضعین اوبستانین اودارین فی مواضع متفرقه فانکانت الصفقه متفرقة بان اشتری کل دار بصفقة علی حدة والشفیع شفیع لهما بدارین له او بدار واحدة فاراد ان یاخذ بالشفعة احدهما کان له ذلك وان اشتریهما فی صفقة واحدة فانکان الشفیع شفیعا لهما جمیعا لیس له ان یاخذ بالشفعة احدها ولکن یاخذها اویدع۔

وانکان الشفیع شفیعا لاحدهما والصفقة واحدة اختلف الروایات فیه عن ابیحنیفة رح فی اخر الروایات عنه وهو قول ابی یوسف ومحمد رح فانه یاخذ التی هو شفیعها خاصة وهو کما لو اشتری دارا وعبدا صفقة واحدة فان الشفیع یاخذ الدار بالشفعة دون العبد۔

مین خریدی اور بیع بھی علحدہ علحدہ ہو کہ ہر مکان کو علحدہ بیع سے خریدے اور شفیع بذریعہ ایک مکان یا دو مکانون کے اونمین شفعہ کرے اور فقط ایک مکان کا لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر اون دونون کو ایک بیع سے خریدا ہو تو اسکی دو صورتین ہین اگر شفیع اُن دونون کے اندر شفیع ہو تب تو بذریعہ شفعہ کے ایک کو نہین لے سکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو لے لے یا دونون کو چھوڑ دے اور اگر فقط ایک مکان مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوی ہو تو ابوحنیفہ رح سے اس صورت مین مختلف قول مروی ہین - مگر اخیر روایت اور نیز ابو یوسف اور محمد رح کا قول یہ ہے کہ جس مکان مین وہ شفیع ہے فقط اوسیکو لے سکتا ہے جسطرح کوئی شخص ایک غلام اور ایک مکان کو معًا ایک بیع سے خریدے تو شفیع صرف مکان بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے غلام کو نہین لے سکتا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۶۷) هذا اذا کان الشفیع شفیعا لاحدهما فانکان شفیعا لهما جمیعا والصفقة واحدة فانه یاخذهما اویدع۔

(۱۶۷) صورت مذکورہ بالا مین یہ تفصیل اسوقت ہے کہ شفیع صرف ایک مکان مین شفیع ہو اور اگر دونون مین شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوئی ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونون کو لے لے یا بالکل دونون کو چھوڑ دے۔

(۱۶۸) رجلان باعا دارا مشترکة بینهما

(۱۶۸) دو شخصون نے ایک مکان مشترک ایک شخص کے ہاتھ

من رجل لم يكن للشفيع ان يأخذ البعض وان كان البائع واحدا والمشترى اثنين فللشفيع ان يأخذ حصة احدهما يعتبر جانب المشترى لا جانب البائع وروى الحسن عن ابى حنيفة رح ان البائع اذا كان اثنين والمشترى واحدا كان للشفيع ان يأخذ نصيب احد البائعين قبل القبض ولا يأخذ بعضه بعد القبض وهذا قول ابى حنيفة رح الاول اما فى قوله الآخر يعتبر جانب المشترى على كل حال قبل القبض وبعده سواء كان المشترى اشتراه لنفسه او لغيره بالوكالة۔

فروخت کیا تو شفیع ایک کے حصہ کو نہیں لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا مکان دو شخصوں کے ہاتھ فروخت کیا تو شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے غرض اس بارے میں مشتری کا لحاظ کیا جائیگا نہ بائع کا اور حسن نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے کہ اگر بائع دو شخص ہیں اور مشتری ایک شخص ہے تو شفیع ایک بائع کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے بشرطیکہ ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ایسا نہیں کر سکتا۔ یہ ابو حنیفہ رح کا پہلا قول ہے مگر اخیر قول یہی ہے کہ ہر حال میں مشتری کا اعتبار کیا جائیگا خواہ اوسکا قبضہ ہوا ہو یا نہیں اور خواہ مشتری نے اپنے لیے خریدا ہو یا دوسرے کے لیے وکالۃً خریدا ہو۔

* * * * * *

(۱۶۹) رجل اشترى دارين لرجلين فليس للشفيع ان يأخذ نصيب احد الآمرين۔

(۱۶۹) ایک شخص نے دو شخصوں کے لیے دو مکان خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ ایک شخص کا حصہ لے لیگا۔

(۱۷۰) وان اشترى رجلان دار الرجل كان للشفيع ان يأخذ النصف ولو كان البائع اثنين والمشترى واحدا فطلب الشفيع نصيب احد البائعين لا يبطل شفعته بذلك وله ان يأخذها كلها مقسومة كانت او غير مقسومة

(۱۷۰) اگر دو شخصوں نے ایک مکان کسی شخص کے لیے خریدا تو شفیع اگر لینا چاہے نصف مکان کو لے سکتا ہے اور اگر دو شخصوں سے ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے ایک بائع کے حصہ میں شفعہ طلب کیا تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا مگر اوس کو کل مکان لینا پڑیگا خواہ تقسیم شدہ ہو یا نہو۔

فصل فى تسليم الشفعة والحيلة فى ابطالها واسقاطها

شفعہ کے چھوڑ دینے اور اوسکے باطل کرنے یا ساقط کرنیکے لیے حیلہ کرنے کا بیان

(۱۷۱) رجل اشترى دارا ابناسة

(۱۷۱) ایک شخص نے سو اشرفی کو ایک مکان خریدا

دینار وقال للشفیع اشتریت هذه الدار بمائة دینار فسلم لی نصفها وادفع نصفها الیك فقال الشفیع نعم ان قال فعلت ذلك یکون تسلیما للشفیع۔

اور شفیع سے یہ بات کہی کہ میں نے اس مکان کو سو اشرفی سے خرید اہے تو اس مکان کا نصف مجکو چھوڑ دے اور باقی نصف میں تجکو دیدونگا شفیع نے کہا اچھا میں نے اس بات کو منظور کیا تو شفیع کا یہ قول تسلیم کر لینا سمجھا جائیگا۔

(۱۷۲) وذکر هذه المسئلة فی کتاب الشفعة وجعلها علی ثلاثة اوجه اما ان سلم الشفعة بالدراهم او ببعض منها بعینها او ببعضها بغیر عینها او قال سلمت لك نصف الشفعة بمائة درهم بطلت شفعته فی الکل وان قال سلمت لك الشفعة فی نصف الدار فیه روایتان فی روایة تبطل الشفعة فی الکل وفی روایة لا تبطل وذکر فی الجامع ما یدل علی ان تسلیم الشفعة فی البعض لا یبطل شفعته فی الکل وان صالح الشفیع من الشفعة علی دراهم بطلت شفعته ولا یجب المال۔

وان صالح علی لبعض المعین من الدار صح الصلح ویکون للشفیع نصف الدار ویبقی النصف للمشتری

(۱۷۲) مسئلہ مذکورہ بالا کو کتاب الشفعہ میں ذکر کیا ہے اور اوسکی تین صورتیں بیان کی ہیں اگر بجائے اشرفیوں کے اوسیقدر روپیہ سے یا اوسکے ایک حصہ معین یا غیر معین سے شفعہ کو چھوڑ دے یا یہ بات کہے کہ بعوض سو روپیہ کے میں نے نصف شفعہ تجکو چھوڑ دیا تب تو کل مکان میں اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ بات کہی کہ نصف مکان میں تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسمیں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ کل مکان میں اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت کے موافق باطل نہو گا اور جامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصے میں شفعہ چھوڑ دینے سے کل مکان میں شفعہ باطل نہیں ہوتا اور اگر شفیع نے کچھ روپیہ ٹھیرا کر مشتری سے صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر مکان کا ایک خاص حصہ مشتری سے ٹھیرا کر فیصلہ کر لیا تو یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور شفیع کو نصف مکان مل جائیگا اور باقی نصف مشتری کے لیے رہجائے گا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۷۳) ولو ان الشفیع قال للمشتری وقد اشتری الدار لغیره بالوکالة سلمت شفعتها او سلمت الشفعة

(۱۷۳) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے وکالۃً ایک مکان خریدا اور شفیع نے اس مشتری سے کہا میں نے اس مکان کا شفعہ چھوڑ دیا یا یہ کہا کہ تیرے لیے چھوڑ دیا

لك اوقال ذلك للبائع والدار فی يد البائع كان تسليما للشفعة۔

یا بائع سے یہ بات کہی اور اسوقت مکان بائع کے قبضہ میں تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۱۷۴) ولو قال للبائع بعد ما سلم الدار الی المشتری سلمت الشفعة لك صح استحسانا۔

(۱۷۴) اگر شفیع نے بائع سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا اور مکان پر مشتری کا قبضہ ہوچکا تھا تو استحسانا اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۱۷۵) ولو قال سلمت الشفعة بسببك او لاجلك صح تسليمه قياسا واستحسانا۔

(۱۷۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے بائع سے کہا تیرے خاطر سے مین نے شفعہ چھوڑ دیا تو قیاسا اور نیز استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۱۷۶) فان قال للوكيل بشراء عبد بعد ما دفع الدار الی الموكل سلمت لك الشفعة صح استحسانا ولو اشتری دارا بالوكالة لغيره فقال اجنبي للشفيع سلم شفعة هذه الدار للموكل فقال الشفيع سلمتها لك او اعرضت عنها لك صح تسليمها قياسا واستحسانا ولو قال الشفيع لاجنبي ابتداء سلمت شفعة هذه الدار لك او قال اعرضت عنها لك لا يصح تسليمه ولا يبطل شفعته قياسا واستحسانا ولو قال لاجنبي سلمت الشفعة للموكل او قال وهبتها للموكل او قال عرضت عنها للموكل لاجلك وشفاعتك صح تسليمه للامر وتبطل شفعته۔

(۱۷۶) اگر ایک وکیل نے مکان خرید کر اپنے موکل کو دیدیا بعد ازان شفیع نے وکیل سے کہا مین نے تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا ہے تو استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر اسی صورت مین ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا اس مکان کا شفعہ موکل کے لیے چھوڑ دے شفیع نے کہا تیرے لیے مین نے چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے مین نے اعراض کر لیا تو قیاسا اور نیز استحسانا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع نے اجنبی کے بغیر کہے خود اوس سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے اعراض کر لیا تو استحسانا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اجنبی سے کہا موکل کے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا موکل کے لیے ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے تیری وجہ سے اور تیری سفارش سے اعراض کر لیا تو موکل کے لیے اوسکا چھوڑنا صحیح ہوگا۔

(۱۷۷) ولو صالح الاجنبي الشفيع من شفعته علی دراهم معلومة كان تسليما ولا يجب المال لانه لو صالح المشتری من الشفعة علی مال بطلت شفعته ولا يجب المال وهو بمنزلة ما اذا صالح الكفيل بالنفس الطالب علی مال لا يجب المال

(۱۷۷) اگر ایک اجنبی شخص نے کچھ روپیہ مقرر کر کے شفیع سے شفعہ کے بارے مین صلح کر لی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اجنبی کو روپیہ دینا نہ پڑیگا اسلیے کہ اگر خود مشتری بعوض کچھ مال کے شفیع سے صلح کرے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور مشتری کو کچھ مال دینا نہین پڑتا ہے جسطرح کفیل بالنفس کچھ مال ٹھیرا کر طالب سے صلح کرے تو کفیل کو مال دینا نہین پڑتا اور اسبات مین اختلاف ہے کہ وہ کفالت سے بری ہوجاتا ہے یا نہین ابو حفص کی روایت

وهل يبرأ عن الكفالة في رواية ابي حفص يبرأ ولا يبرء في رواية ابي سليمان

کے موافق بری ہوجاتا ہی اور ابوسلمان کے روایت کے موافق بری نہین ہوتا۔

(١٧٨) ولو ان اجنبيا قال للشفيع اصالحك على كذا من الدراهم على ان تسلم الشفعة ولم يقل لي فقبل الشفيع لا يجب المال على الاجنبي ولا يبطل شفعته۔

(١٧٨) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے یہ بات کہی بعوض اسقدر روپیہ کے اس بات پر مین تجھسے صلح کرتا ہون کہ تو شفعہ کو چھوڑ دے اور یہ لفظ نہ کہا کہ میرے لیے اور شفیع نے قبول کرلیا تو اس اجنبی پر روپیہ لازم نہوگا اور اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(١٧٩) ولو قال الشفيع للبائع سلمت لك بيعك او قال للمشتري سلمت لك شراءك بطلت شفعته۔

(١٧٩) اگر شفیع نے بایع سے کہا تیرے لیے مین نے تیری بیع کو چھوڑ دیا یا مشتری سے کہا تیرے لیے تیری خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(١٨٠) وان قال لاجنبي سلمت لك شراء هذه الدار لم يكن ذلك تسليما ولا تبطل شفعته۔

(١٨٠) اگر شفیع نے ایک اجنبی شخص سے کہا تیرے لیے مین نے اس مکان کے خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل نہوگا

(١٨١) وان قال الشفيع للمشتري سلمت هذه الدار لك او شفعة هذه الدار لك ان كنت اشتريتها لنفسك وقد كان المشتري اشتراها لغيره لا يبطل شفعته لانه علق التسليم بالشرط وتسليم الشفعة اسقاط يحتمل التعليق والمعلق بالشرط لا ينزل عند عدم الشرط

(١٨١) اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین نے اس مکان کو یا اس مکان کے شفعہ کو تیرے لیئے چھوڑ دیا اگر تو نے اپنے لیے خریدا ہی اور مشتری نے کسی اور کے لیے اوسکو خریدا تھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ شفیع نے ترک شفعہ مین شرط لگائی تھی اور شفعہ کا ترک کرنا ایک حق کا ساقط کرنا ہی جسمین شرط لگ سکتی ہی اور مشروط بغیر شرط کے ثابت نہین ہوتا

(١٨٢) ولو ان الشفيع قال للمشتري سلم لي نصف الدار بالشفعة فابى المشتري لا يبطل شفعته هو الصحيح وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار سلم لي نصفها بالشفعة

(١٨٢) اگر شفیع نے مشتری سے کہا نصف مکان بذریعہ شفعہ کے مجکو دے اور مشتری نے انکار کیا تو قول صحیح یہ ہی کہ شفعہ باطل نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون لہذا بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دے تو باقی نصف مکان مین تیرے لیے چھوڑ دون مشتری نے

فاسلم لك النصف الباقي فابى المشتري لا يبطل شفعته۔

اس بات سے انکار کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(۱۸۳) ولو ان البائع والمشتري قالا للشفيع ابرئنا عن كل خصومة لك قبلنا ففعل وهو لا يعلم ثبوت الشفعة بطلت شفعته قضاء ولا تبطل فيما بينه وبين الله تعالى وهو كرجل قال لغيره اجعلني في حل ففعل ولم يعلم بما له قبله في القضاء يبرأ عما له عليه ولا يبرأ فيما بينه وبين الله تعالى۔

(۱۸۳) اگر بائع اور مشتری نے شفیع سے کہا کہ ہم سے تجھسے جو کچھ جھگڑا ہے اوس سے ہمکو بری کردے اور شفیع نے اونکو بری کردیا اگر ثبوت شفعہ کا اوسکو علم نہ تھا تو عند القاضی اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عند اللہ باطل نہوگا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے میرے اوپر جو کچھ تیرا حق ہو مجھکو معاف کردے اور اوس شخص کو اسبات کا علم نہ تھا کہ کیا حق ہو اور اوسنے معاف کردیا تو عند القاضی یہ شخص اوسکے حق سے بری ہو جائیگا اور عند اللہ بری نہوگا

(۱۸۴) ولو ان رجلا اوصى بداره لرجل فلم يعلم به الموصى له ومات الموصي فبيعت دار بجنب دار الوصية ثم قبل الموصى له الوصية فلا شفعة للموصى له في الدار الثانية لانه لم يملك الوصية قبل القبول فلا يكون جار الدار الثانية۔

(۱۸۴) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا مکان فلان شخص کو دیا جائے اور جسکے لیے وصیت کی ہے اوسکو وصیت کا علم نہیں ہے اب وصیت کرنے والا مرگیا اور اوس مکان کے پہلو میں ایک مکان فروخت ہوا پھر اوس نے اوس وصیت کو قبول کیا تو دوسرے مکان میں اس شخص کا شفعہ نہوگا اسلیے کہ قبل از قبول وصیت یہ شخص مکان کا مالک اور فروخت شدہ مکان کا جار نہ تھا۔

(۱۸۵) ولو ان الموصى له مات قبل ان يعلم بالوصية ثم بيعت الدار الثانية بجنبها فادعى ورثة الموصى له الشفعة في الدار الثانية كان لهم ذلك لان موت الموصى له قبل القبول يكون قبولا للوصية فصارت الوصية ميراثا عنه لورثته فاذا ثبت الملك للورثة تحقق لهم سبب الشفعة وهو الجوار

(۱۸۵) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا فلان مکان فلان شخص کو دیدیا اور موصی لہ (یعنے جسکے لیے وصیت کی تھی) اس وصیت سے لاعلم تھا اور اوسی لاعلمی کی حالت میں مرگیا بعد ازان اوس مکان کے پہلو میں ایک مکان فروخت ہوا اور اس موصی لہ کے وارثون نے فروخت شدہ مکان میں شفعہ کا دعوی کیا تو اونکا دعوی صحیح ہے اسلیے کہ قبل از قبول وصیت موصی لہ کا مرجانا وصیت قبول کرنے کے حکم میں ہے اور یہ وصیت کا مکان موصی لہ کے وارثون کے ملک ہو جائیگا اور جب اونکی ملک ہو گیا تو شفعہ کا سبب یعنے جوار ثابت ہوگیا

(۱۸۶) واما الحیل فی ابطال الشفعة ذکر الخصاف رح فیه منها ما یکون تزهیدا عن طلب الشفعة ومنها ما یکون ابطالا اما ما یکون ابطالا فمنها ان یهب البائع الدار للمشتری ویشهد علی الهبة والمشتری یهب الثمن للبائع ویشهد علیها فلا یثبت الشفعة اذا لم یکن الهبة بشرط العوض الا ان هذه الحیلة لا یملکها بعض الناس لانها تبرع ومن الناس من لا یملك التبرع کالاب والوصی وغیرهما۔

(۱۸۶) خصاف رح نے ذکر کیا ہی بعض حیلے ایسے ہین جنسے شفیع کو خود ہی شفیع کیطرف توجہ نہین رہتی اور بعض ایسے ہین جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ابطال شفعہ کے لیے منجملہ حیلون کے ایک یہ حیلہ ہی کہ بائع اوس مکان کو اولاً مشتری پر ہبہ کرکے لوگون کو گواہ کردے اوس کے بعد مشتری بائع پر ثمن ہبہ کرکے لوگونکو گواہ کر دے اگر یہ ہبہ بشرط عوض نہو لیکن یہ ایسا حیلہ ہی کہ ہر شخص اس حیلے کو نہین کرسکتا اسواسطے کہ ہبہ تبرعات مین سے ہے اور بعض لوگون کو تبرعات کا اختیار نہین ہوتا مثلاً نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی وغیرہ۔

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

✢ ✢ ✢ ✢ ✢

(۱۸۷) ومنها ان یصدق بالدار علی انسان ثم المشتری تیصدق بمثل الثمن علی البائع فهی والهبة سواء الا ان فی الهبة للاجنبی یملك الرجوع وفی الصدقة لا یملك۔

(۱۸۷) ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ بائع اپنا مکان مشتری پر صدقہ کردے اور مشتری ثمن کی قدر بائع پر صدقہ کرے یہ صورت اور ہبہ کی صورت دونون برابر ہین مگر اتنا فرق ہی کہ اجنبی کے لیے ہبہ کرنے مین ہبہ کرنے والا رجوع کرسکتا ہی اور صدقہ مین رجوع نہین کرسکتا۔

(۱۸۸) ومنها ان یهب جزء شائعا من الدار ثم یترافعان الی القاضی الذی یری هبة المشاع فیما یحتمل القسمة فیحکم بجواز الهبة ثم یبیع بقیة الدار منه فیکون الموهوب له مقدما علی الجار۔

(۱۸۸) ایک حیلہ یہ ہی کہ بائع مکان کا کوئی غیر معین حصہ مشتری کو ہبہ کر دے پھر یہ بائع اور مشتری ایسے قاضی کے روبرو اپنا قضیہ پیش کرین جو محتمل القسمة چیزون مین ایک حصہ غیر معین کے ہبہ کو تجویز کرتا ہی تاکہ یہ قاضی جواز ہبہ کا حکم دے اوسکے بعد یہ بائع باقی مکان اوس مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس صورت مین مشتری بسبب شرکت کے جار پر مقدم ہوگا

(۱۸۹) ومنها ان یهب الدار بشرط العوض الا ان هذا علی الروایة

(۱۸۹) ازانجملہ ایک یہ حیلہ ہی کہ بشرط عوض اپنا مکان کسیکو ہبہ کرے مگر یہ اوس روایت کے موافق ہوسکتا ہی کہ ہبہ بشرط

التی لایثبت الشفعة فی الهبة بشرط العوض اما فی الروایات الظاهرة تثبت الشفعة فی الهبة بشرط العوض فان اراد ان لایأخذ الشفیع فی ظاهر الروایات ینبغی ان یاخذ الموهوب له الدار الاجزاء منها ویاخذ الواهب کل العوض الا دانقا فلا یثبت الشفعة للشفیع فان فی الهبة بشرط العوض قالوا انما یثبت الملک للموهوب له اذا قبض الکل اما اذا لم یقبض الکل لا یثبت له الملک ولا ینقطع حق الواهب ویکون للواهب ان یرجع من غیر قضاء ولا رضاء یروی ذلک عن محمد رحمه الله نصا فیکون هذا کالبیع بشرط الخیار للبائع وثم لا یثبت الشفعة للشفیع لبقاء حق البائع هذا اذا کان الموهوب شیئا یحتمل القسمة فان کان لا یحتمل القسمة کالبیت الصغیر والحانوت اذا وهب منها جزءا معلوما شائعا جاز عند الکل ولا یکون للجار ان یاخذ بالشفعة

عوض میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا لیکن روایت ظاہر یہی ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں شفعہ ثابت ہوتا ہی پس اگر ہبہ کرنے والے کو مقصود ہو کہ ظاہر روایت کے بھی موافق شفیع نہ لے سکے تو یہ تدبیر کرنی چاہیے کہ موہوب لہ دیدے جسکو ہبہ کیا ہے، کل مکان کو قبول کرے مگر ایک بالشت چھوڑ دے اور ہبہ کرنے والا کل عوض قبول کرلے اور ایک پیسہ چھوڑ دے کہ اسوقت میں شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے فقہاء کے نزدیک ہبہ بشرط العوض میں موہوب لہ کی ملک اوسوقت ثابت ہوتی ہو کہ جسوقت کل پر قبضہ کرلے اور جب تک کل پر قبضہ نہوگا ملک ثابت نہوگی اور ہبہ کنندہ کا حق اوس سے منقطع نہوگا بلکہ بلا حکم قاضی اور بلا رضامندی باہمی کے اوسکو ہبہ کے واپس کرنے کا اختیار رہیگا۔ محمد رحمہ اللہ سے یہ قول صراحۃً مروی ہی پس اوسکا حال ایسی بیع کا سا حال ہی جسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہے کہ جب تک بائع کا حق باقی رہیگا شفیع کا شفعہ ثابت نہوگا۔ یہ حکم اوسوقت ہی کہ ہبہ کنندہ محتمل القسمت چیز کو ہبہ کرے اور اگر غیر محتمل القسمت چیز ہے مثلاً چھوٹی سی کوٹھری یا دوکان اور اوسمین سے نصف بلا تعیین ہبہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور جار کو شفعہ کا اختیار نہوگا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۹۰) ومنها ان یشتری البناء اولا فی صفقة ثم یشتری العرصة بثمن غال فلا یثبت الشفعة فی البناء لانه نقلی ولا یرغب الشفیع فی اخذ العرصة بثمن

(۱۹۰) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری اولا ایک بیع سے مکان کی صرف عمارت کو خریدے بعد ازان مکان کی زمین کو گران قیمت سے خریدے کہ عمارت چونکہ منقولات مین داخل ہی اسلیے اوسمین شفعہ نہوگا اور زمین کو گران ہونے کی وجہ سے

غال فكان تزهيدا۔

شفیع خود نہ لیگا اس حیلے سے شفیع شفعہ نکر سکیگا اگرچہ اوسکا شفعہ باطل ہوگا

(۱۹۱) وكذا لو وهب البناء يا صله ثم يشتري العرصة بثمن غال وكذلك في الكروم والاراضي۔

(۱۹۱) ایک حیلہ یہ ہے کہ مالک مکان عمارت کو کسی پر ہبہ کر کے اوسکی زمین کو گران قیمت سے اوسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور باغات و آراضی کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۹۲) وفي هذه الفصول اذا اراد الشفيع ان يحلف البائع او المشتري بالله ما فعل هذا فرارا عن الشفعة ان اراد تحليف البائع ليس له ذلك لان نكوله لا يكون حجة على المشتري وان اراد تحليف المشتري فكذلك لانه يدعي عليه شيئا لو اقر به لا يلزمه۔

(۱۹۲) حیلے کی صورتوں میں اگر شفیع کو بائع یا مشتری سے اسبات کا حلف لینا منظور ہو کہ یہ تدبیر ابطال شفعہ کے لیے نہیں کی گئی ہے تو بائع سے حلف نہیں لے سکتا اسواسطے کہ اگر بائع نے حلف سے انکار کیا تو مشتری پر اوسکا انکار حجت نہوگا اور نہ مشتری سے حلف لے سکتا ہے اسلیے کہ اگر مشتری اوسکے دعوی کا مقر ہو جائے تو وہ دعوی مشتری پر لازم نہوگا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۹۳) ومن الحيلة ان يشتري سهما معلوما بثمن غال في صفقة ثم يشتري الباقي بثمن يسير فلا يرغب الشفيع فيما باع اولا لكثرة الثمن وبيده ونه لا يملك اخذ الباقي لان المشتري يصير شريكا فيكون مقدما على الجار۔

(۱۹۳) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری ایک بیع میں مکان کا معین حصہ گران قیمت سے خریدے بعد ازان باقی کو ارزان قیمت سے خریدے کہ پہلے بیع میں گرانی کی وجہ سے شفیع کو شفعہ کیطرف توجہ نہو گی اور دوسری بیع میں وہ اسلیے شفعہ نکر سکیگا کہ مشتری شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو جائیگا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۹۴) ومنها ان يشتري الدار بثمن غال ثم يأخذ البائع بذلك الثمن بدلا اخر فلا يرغب الشفيع ان يأخذ الدار بالثمن لكثرته ولا يكون له ان يأخذها بالبدل الثاني لان الثاني بدل عن الثمن لا عن الدار۔

(۱۹۴) ایک حیلہ یہ ہے کہ مکان کو گران قیمت سے خرید لے اور بائع کو اوس قیمت کے عوض میں کوئی اور چیز دیدے جو مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو اس تدبیر سے شفیع کو ثمن دیگر مکان کے لینے کی طرف توجہ نہو گی اسلیے کہ ثمن مکان کی اصل قیمت سے زیادہ قرار پایا ہے اور اوسکے بدلے میں وہ چیز وہ لیکر بھی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ چیز ثمن کا بدل ہے مکان کا بدل نہیں

۱۹۵۱، وذکر الخصاف رح حیلة لم یروها
عن محمد رح وهی ان یدعی ان الدار
لابن صغیر له فی ید هذا الرجل ثم
ان المدعی یصالح الذی فی یدیه الدار
علی ان یدفع الیه مائة دینار ولا یقول
انها من مال ابنه علی ان یسلم الذی
فی یدیه الدار فیجوز ولا شفعة فیها
لان الاب لا یاخذ الدار بطریق
المعاوضة فیقع الملك للابن دون الاب
الا ان هذا کذب فان اراد ابطال
الشفعة علی وجه لا یکون کاذبا یامر
الاب مملوکا له ان یشتری الدار من
صاحبها لابن صغیر لمولاه بالثمن الذی
اتفقا علیه فیشتری المملوك شراء ثم ان
المولی یدعی ان الدار لابنه الصغیر
ولا یدعی الشراء فیکون صادقا الا
ان هذا لا یخلو عن نوع شبهة لان
الملك انما یثبت للابن بالسبب
فاذا ادعی الاب ملکا مطلقا کان
مدعیا غیر ذلك الملك لان الملك
المطلق اقوی من الملك بالسبب
علی ما عرف ان القضاء بالملك
المطلق قضاء بالزوائد وفی القضاء
بالملك بسبب لا یدخل الزوائد
والشهود اذا تحملوا الشهادة علی الملك

۱۹۵۱، خصاف رح نے ایک حیلہ ذکر کیا ہے جسکی روایت
امام محمد رح سے نہین کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص مالک مکان
پر اسبات کا دعوی کرے کہ تیرے پاس جو یہ مکان ہے میرے
نابالغ لڑکے کا ہے بعدازان یہ مدعی کو اشرفیان دیکر
اور مدعا علیہ سے مکان لیکر صلح کرلے اور یہ نہ کہے کہ میرے
لڑکے کا مال ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اوسمین شفعہ نہین ہے
اسلیے کہ باپ نے یہ مکان بطریق معاوضہ کے نہین لیا ہے
لہذا وہ مکان باپ کی ملک نہوگا بلکہ بیٹے کی ملک ہوجائیگا
مگر اس حیلہ مین یہ نقصان ہے کہ باپ کا یہ کہنا صریح کذب ہے
پس اگر اوسکو مقصود ہو کہ شفعہ باطل ہوجاوے اور
جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے تو اوسکی یہ تدبیر ہے کہ بالغ اپنے کسی
غلام کو حکم دے اور وہ غلام اس مکان کو مالک مکان سے
ثمن ٹھیراکر اپنے آقا کے نابالغ لڑکے کے واسطے خرید لے
بعدازان اوسکا آقا دعوی کرے کہ یہ مکان میرے
لڑکے کا ہے اور خریدنے کا ذکر نکرے تو اوسکا یہ کہنا سچ
ہوگا مگر اسمین ایک قسم کا شبہہ ہے اسواسطے کہ بیٹے کو ملکیت
بالسبب ثابت ہوگی اور باپ ملکیت مطلقہ کا دعوی
کرتا ہے پس اوسکا دعوی خلاف واقع کے ہے اس لیے
کہ ملکیت مطلقہ ملکیت بالسبب سے قوی ہے چنانچہ معلوم ہوچکا
ہے کہ ملکیت مطلقہ کے حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت ہوجاتا
ہے اور ملکیت بالسبب کا حکم دینے سے زوائد کا حکم
ثابت نہین ہوتا اسیطرح اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا
علم تھا اور اپنے اظہارین اونھون نے ملکیت مطلقہ
کا بیان کیا تو اونکی گواہی خلاف واقع کے ہوگی
اس لیے کہ ملکیت مطلقہ مین اصل کے ساتھ

بسبب فاذا شهدوا بالملك المطلق كانت شهادتهم بالاصل والزيادة۔

زیادتی بھی داخل ہوتی ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖

(۱۹۶) واختلف المشائخ رح ان الشاهد اذا تحمل الشهادة على الملك بسبب ثم ان البائع غصب المبيع من المشترى فجاء المشترى بالشهود وامرهم ان يشهدوا له بالملك المطلق قال بعضهم يجوز لهم ان يشهدوا بالملك المطلق وقال بعضهم لا يجوز وكذا اذا تحملوا الشهادة على الدين بسبب هل يباح لهم ان يشهدوا على الدين مطلقا هو على هذا الخلاف ايضا والخصاف رح يقول بالجواز۔

(۱۹۶) اگر گواہوں کو ملکیت بالسبب کا علم ہے اور بائع نے مبیع کو مشتری سے غصب کر لیا اور مشتری نے گواہ پیش کیے اور اونسے ملک مطلق کی گواہی چاہی تو مشائخ رح کا اوسمین اختلاف ہے بعض کہتے ہین ان گواہوں کو ملکیت مطلقہ کی گواہی دینا جایز ہے بعض کہتے ہین جائز نہین ہے اسیطرح اگر گواہوں کو کسی خاص سبب سے دین کا علم ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک مطلق دین کی گواہی دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہین ہے خصاف رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ گواہی دینا جایز ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۱۹۷) ومن جملة الحيل ان يقر البائع بجزء معلوم من الدار للمشترى ثم يبيع الباقي منه الا ان هذا يكون على الاختلاف ايضا لانهم اختلفوا ان الانسان اذا اقر لغيره بعين هل يثبت الملك للمقر له بالاقرار قال بعضهم لا يثبت لان الاقرار ليس من اسباب الملك ولهذا لا يصح من العبد المأذون ولو كان الاقرار من اسباب الملك كان الاقرار تمليكا بغير عوض والعبد المأذون لا يملك ذلك۔

(۱۹۷) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کے لیے بائع مکان کے ایک خاص حصہ کا اقرار کرلے بعد ازان باقی کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دے مگر اسمین بھی اختلاف ہے اسلیے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لیے کسی خاص چیز کا اقرار کرے تو بعض کے نزدیک اس اقرار سے دوسرے کے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور بعض کے نزدیک ملکیت ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اقرار ملکیت کا سبب نہین ہے ولہذا وہ غلام جو آقا کیطرف سے خرید فروخت کا مجاز ہے اگر کسی کے لیے اقرار کرلے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اور اگر یہ اقرار ملکیت کا سبب ہوتا تو اوسمین تملیک بلا عوض پائی جاتی اور وہ غلام اسبات کا مجاز نہین تھا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(١٩٨) ومن الحيل ان يوكل المشترى رجلا بالشراء فيشترى الوكيل ويغيب ولا يكون الموكل خصما للشفيع الا ان هذا على قول محمد رح اما على قول ابي يوسف رح يكون الموكل خصما للشفيع ليطلب منه الشفعة فانه ذكر في المأذون اذا اشترى الرجل دارا او باع من اخر وغاب المشترى الاول ثم جاء الشفيع واراد ان ياخذ بالبيع الاول على قول محمد رح لا يملك ذلك وعلى قول ابي يوسف رح يملك ذلك۔

(١٩٨) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری کسی شخص کو وکیل مقرر کرکے مکان خریدے اور یہ وکیل مکان کو خرید کر کہین غائب ہوجاوے اب وہ شفیع اس موکل سے دعوے نہین کرسکتا مگر یہ حیلہ امام محمد رح کے موافق ہوسکتا ہے اور ابو یوسف رح کے موافق نہین ہوسکتا اسلئے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک اس موکل سے شفیع دعوے کرسکتا ہے۔ چنانچہ ماذون مین مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور مشتری اول غائب ہوجاے بعد ازان شفیع بیع اول مین شفعہ کا دعوی کرے تو امام محمدؒ رح کے نزدیک کرسکتا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک نہین کرسکتا ہے۔

(١٩٩) وعلى هذا الخلاف العبد المأذون المديون اذا باعه المولى بغير اذن الغرماء فغاب فحضر الغرماء لاخصومة لهم مع المشترى في قول محمد رح وعلى قول ابي يوسف رح للغرماء ان يخاصموا المشترى۔

(١٩٩) اگر ایک شخص کے غلام پر لوگون کا قرض آتا ہے اور اس شخص نے اون لوگون کی بلا اجازت غلام کو فروخت کردیا اور غلام کہین غائب ہوگیا اب قرضخواہ امام محمدؒ کے نزدیک مشتری سے نزاع نہین کرسکتے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری سے مخاصمت اور نزاع کرسکتے ہین۔

(٢٠٠) ومن الحيلة بالشفعة ان يواجر المشترى من البائع ثوبا ليلبس يوما الى الليل بجزء من مائة جزء من الدار فيقضي اليوم ثم يبيع بقية الدار من صاحب الثوب فلا يكون الشفعة للشفيع اما في الجزء الاول فلان صاحب الثوب ملك الجزء بالمنفعة واما في

(٢٠٠) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سے ایک کپڑا صبح سے شام تک پہننے کیواسطے لیوے اور اوسکی اجرت یہ ٹھہراے کہ اپنے مکان کے سو حصون مین سے ایک حصہ تجکو دونگا اور صبح سے شام تک اوس کپڑے کو پہن کر باقی مکان کپڑے والیکے ہاتھ فروخت کردے تو اس سے شفیع شفعہ نکر سکیگا ایک حصہ مین تو اسواسطے کہ کپڑے والا بعوض منفعت کے اسکا

بقية الدار فان صاحب الثوب
صار شريكا في الدار فكان مقدما
على صاحب الجار۔

(٢٠١) ومنها ان يستاجر صاحب
الدار الذي يريد شراء الدار
بعشر الدار على ان يسقيه
فاذا سقاه في ذلك المجلس او في غيره
يملك عشر الدار فلا يكون للشفيع
حق الشفعة وهو اولى من الجار
جعل الاجرة ههنا بمنزلة المهر
وفي المبسوط جعل الاجرة بمنزلة
المبيع فانه قال لوكانت الاجرة
عبدا فباعه قبل القبض لا يجوز
ولو استحق العبد الذي
هو اجر الدار بطل العقد والخصاف
رح جعل الاجرة بمنزلة المهر۔

(٢٠٢) ومن الحيلة انه اذا اراد ان
يبيع الدار بعشرة الاف درهم
يبيعها بعشرين الفا ثم يقبض تسعة
الاف وخمسمائة ويقبض بالباقي
عشرة دنانير او اقل او اكثر
لو اراد الشفيع ان ياخذها
بعشرين الفا فلا يرغب في الشفعة
ولو استحقت الدار على المشتري لا يرجع
المشتري بعشرين الفا وانما يرجع

مالک ہوا ہے بعوض مال کے نہین ہوا اور مکان
کے ننانوے حصو مین اسواسطے شفعہ نہین کر سکتا
کہ کپڑے والا اب اُس مکان مین شریک ہی اور جار پر اسکو تقدم ہے

(٢٠١) ایک حیلہ ہی کہ مالک مکان اوس شخص سے
جو مکان خریدنا چاہتا ہے یہ بات کہے کہ تو
مجھکو پانی پلادی اور اسکی اُجرت مین مجھسے اس مکان
کا دسوان حصہ لیلے اگر اس شخص نے اوسی جلسہ
مین یا اسکی بعد صاحب مکان کو پانی پلادیا تو یہ شخص
مکان کے دسوین حصہ کا مالک ہوجائیگا اور بوجہ
شرکت کے شفیع بالجوار پر اوسکو تقدم ہوگا۔ اور یہہ
اجرت بمنزلہ مہر کے ہی اور مبسوط مین اس اُجرت کو
بمنزلہ مبیع کی قرار دیا ہے اور کہا ہی کہ اگر اسکی اُجرت
ایک غلام قرار پائی اور اُجرت لینی والا قبل از قبضہ اُسکو
فروخت کردی تو جائز نہوگا اور اگر اس غلام مین جو مکان
کی اجرت قرار پایا ہی کسی کا حق برآمد ہو تو عقد اجارہ باطل
ہوجائیگا۔ اور خصاف رحمہ نے اجرت کو بمنزلہ مہر کی قرار دیا ہے۔

(٢٠٢) ایک حیلہ یہ ہی کہ جب کوی شخص ایک مکان
دس ہزار روپیہ کو فروخت کرنا چاہے تو یہ تدبیر کرے
کہ بیس ہزار سے اُسکو فروخت کری اور ساڑہے نو ہزار روپیہ
لیکر باقی پانسو روپیہ کی بدلےمین دس بیس اشرفیان لیکر
مکان مشتری کو دیدے کہ اس صورت مین اگر شفیع
لینا چاہیگا تو بیس ہزار روپیہ اوسکو دینی پڑینگی لہذا شفعہ
کیطرف اُسکو توجہ نہوگی اور اگر اس صورت مین مکان کے اندر کسی کا حق برآمد
ہوا جسکی وجہ سی مشتری کو مکان کا واپس کرنا پڑا تو مشتری
بائع سی بیس ہزار روپیہ واپس نہین لی سکتا بلکہ جسقدر

بما اعطاہ لانہ اذا استحقت الدار یظھر انہ لم یکن علیہ ثمن الدار فیبطل الصرف کما لو باع الدینار بالدراھم الذی للمشتری علی البائع ثم تصادقا انہ لم یکن لہ علیہ دین فانہ یبطل الصرف۔

اُسنے دیا ہی اوسیقدر واپس لیگا اسواسطیکہ حق ہر آنہ ہونے سی یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر اُس مکان کا ثمن واجب نہین تہا لہذا ساڑہی دس ہزار روپیہ کی بیع اون اشرفیونسی باطل ہوگئی جسطرح ایک شخص کا دوسرے پر کچہہ روپیہ آتا ہی اور قرضدار نے بعوض اُس روپیہ کے کچہہ اشرفیان قرضخواہ کے ہاتہ فروخت کردین پہر دونو باہم اسبات کی تصدیق کرلین کہ ہمارا تمہارا

۲۰۳، ومن حیلۃ ابطال الشفعۃ ان یقول المشتری للشفیع انی اشتریت الدار من فلان بکذا فانا بیعھا منک فاشتر ویقول زدنی فی الثمن کذا وکذا او یقول عاوضھا لی بدار اخری او یقول انی اولیکھا فان احببت ان اولیکھا بالثمن الذی اشتریتھا ولیتکھا فقال الشفیع تولیتھا فانہ یبطل الشفعۃ۔

۲۰۳، ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری شفیع سی یہ بات کہی کہ مینے فلان مکان فلان شخص سے اسقدر روپیہ کو خریدا ہے اور تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون تو خریدلے یا کہے اسقدر ثمن بڑہا کر تو مجہسے لیلے یا یہ کہے کہ اسکے بدلے مین دوسرا مکان مجکو دیدے یا یہ کہے کہ تیرے ہاتہ مین اوس مکانکا تولیہ کرتا ہون اگر تیری مرضی ہو تو جسقدر ثمن سے مین نے لیا ہی اسیقدر سے تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون اور شفیع نے اوس کو قبول کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۲۰۴، وکذا لو بعث المشتری الی الشفیع رجلا یقول للشفیع ذالک فقال الرجل المبعوث للشفیع ان فلانا اشتری ھذہ الدار بکذا وھو یقول لک ان احببت ان اولیکھا بما اشتریتھا بہ ولیتکھا فقال الشفیع نعم ولیتھا فانہ تبطل الشفعۃ۔

۲۰۴، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کی معرفت پیغام بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سی یہ بات کہی کہ فلان شخص نے اس مکان کو اسقدر روپیہ سے خریدا ہے اور وہ یہ کہتا ہی کہ اگر تیری مرضی ہو تو اسیقدر روپیہ مین تجکو یہ مکان دے دونگا اور شفیع نے تولیت کو منظور کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

۲۰۵، ولو بعث المشتری الی الشفیع رجلا فقال للشفیع قد کنت اشتریت من فلان یعنی البائع ھذہ الدار

۲۰۵، اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کو بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سی کہا کہ مین فلان شخص یعنی بائع سے اس مشتری نے پہلے خرید چکا ہون مکانکو اور شفیع نے کہا کہ ہان

قبل شراء هذا الرجل فقال الشفيع نعم بطلت الشفعة لان الشفيع اقر ان شراء هذا المشتري لم يصح فلم يثبت به الشفعة وكذا لو قال ذلك الرجل للشفيع هذه الدار لك ولم يكن لفلان البائع فقال الشفيع نعم بطلت شفعته لانه لما ادعى الملك لنفسه فقد اقر بانه لا شفعة له۔

تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفیع نے اقرار کر لیا کہ اِس مشتری کا خریدنا صحیح نہین ہی اور جب خریدنا صحیح نہوا تو شفعہ بھی ثابت نہوگا اسیطرح اگر اس شخص نے شفیع کے پاس آکر کہا یہ مکان تیرا ہی اور فلان بائع کا نہین ہے اور شفیع نے کہا بیشک تو شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ جب شفیع نے اپنے واسطے ملکیت کا دعوی کیا تو گویا اُس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا شفعہ نہین ہے۔

\+ + + + + +

(٢٠٦) ولو قال المشتري للشفيع اني اشتريت هذه الدار بمائة دينار فان احببت ان احطك من ثمنها عشرة دينار فقال نعم بطلت شفعته قالوا انما يبطل شفعته في هذه الصورة اذا قال احط عنك من ثمنها عشرة دنانير وابيعها منك بتسعين دينارا اما بدون هذه الزيادة لا يبطل شفعته۔

(٢٠٦) اگر مشتری نے شفیع سے کہا یہ مکان سو اشرفی کو مین نے خریدا ہے اگر تیری مرضی ہو تو دس اشرفیان تیرے واسطے کم کردون اور شفیع نے کہا اچھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا فقہا کا قول ہی کہ صورت مذکورہ مین شفعہ اوسوقت باطل ہوتا ہے کہ جب مشتری شفیع سے یہ لفظ کہے کہ اوسکے زرثمن مین سے تجھسے دس اشرفیان کم کرتا ہون اور نوّے اشرفیون کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ نہین کہا تو شفعہ باطل نہوگا۔

\+ + + + +

(٢٠٧) ولو اشترى دارا وطلب الشفيع الشفعة فصالح المشتري من ذلك على بيت معين من الدار يدفعه اليه بحصته من الثمن ذكرنا انه لا يجوز لان حصته من الثمن ليست بمعلوم فان اراد ان يسلم البيت الى الشفيع ويبقى

(٢٠٧) اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفیع سے اس بات پر صلح کر لیا کہ اس مکان مین سے فلان کوٹھری مین تجھکو دیتا ہون جسقدر ثمن اوسکے حصہ مین آوے تو مجھکو ادا کر دے تو ہمارے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز ہے اسلیے کہ ثمن کا حصہ غیر معلوم ہی پس اگر مشتری کو

مابقی من الدار للمشتری یشتری رجل اجنبی ھذا البیت للشفیع بامرہ ثم ان الشفیع یسلم الشفعۃ فیما بقی من الدار فیحصل الغرض لکل واحد منھما یسلم البیت للشفیع ویثبت الدار للمشتری۔

منظور ہو یہ کوٹھری شفیع کو دیدون اور باقی مکان اپنے پاس رکھون تو اوس کی یہ تدبیر ہے کہ شفیع کی اجازت سے ایک اجنبی شخص اس کوٹھری کو شفیع کے لیے خریدے بعد ازان باقی مکان مین یہ شفیع شفعہ کو چھوڑ دے تو ہر ایک کا مقصود حاصل ہو جائیگا یعنے وہ کوٹھری شفیع کو مل جائیگی اور باقی مکان مشتری کا رہیگا۔

(۲۰۸) اذا مات الشفیع بعد ما قضی القاضی لہ بالشفعۃ قبل ان یقبض الدار وقبل ان ینقد الثمن کانت الدار لورثۃ الشفیع لان قضاء القاضی بالشفعۃ بمنزلۃ البیع۔

(۲۰۸) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا مگر شفیع مکان پر قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو یہ مکان شفیع کے وارثون کو مل جائیگا اس لیے کہ قاضی کا حکم دینا منزلہ بیع کے ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۲۰۹) ولو مات الشفیع بعد ما اشتری الدار کانت میراثا لورثتہ۔

(۲۰۹) اگر شفیع مکان خرید کر مرگیا تو اوسکے وارث مکان کے مالک ہونگے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۲۱۰) ولو قضی القاضی بالشفعۃ للشفیع وطلب المشتری من الشفیع ان یرد الدار علی المشتری بزیادۃ فی الثمن والزیادۃ من جنس الثمن او من غیر جنسہ یصیر الدار للمشتری بالثمن الاول ویبطل الزیادۃ لان رد الدار علی المشتری یکون بمنزلۃ الاقالۃ والاقالۃ انما تکون بالثمن الاول ولا یصح فیھا الزیادۃ۔

(۲۱۰) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے اسبات کی درخواست کی کہ تو اسقدر زیادہ ثمن لیکر مکان مجھے واپس کردے اور شفیع نے واپس کردیا تو پہلے ہی ثمن سے وہ مکان مشتری کا ہو جائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی خواہ وہ زیادتی جنس ثمن سے ہو یا غیر جنس سے اسواسطے کہ وہ مکان مشتری کو پھیر دینا اقالہ کے حکم مین ہے اور اقالہ پہلے ہی ثمن سے ہوتا ہی اوس مین زیادتی درست نہین ہوتی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۲۱۱) وكذا لو طلب المشتري من الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعه ان يرد الدار على البائع بزيادة في الثمن ففعل كانت اقالة والاقالة كما تكون بين البائع و المشتري تتحقق بين البائع والشفيع لان الشفيع بعد ما قضى القاضي له قائم مقام المشتري ويصير المشتري كالوكيل للشفيع فيصح اقالة الشفيع مع البائع ويكون له حق الحبس الى ان يستوفي الثمن۔

(۲۱۱) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان مشتری نے شفیع سے درخواست کی کہ اسقدر ثمن بڑہا کر یہ مکان تو بائع کو واپس کردے اوسنے واپس کردیا تو ثمن کی زیادتی باطل ہوجائیگی اور یہ واپس کرنا اقالہ ہوگا اور اقالہ جسطرح بائع اور مشتری مین ہوتا ہے بائع اور شفیع مین بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ قاضی نے جب شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو شفیع مشتری کے قائم مقام ہوگیا اور مشتری اوس شفیع کے لیے گویا وکیل ہوگیا لہذا شفیع کا اقالہ بائع کے ساتھ صحیح ہوا اور جب تک ثمن نہ لے لے مبیع کو روک سکتا ہے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۲۱۲) ذكر محمد رح في الاصل الحيلة في اسقاط الشفعة ولم يذكر الكراهية قالوا على قول ابي يوسف رحمه الله لا يكره وعلى قول محمد رح يكره وهذا بمنزلة الحيلة لمنع وجوب الزكوة ومنع الاستبراء على قول ابي يوسف رح لا يكره۔

(۲۱۲) محمد رح نے مبسوط مین اسقاط شفعہ کا حیلہ بیان کیا ہے اور اوسکی کراہت کا ذکر نہین کیا مگر فقہا کہتے ہین کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور اسکا حکم ایسا ہی ہے جسطرح کوئی شخص زکوۃ لازم نہونے کے لیے یا استبراء واجب نہونے کے لیے حیلہ کرے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے۔

(۲۱۳) وقال بعض مشائخنا رح يكره الاحتيال لاسقاط الشفعة بعد الوجوب لانه احتيال لابطال حق واجب وقبل الوجوب ان كان الجار فاسقا يتاذى منه لا باس به

(۲۱۳) ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے وجوب شفعہ کے بعد اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اوسمین ایسے حق کا باطل کرنا ہے جو واجب ہوچکا ہے اور اگر ہنوز شفعہ باطل نہین ہوا اور جار ایک فاسق اور موذی شخص ہے تو حیلہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے۔

(۲۱۴) وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي رح لا باس

(۲۱۴) شیخ شمس الائمہ سرخسی رح کا قول ہے کسی صورت مین ابطال حق شفعہ کے لیے حیلہ کرنا برا نہین ہے وجوب شفعہ سے

بالاحتيال لابطال حق الشفعة
على كل حال اما قبل وجوب
الشفعة لاشك كما لو ترك اكتساب
المال لمنع وجوب الزكوة وبعد
وجوب الشفعة لا يكره
الاحتيال ايضاً لانه احتيال
لدفع الضرر عن نفسه لا
للاضرار بالغير فظاهر ما ذكرنا
دليل على هذا۔

پہلے تو ظاہر ہی ہے جسطرح کوئی شخص وجوب زکوۃ کے
خوف سے مال حاصل کرنا چھوڑ دے اور وجوب شفعہ
کے بعد بھی حیلہ کرنا بُرا نہیں ہے اسلیے کہ اوسکو اپنی
ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہے دوسرے کی ضرر
رسانی مقصود نہیں ہے اور یہ بات ہماری ظاہری بیان
سے ثابت ہوتی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

تمام شد

هذا كتاب فی بیان احکام الشفعة

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱) وهی فی اللغة من الشفع وهو الضم ضد الوتر من شفع الرجل اذا كان فردا فصار له ثان والشفيع ايضا يضم المأخوذ الى ملكه فلذلك سمی شفعة۔

(۱) شفعہ کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے جو وصل کے معنے میں ہے اور وہ طاق کی ضد ہے اگر کوئی شخص تنہا ہو اور پھر اوسکے ساتھ دوسرا شخص ملجائے تو عرب کے لوگ کہتے ہیں شفع الرجل یعنے ایک سے دو ہوگئے چونکہ شفعہ کے اندر بھی شفیع جایداد مشفوعہ کو اپنے ملک کے ساتھ ملا لیتا ہے اسواسطے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) وفی الشرع هی ای الشفعة تمليك البقعة جبرا ای من حيث الجبر على المشتری بما ای بالذی ای بالثمن الذی قام عليه ای على المشتری۔

(۲) شرع میں مشتری سے جبرًا ایک قطعہ لے لینے اور جسقدر ثمن اوسکو دینا پڑتا او سقدر ثمن کے ادا کردینے کا نام شفعہ ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۳) وقيل هی ضم بقعة مشتراة الى عقار الشفيع بسبب الشركة او الجوار وهذا احسن۔

(۳) بعض نے شفعہ کے معنے یہ بیان کیے ہیں کہ بسبب شرکت یا جوار کے ایک فروخت شدہ قطعہ کا شفیع کے جایداد میں شامل کردینا اور یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔

(۴) وتجب الشفعة والمراد من الوجوب الثبوت للخليط وهو الشريك الذي لم يقاسم في نفس المبيع وهذا بالاجماع لما روى جابر رض ان النبي صلعم قضى الشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائط لا يحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ وان شاء ترك وان باعه ولم يؤذن به فهو احق به رواه مسلم وابوداود والنسائي۔

(۴) اولاً شفعہ اوس شخص کو واجب یعنے ثابت ہوتا ہے جو خاص مبیع کے اندر شریک ہے اور شرکا نے باہم تقسیم حصص نہیں کی ہے۔ اس مسئلے کے اوپر تمام ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہے اسلیے کہ جابر رض روایت کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شرکت غیر منقسم شدہ میں شفعہ کا حکم دیا ہے خواہ کوئی سکان ہو یا باغ ہو کسی شریک کو بلا اذن اپنے شریک کے اوس شرکت کی بیع کرنا روا نہیں ہے خواہ وہ لے خواہ ترک کردے اور اگر بلا اجازت فروخت کر ڈالے تو اوروں پر وہ مقدم ہے مسلم اور ابوداود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

* * * * * * * *

(۵) ثم تجب للخليط في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب بكسر الشين والطريق بشرط ان يكونا خاصين وهو ان يكون النهر لا تجري فيه السفن والطريق الذي لا ينفذ اشار اليه بقوله ان كان اي كل واحد من الشرب والطريق خاصا حتى اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة

(۵) شریک فی نفس المبیع کے بعد اوس شخص کو حق شفعہ ہے جو حق مبیع میں شریک ہے اور یہ وہ شخص ہے جو اپنا حصہ تقسیم کرلے مگر اوس جایداد کے حق میں اوس کی شرکت باقی ہو مثلاً پانی پینے کا حق یا راستہ چلنے کا حق مگر یہ شرط ہے کہ یہ شرب خاص اور طریق خاص ہو شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہے کہ اوسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو اور اگر اوس نہر میں کشتی چلسکتی ہے اور راستہ سربستہ نہیں ہے بلکہ چلتا ہوا ہے تو اوس کی وجہ سے استحقاق شفعہ کا نہیں ہوتا۔

(۶) وقال الشارح والشرب الخاص عند ابي حنيفة ومحمد ان يكون نهرا صغيرا لا تجري فيه السفن وان كان كبيرا تجري فيه السفن فليس بخاص فاذا بيع ارض من الاراضي التي تسقى منها لا يستحق اهل النهر

(۶) شیخ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کی نزدیک شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہے جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر بڑی نہر ہو جسمین کشتی چل سکے تو وہ شرب خاص نہیں ہے اور اس نہر سے جن اراضیات کی آب پاشی ہوتی ہے اون اراضیات میں سے کوئی زمین فروخت ہو تو نہر والے شفعہ کے مستحق نہیں ہوتے اور جار کو اون پر تقدم ہے بخلاف

الشفعة بسببه والجار احق منهم بخلاف النهر الصغير وقيل اذا كان اهله لا يحصون فهو كبير وان كانوا يحصون فهو صغير وعليه عامة المشائخ لكن اختلفوا في حد ما يحصى وما لا يحصى فبعضهم قدر ما لا يحصى بخمسمائة وبعضهم بخمسين وبعضهم باربعين وعن ابي يوسف الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان او ثلاثة وما زاد على ذلك فهو عام وقيل هو مفوض الى راي المجتهدين في كل عصر وزمان فان راوهم كثيرا كانوا كثيرا وان راوهم قليلا كانوا قليلا وهو اشبه الاقاويل۔

چھوٹی نہر کے۔ اور بعض کے نزدیک اگر نہر والے محدود لوگ ہیں تب تو وہ نہر صغیر ہے اور اگر بیشمار ہیں تو وہ نہر کبیر ہے عامہ مشائخ کا قول یہی ہے مگر محدود اور غیر محدود کے حد میں اختلاف ہے بعض نے غیر محدود کی حد پانسو اور بعض نے پچاس بعض نے چالیس بیان کی ہے اور ابو یوسف رہ سے مروی ہے شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین باغ کی آبپاشی ہو سکے اور اس سے زیادہ شرب عام ہے۔ بعض کہتے ہیں محدود اور غیر محدود ہونے کا مدار اوس زمانہ کے مجتہدین کے رائے پر ہے اگر وہ اون لوگوں کو بہت سمجھیں تو بہت ہیں اور تھوڑی سمجھیں تو وہ تھوڑے ہیں اور یہ قول سب اقوال میں قرین قیاس ہے۔

+ + + + +

+ + + + +

(۷) ثم تجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق وهو الذي داره على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد جار ملاصق کو استحقاق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جسکا گھر بائع کے گھر کی پشت پر واقع ہے اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے۔

+ + + + +

(۸) وقال الشافعي لا شفعة بالجوار لقول جابر رض انه ع م قضى بالشفعة في كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة رواه البخاري وبه قال مالك واحمد

(۸) شافعی رہ کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جابر رض فرماتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کا حکم دیا ہے اور حدود پڑ جانے اور راستے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہیں ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مالک اور احمد

[illegible]

(۹) ولنا قوله ع م جار الدار احق من غيره رواه احمد وابوداود

(۹) حنفیہ کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر کے پاس رہنے والا اوروں پر مقدم ہے

والترمذی وصححہ وقولہ علیہ السلام الجار احق بسقبہ ما کان رواہ احمد والنسائی وابن ماجۃ ویروی بصقبہ وکلاھما بمعنی واحد وھو القرب وقد روی ھذا التفسیر مرفوعا اثبت النبی صلعم حین سئل عن الشفعۃ فقال الشفعۃ للجار لجلۃ قربہ فیستحق الشفعۃ وحدیث جابر معناہ انہا لا تجب للجار بقسمۃ الشرکاء لانہم احق منہ وحقہ متاخر عن حقہم وبذلک یحصل التوفیق بین الاحادیث۔

احمد اور ابو داود اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے جا ہے کچھ ہو زیادہ تر مستحق ہے (اصل حدیث میں سقب یا صقب کا لفظ آیا ہے مگر یہ بات عرفوعًا مروی ہے کہ اوس سے قرب مراد ہے) اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ قرب کے ہمسایہ کے لیے شفعہ ثابت کر دیا تو وہ لامحالہ شفعہ کا مستحق ہوگا اور جابر رضنے جو حدیث روایت کی ہے اوسکے یہ معنے ہین کہ اگر شریک لوگ باہم اپنے حصے تقسیم کرین تو جار کو اُس صورت مین استحقاق شفعہ کا نہین ہے اسواسطے کہ اونکو جار پر اولویت اور تقدم ہے اور جار کا حق اونکے بعد ثابت ہوتا ہے پس ان احادیث مین کچھ منافات نہین ہے۔

* * * * * *

(۱۰۱) وواضع الجذوع علی الحائط ای علی حائط الدار بان کان لہ حق الوضع والشریک فی خشبۃ موضوعۃ علی الحائط وواضع الجذوع علی الحائط جار فلا یستحق الشفعۃ الا بعد الشریک فی نفس المبیع والشریک فی حق المبیع لان الشرکۃ المعتبرۃ ھی الشرکۃ فی العقار لا فی المنقول والخشبۃ منقولۃ وبوضع الجذوع علی الحائط لا یصیر شریکا فی الدار وکذا بالشرکۃ فی الجذوع لا یکون شریکا فیہا لکنہ جار ملاصق لوجود الاتصال لبقعۃ احدھما ببقعۃ الاخر

(۱۰۱) اگر ایک شخص کی کڑیان دوسرے کے دیوار پر رکھی ہوئی ہین اور بجز اس کے کہ وہ کڑیون کو دیوار پر رکھ لے اور اوسکا کوئی حق دیوار مین نہین ہے تو یہ کڑیون والا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ وہ جار سمجھا جائیگا اسیطرح اگر ایک شخص کی شرکت صرف کڑیون مین ہے جو ایک دیوار پر رکھی ہوئی ہین اور دیوار مین شرکت نہین ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا لہذا یہ دونون شخص جار ہونے کی وجہ سے شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد شفعہ کے مجاز ہونگے اسواسطے کہ شفعہ کے اندر جس شرکت کا اعتبار ہے اوس سے وہ شرکت مقصود ہے جو عقار کے اندر ہو اور لکڑی منقولات مین سے ہے۔ اور کسی کی دیوار پر کڑیان رکھنے سے کڑیون والا مکان مین شریک نہین ہو جاتا ہے (؟) اندر شریک ہونے سے وہ مکان مین شریک نہین ہو سکتا بلکہ اتصال مکانیت کی وجہ سے یہ شخص دوسرے کا جار ملاصق ہوگا

فيستحق الآخر الشفعة على انه جار ملاصق ولا يترجح بذلك على غيره من الجيران۔

اور دوسرے ہمسایون پر اس خاص وجہ سے اوس کو تقدم نہو جائیگا۔

+ + + + +

(۱۱) وكذا اذا كان بعض الجيران شريكا فى الجدار لا يقدم على غيره من الجيران لان الشركة فى البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة ولو كان البناء والمكان الذى عليه البناء مشتركا بينهما كان هو اولى من غيره من الجيران۔

(۱۱) اسیطرح اگر ایک جار مکان مبیع کی صرف دیوار مین شریک ہو تو اوسکو دوسرے ہمسایون پر تقدم نہوگا اسلیے کہ صرف عمارت مین اگر ایک شخص شریک ہو اور عمارت کی زمین مین شریک نہو تو اس شرکت سے وہ شفعہ کا مستحق نہین ہوتا ہو البتہ اگر عمارت مین بھی دونون شریک ہین اور اوس عمارت کی زمین مین بھی شریک ہین تو اور ہمسایون پر اس شریک کو تقدم ہوتا ہے۔

(۱۳) وقال الكرخى فى مختصره الشفعة تستحق عند اصحابنا جميعا بثلاثة معان الشركة فيما وقع عليه عقد البيع او بالشركة فى حقوق ذلك او بالجوار الاقرب فالاقرب وتفسير ذلك دار بين قوم فيها منازل لهم فيها شركة بين بعضهم وفيها ما هى مفردة لبعضهم وساحة الدار مرفوعة بينهم يتطرقون من منازلهم فيها وباب الدار التى فيها المنازل فى زقاق غير نافذ فباع بعض الشركاء فى المنزل نصيبه من شريكه الا من رجل اجنبى بحقوقه من التطرق فى الساحة فالشريك فى المنزل احق بالشفعة من الشريك فى الساحة

(۱۳) کرخی رح نے اپنے مختصر مین بیان کیا ہو ہمارے تمام فقہاء کے نزدیک شفعہ کا استحقاق تین وجہ سے ہوا کرتا ہے ایک تو خود اوس مبیع مین شریک ہونیکی وجہ سے دوسرے اوس مبیع کے حقوق مین شریک ہونے سے تیسری جوار کی وجہ سے الاقرب فالاقرب اور اوس کے صورت یہ ہی کہ مثلاً چند لوگون کا ایک احاطہ ہو اس احاطہ مین انہین اشخاص کے متعدد کمرے ہین اگر بعض کمرے ایسے ہین جنکا مالک بلا شرکت غیری ایک ایک شخص ہو اور بعض ایسے ہین جنمین کئی کئی شخص شریک ہین اور احاطہ کے صحن مین سب شریک ہین اور اپنے اپنے کمرون سے نکلکر اس صحن مین سب اوٹھتے بیٹھتے ہین اور اس احاطہ کا دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف کو ہو اب ایک شخص نے جو کمرے کے اندر شریک ہو اپنا حصہ خواہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو سب لوگون پر حق شفعہ کے اندر اوس شخص کو تقدم ہوگا جو اس بائع کے ساتھ کمرے مین شریک ہو اگر اس شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو وہ لوگ

ومن الشريك فی الزقاق الذی فیه باب الدار فان سلم الشريك فی المنزل الشفعة فالشريك فی الساحة احق بالشفعة وان سلم الشريك فی الساحة فالشريك فی الزقاق الذی لا منفذ له الذی يشرع فيه باب الدار احق بعده بالشفعة من الجار الملاصق وجميع اهل الزقاق الذی طريقهم فيه شركاء فی الشفعة من كان فی ادناه واقصاه فی ذلك سواء فان سلم الشركاء الشفعة فی الزقاق فالجار الملاصق ممن لا طريق له فی الزقاق بعد هؤلاء احق وليس لغير الملاصق من الجيران شفعة ممن لا طريق له فی الزقاق انتهی.

شفعہ کرینگے مجاز ہونگے جو صحن مین شریک ہین اگر انہون نے بھی شفعہ چھوڑ دیا تو اوسوقت کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا اور تمام کوچہ والے برابر برابر شفعہ مین شریک ہونگے یعنے جو لوگ کوچہ کے شروع مین رہتے ہین اور جو کوچہ کے انتہا پر رہتے ہین سب برابر کے شریک ہونگے اگر یہ لوگ بھی شفعہ چھوڑ دینگے تو اوسوقت جار ملاصق کو شفعہ ہوگا جسکا راستہ اس کوچہ مین ہوکر نہین ہے اور اگر جار ملاصق نہین ہے اور اس کوچہ کی طرف کوبھی اوس کا راستہ نہین ہے تو اوس کو بالکل استحقاق شفعہ نہین ہوتا۔

(۱۳) وكلمة علی فی قوله علی عدد الرؤس تتعلق بقوله تجب الشفعة للخليط ای تجب الشفعة علی عدد الرؤس وقال الشافعی علی قدر سهامهم وبه قال مالك واحمد كما اذا كانت دار بين ثلاثة لاحدهم نصفها وللأخر سدسها وللأخر ثلثها فباع صاحب السدس سدسه فطلبا الدار بالشفعة فانها تقسم بينهما اخماسا ثلثة اخماس لصاحب النصف والخمسان لصاحب الثلث لان الشفعة من

(۱۳) حنفیہ کے نزدیک جتنے شریک ہونگے شفعہ کے اندر سب برابر ہونگے اور شافعی رح فرماتے ہین جسقدر جسکا حصہ ہوگا اوسیقدر اوسکو حق شفعہ ہوگا مالک اور احمد رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہین مثلاً ایک مکان مین زید اور عمرو اور خالد شریک ہین جنمین سے زید آدھے کا اور عمرو چھٹے حصہ کا اور خالد ثلث کا شریک ہو اب عمرو نے اپنا حصہ فروخت کیا اور ان دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو اوسکے پانچ حصے کرکے زید کو تین حصے اور عمرو کو دو حصے دئے جائینگے اسواسطے کہ شفعہ ملک کے توابع مین سے ہے لہذا جسقدر جسکے ملک ہوگی اوسیقدر اوسکا حق ہوگا جسطرح منافع کی صورتین حنفیہ کی دلیل

مرافق الملك فاشبه الربح ولنا ان العلة اتصال الملك وقليله فى ذلك كثيره فيكون ماباع صاحب السدس بينهما نصفان-

یہ ہے کہ شفعہ کی علت صرف اتصال ملکیت ہے اور اسبات مین ملکیت قلیل اور ملکیت کثیر دونون برابر ہین لہذا صورت مذکورہ مین زید اور عمرو کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا-

(١٤) والباء فى قوله بالبيع نتعلق بقوله تجب ايضا اشار بهذا الى ان سبب وجوب الشفعة البيع اعنى بيع الدار المشفوعة هكذا قال بعضهم والصحيح ان السبب هو اتصال الاملاك على اللزوم والبيع شرط فحينئذ يكون التقدير تجب الشفعة بعقد البيع اى بعد وجوده-

(١٤) بعض کا قول تو یہی ہے کہ شفعہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اور مصنف کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے مگر قول صحیح یہ ہے کہ لازمی طور پر اتصال ملکیت کا ہونا شفعہ کا سبب ہے اور بیع اوسکے لیے شرط ہے لہذا مصنف نے جو بالبیع کا لفظ کہا ہے اوس مین عقد کا لفظ مقدر مان کر یہ معنے کرنے چاہیین کہ بیع ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے-

(١٥) والمراد بالبيع الصحيح فان البيع الفاسد لاتجب فيه الشفعة لانه قبل القبض لايفيد الملك وبعده مستحق للفسخ فايجابها تقرير الفساد فلا يجوز الا اذا سقط الفسخ وجبت لزوال المانع-

(١٥) ثبوت شفعہ کے لیے بیع کا صحیح ہونا شرط ہے بیع فاسد کی صورت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ بیع فاسد قبل از قبض مفید ملک کے نہین ہوتی اور بعد از قبض ہی وہ فسخ ہونیکے قابل ہوتی ہے پس اگر اوسمین حق شفعہ کا حکم دیا جائے تو اوس فساد کا برقرار رکھنا لازم آئیگا اور یہ بات ناروا ہے مگر جس صورت مین کہ فسخ کا اختیار جاتا رہے تو البتہ شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ اب شفعہ کا مانع جاتا رہا

(١٦) وفيه قيد آخر وهو ان يكون خاليا عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملكه حتى لواسقطه وجبت وخيار المشترى غير مانع لانه لايمنع خروج المبيع عن ملك البائع وكذلك خيار الرؤية والعيب لا يمنعان-

(١٦) بیع کے اندر علاوہ صحیح ہونیکے ثبوت شفعہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اوسمین بائع کا اختیار شرط نہ کیا گیا ہو کہ اوسکے وجہ سے مبیع بائع کے ملک سے خارج نہو گا اور اگر بائع نے اوس اختیار کو ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہے تو کچھ حرج نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین مبیع بائع کے ملک مین داخل نہین ہوتا- خیار رویت اور خیار عیب کا بھی یہی حال ہے-

(١٧) وتستقر الشفعة بالاشهاد

(١٧) شفعہ کا استحکام طلب اشہاد سے ہوتا ہے اسواسطے

لانها حق ضعیف فلا بد من طلب المواثبة والاشهاد علی الطلب۔

کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے لہذا طلب مواثبت کرنا اور پھر اوس طلب پر گواہ کرنا ضرور ہے۔

(١٨) وتملك الشفعة بالاخذ ای باخذ الدار المشفوعة بالتراضی بان سلمها المشتری برضاه او بقضاء القاضی من غیر اخذ لانها ملك فلا یصح الا بمانه کرنا۔

(١٨) مکان یا زمین مشفوعہ کا شفیع اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ خود اپنی خوشی سے وہ مکان یا زمین اوس کو دیدے یا قاضی اوسکے لیئے شفعہ کا حکم دیدے چاہے ابھی اوسکا قبضہ نہوا ہو اسواسطے کہ جب یہ شی مشتری کے ملک میں داخل ہے تو بغیر ان دو باتوں کے اوسکی ملکیت سے منتقل ہو کر دوسرے کے ملک میں داخل نہیں ہوسکتی

(١٩) وفائدته انه اذا مات الشفیع بعد الطلبین قبل التسلیم او الحکم لا یورث عنه ولو باع داره التی یستحق بها الشفعة بطلت شفعته ولو بیعت دار بجنبها لا یستحقها بالشفعة لعدم ملکه فیها۔

(١٩) صورت مذکورہ بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض شفیع طلب مواثبت اور اشہاد کے بعد قبل از قبض و قبل از حکم قاضی مرگیا تو اوسکے وارث اوس جایداد کے مالک نہونگے یا اوسنے اپنے مکان کو جسکے ذریعے سے شفعہ کرتا تھا فروخت کرڈالا تو شفعہ باطل ہوجایگا یا اگر مکان مشفوعہ کے قریب کوئی مکان اور فروخت ہوا تو شفیع اوس دوسرے مکان میں شفعہ کا دعوی نہ کرسکیگا اسیواسطے کہ وہ مکان اسکی ملک میں ہنوز داخل نہیں ہوا ہے

هذا باب فی بیان احکام طلب الشفعة والخصومة فیها وبیان کیفیة الطلب

طلب شفعہ کرنے اور اوسمیں چارہ جوئی کرنے کا بیان

(٢٠) فان علم الشفیع بالبیع ای ببیع الدار المشفوعة اشهد علی نفسه علی الفور من غیر تاخیر ولا سکوت فی مجلسه علی الطلب لان سکوته بعد العلم یدل علی رضاه بجوار الجار الحادث ومعاشرته فتبطل شفعته به۔

(٢٠) جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہوگیا فورًا اوسی جلسہ میں اپنے طلب شفعہ کرنے پر لوگونکو گواہ کرنا چاہیے اور تاخیر یا سکوت نکرنا چاہیے اسلیے کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد اوس نے سکوت کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفیع مشتری کے ہمسایگی اور اوس کے پاس رہنے سے راضی ہے لہذا اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(٢١) ولو اخبر بکتاب والشفعة فی اوله او وسطه فقرأ الکتاب الی اخره بطلت شفعته اذا کان ذلك بعد علم

(٢١) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس خط کے اول میں یا اوسکے وسط میں بیع کا بیان تھا اور آخر تک خط کو پڑھ گیا مگر شفعہ کو طلب نہیں کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

المشتري والثمن۔

بشرطیکہ اخیر تک پڑھنے سے پہلے اوسکو ثمن کی مقدار اور مشتری کا حال

(۲۲) فان اخبر بحضرة الشهود ليشهدهم عليه والا يطلب من غير اشهاد لان هذا الطلب صحيح من غير اشهاد

(۲۲) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوتے وقت گواہ موجود ہوں اوسوقت میں تو اونکو گواہ کر دینا چاہیے ورنہ بغیر کسی کے گواہ کئے خود شفعہ کو طلب کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ طلب بغیر گواہوں کے بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

(۲۳) ويشترط ان يكون متصلا بعلمه عند عامة المشائخ وهو مروي عن محمد وعنه ان له التامل الى اخر المجلس كالمخيرة وبهذا اخذ الكرخي۔

ولو قال الشفيع بعد ما علم البيع الحمد لله او لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم او قال سبحان الله لا تبطل شفعته على هذه الرواية۔

وكذا لو قال من ابتاعها وبكم بيعت وكذا لو قال خلصني الله تعالى

(۲۳) عامہ مشائخ کا مذہب تو یہی ہے کہ یہ طلب علم بیع کی ساتھ معًا ہونے چاہیے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر دوسری روایت امام محمد رح سے یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو فکر کرکے طلب کرنے کا اختیار ہے جسطرح خاوند عورت کو طلاق کا اختیار دے تو اخیر جلسہ تک عورت کو اختیار ہوتا ہے کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد الحمد للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اس روایت کے موافق اوسکا شفعہ باطل نہ ہوگا۔

اسیطرح اگر یہ بات کہے کہ یہ مکان کسنے خریدا ہے یا کس قیمت کو فروخت ہوا ہے یا یہ کہا کہ خدا اے تعالی نے مجھ کو بچا دیا تو شفعہ باطل نہ ہوگا

(۲۴) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم منه طلب الشفعة في الحال۔

(۲۴) جس لفظ سے فی الحال طلب شفعہ سمجھی جاسکے خواہ وہ کوئی لفظ ہو اوس سے طلب شفعہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(۲۵) ولا يجب عليه الطلب حتى يخبره رجلان غير عدلين او واحد عدل عند ابي حنيفة او رجل وامراتان وعندهما يجب عليه الاشهاد اذا اخبر واحد حرا كان او عبدا صغيرا كان او كبيرا اذا كان الخبر حقا وان لم يطلب بطلت الشفعة

(۲۵) امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طلب شفعہ کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ ایک پرہیزگار مرد یا دو معمولی مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد شفیع سے بیع کا حال بیان کریں اور صاحبین رح فرماتے ہیں فقط ایک شخص کے بیان کرنے سے شفیع کو طلب کرنا ضروری ہے خواہ وہ خبر دینے والا حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ مگر یہ شرط ہے کہ شفیع کے گمان میں وہ خبر صحیح ہو اگر اس صورت میں شفیع نے طلب شفعہ نہ کیا

(۲۶) ولو اخبره المشتري بنفسه يجب عليه الطلب بالاجماع كيفما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة

(۲۶) اگر خود مشتری نے شفیع سے بیع کا حال بیان کیا تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے خواہ وہ مشتری کیسا ہی شخص ہو اسلیے کہ مشتری اوسکا مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ کے اندر عادل ہونا

فی الخصوم۔

(۲۷) ثم اشهد علی البائع لو کان المبیع فی یده او اشهد علی المشتری او اشهد عند العقار وهذا طلب التقریر وما ذکرنا طلب المواثبة۔

(۲۸) وکیفیته ان یقول ان فلانا باع هذه الدار ویذکر حدودها الاربعة وانا شفیعها وقد کنت طلبت شفعتها واطلبها الان فاشهدوا علی بذلک۔

(۲۹) ومدة هذا الطلب مقدرة بتمکنه من الاشهاد مع القدرة علی احد هؤلاء الثلاثة حتی لو تمکن ولم یطلب الشفعة بطلت شفعته۔

(۳۰) وان قصد الابعد من هذه الثلاثة وترک الاقرب فان کانوا جمیعا فی مصر واحد جاز استحسانا وان کان بعضهم فی مصره والبعض الاخر فی مصر اخر او فی الرستاق فقصد الابعد وترک الذی فی مصره بطلت شفعته

(۳۱) وان اشهد عند طلب المواثبة علی البائع بان کان حاضرا او علی المشتری او عند العقار یکفیه ذلک ویقوم مقام الطلبین ذکره شیخ الاسلام۔

(۳۲) وبقی طلب ثالث وهو طلب الاخذ والتملک اشار الیه بقوله ثم لا تسقط الشفعة بالتاخیر

لحاظ نہین کیا جاتا ہے۔

(۲۷) علم بالبیع کے بعد شفیع کے اوپر جو طلب شفعہ لازم ہوتی ہے اوسکو طلب مواثبت کہتے ہین اس طلب کے بعد شفیع کو چاہیے خواہ بائع کے سامنے لوگونکو گواہ کرے یا مشتری کے روبرو یا اوس مکانکے پاس جاکر مگر بائع کے روبرو اوسیوقت گواہ کر سکتا ہے

(۲۸) طلب تقریر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع یہ بات بیان کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان کو فروخت کیا ہے کہ جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اسبات پر گواہ رہو۔

(۲۹) طلب تقریر کی مدت کچھ معین نہین ہے بلکہ اوسکا تعین یہی ہے کہ جتنے عرصہ مین شفیع اون تینون مین سے کسی کے پاس پہونچ کر لوگونکو گواہ کر سکے اگر باوجود اسقدر مہلت ملنے کے اوسنے طلب تقریر نہین کی تو شفعہ باطل ہوگیا۔

(۳۰) اگر اون تینون مین سے قریب کو چھوڑ کر شفیع نے بعید کے پاس جاکر گواہ کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر یہ تینون یعنے بائع اور مشتری اور مکان سب اوسیکے شہر مین ہین تب تو استحسان کے طور پر اوسکی صحت کا حکم دیا جائیگا اور اگر مکان مثلاً اوسیکے شہر مین ہے مگر بائع اور مشتری کسی دوسرے

(۳۱) اگر طلب مواثبت کی وقت ہی شفیع نے بائع یا مشتری کے روبرو یا مکان کے پاس جاکر لوگونکو گواہ کر دیا تو شیخ الاسلام ذکر کیا ہے کہ یہ اوسکے کافی ہوگا اور دونون طلبون کے قائم مقام ہو جائیگا یعنے اب اوسکو طلب تقریر کی ضرورت نہ رہیگی۔

(۳۲) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد شفیع کو طلب تملک کرنا چاہیے مگر صاحبین رح کا قول ہے کہ اگر اس طلب مین

مکان مثلاً اوسیکے شہر مین ہو اور بائع اور مشتری کسی دوسرے شہر مین ہین یا گاؤن مین ہو اور شفیع کسی دوسرے شہر مین ... گواہ کیا تو شفعہ باطل ہوگیا

اى بتاخير طلب الاخذ بعد ما استقرت شفعته بالاشهاد عندهما وعند محمد انه ان اخر هذا الطلب الى شهر من غير عذر بطلت الشفعة وبه قال زفر وهو رواية عن ابى يوسف وفى العيون وبعضنا افتى به وعنه انه قدره بثلاثة ايام

تاخیر ہو جائے اور طلب اشہاد کر چکا ہو تو اوسکا شفعہ ساقط نہین ہوتا ہے اور محمد رح کی نزدیک اگر بلا عذر ایک مہینہ تک طلب اشہاد کے بعد طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے زفر رح بھی اسی کے قائل ہین اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت مین یہی قول مروی ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ ہمارے بعض فقہا نے اسی پہ فتوی دیا ہے اور ایک روایت ابو یوسف رح سے یہ ہے کہ انہون نے تین روز اوسکی مدت

(٣٣) عن ابى يوسف اذا ترك المحاكمة والمرافعة الى القاضى فى زمان يقدر على ذلك بطلت الشفعة۔

(٣٣) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت پائے کہ اوس مدت مین طلب تملک کر سکتا ہو مگر نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(٣٤) وعند الشافعى فى الجديد واحمد فى رواية تبطل بالتاخير ولو بلا عذر۔

(٣٤) امام شافعی رح کا قول جدید اور نیز امام احمد رح سے ایک روایت ہے کہ طلب تملک مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر ہو

(٣٥) وعند مالك تبطل بمضى سنة

(٣٥) امام مالک رح کے نزدیک ایک سال کے گذر جانے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(٣٦) والفتوى على قول ابى حنيفة انها لا تبطل ابدا حتى يسقطها بلسانه لان الحق قد ثبت بالطلب فلا يبطل بالتاخير كسائر الحقوق۔

(٣٦) مفتی بہ قول اس بارہ مین امام صاحب رح کا قول ہے کہ جبتک شفیع خود شفعہ کو اپنی زبان سے ساقط نہ کرے اوسوقت تک ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ طلب کرنے سے حق شفعہ ثابت ہو گیا لہذا جسطرح اور حقوق کا حال ہے کہ تاخیر کرنے سے ساقط نہین ہوتی اسیطرح وہ بھی ساقط نہین ہو سکتا

(٣٧) ولو كان التاخير بعذر من مرض او سفر او حبس او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار فى بلد لا تسقط بالاجماع وان طالت المدة۔

(٣٧) اگر طلب تملک مین کسی عذر سے تاخیر ہو گئی مثلا بیمار رہتا یا سفر مین تھا یا قید خانہ مین تھا یا اوس کے شہر مین ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو باتفاق ائمہ اس شخص کا شفعہ ساقط نہین ہوتا اگرچہ مدت دراز گذر جائے۔

(٣٨) فان طلب الشفيع الشفعة عند القاضى سال القاضى المدعى عليه وهو المشترى عن الدار التى يشفع بها الشفيع هل هى ملك للشفيع ام لا فان اقر المشترى بملك ما يشفع به او نكل

(٣٨) جسوقت شفیع طلب تملک کرے یعنے قاضی کے روبرو اپنے شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مشتری سے سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اسکی ملک ہے یا نہین اگر اس صورت مین مشتری اقرار کرے کہ وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا اسبات کا منکر ہو کر پھر حلف کرنے سے

المشتری عن الیمین بعد ما انکر او برهن
الشفیع ای او اقام بینة انها ملکه ثم ساله
ای سأل القاضی المشتری عن الشراء
فیقول له اشتریت ام لا فان اقر
المشتری به ای بالشراء او نکل عن
الیمین بعد ما انکر او برهن الشفیع
ای اقام بینة علی الشراء قضی القاضی
بها ای بالشفعة لثبوته عنده۔
والواجب فی هذا ان یسأل
القاضی اولا المدعی عن موضع الدار
من مصر ومحلة وحدودها لانه
ادعی فیها حقا فلابد ان تکون
معلومة۔
فاذا بین ذلك ساله هل قبض
المشتری الدار ام لا لانه اذا لم یقبضها
لا تصح دعواه علی المشتری حتی یحضر
البائع فاذا بین ذلك ساله عن طلب
التقریر کیف کان وعند من اشهد
فاذا بین ذلك کله تم دعواه ثم اقبل
علی المدعی علیه فساله عن الدار التی
یشفع بها هل هی ملك الشفیع ام لا فان
اعترف ثبت باعترافه وان انکر کلف
القاضی الشفیع اقامة البینة علی انه مالك
لما یشفع به۔
وعند زفر یقضی بظاهر الید

انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ وہ مکان
میرا مملوک ہے تو بہرحال اسکے بعد قاضی کو مشتری سے
خریدنیکی نسبت سوال کرنا چاہیے کہ تونے یہ مکان مشفوعہ
خریدا ہی یا نہین اگر وہ خریدنیکا اقرار کرلے یا انکار کرکے پھر
حلف کرنے سے بھی انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ
پیش کردے کہ مکان مشفوعہ اس مدعی علیہ نے خریدا ہی تو اسوقت
قاضی کو شفعہ کا حکم دیدینا چاہیے اسواسطے کہ اس گفتگو سے
قاضی کے نزدیک شفعہ ثابت ہوگیا۔ اور شروع سے اس
گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ اولا قاضی کو مدعی سے مکان مشفوعہ کا
پتا ونشان دریافت کرنا چاہیے کہ کونسے شہر مین اور
کونسے محلہ مین ہے اور اوس کے حدود اربعہ کیا ہین اسواسطے
کہ جب اس مکان مین وہ اپنے حق کا دعوی کرتا ہے
تو قاضی کو اوس مکان کا معلوم ہونا ضروری ہی جب مدعی
اس کا بیان کرچکے تو قاضی اوس سے سوال کرے کہ مشتری نے
اوس پر اپنا قبضہ کرلیا ہے یا نہین اسواسطے کہ اگر مشتری کا
قبضہ نہین ہوا ہے تو بغیر موجودگی بائع کے مشتری پر
مدعی کا دعوی صحیح نہوگا جب اسکو بھی بیان کردے تو
قاضی اوس سے یہ بات دریافت کرے کہ طلب تقریر تونے
کسطور پر کی اور کس کے پاس گواہ کیا جب اسکا بھی جواب
دیدے تو اوسکا دعوی پورا ہوجائیگا اسکے بعد قاضی کو مدعی علیہ
کی طرف مخاطب ہونا چاہیے اور اوس سے دریافت کرنا چاہیے
کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہی وہ
شفیع کی ملک ہی یا نہین اگر اوس نے اقرار کرلیا تو شفیع کی
ملکیت اوس کے اقرار سے ثابت ہوگئی اور اگر مشتری نے کہا
کہ وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہی تو شفیع سے اسبات کے گواہ لینے

وهو احدى الروايتين عن ابي يوسف وقول الشافعي لان اليد دليل الملك ظاهرا ولنا ان الظاهر يكفي للدفع دون الالزام۔

چاہیےکہ وہ مکان کا مالک ہو اور امام زفر رح فرماتے ہین فقط ظاہری قبضہ سے ملکیت کا حکم دیدیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہو اور امام شافعی رح کا قول بھی یہی ہے اسواسطے کہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے مگر حنفیہ کہتے ہین ظاہری قبضہ دوسرے کے ملکیت کی دفع کرنے کو کافی ہوسکتا ہو مگر دوسرے کے اوپر اوس کے ذریعہ سے حق ثابت نہین ہوسکتا۔

فان عجز عن البينة فطلب يمينه استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك للذي ذكره مما يشفع به عند ابي يوسف وعند محمد يحلف على البتات فان نكل او اقام الشفيع بينة او اقر المشتري بذلك ثبت ملك الشفيع في الدار التي يشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك سال القاضي المدعى عليه فيقول له هل اشتريت ام لا فان انكر الشراء قال للشفيع اقم البينة انه اشترى فان عجز عن اقامة البينة وطلب يمين المشتري استحلف بالله ما اشترى او بالله ما يستحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا تحليف على الحاصل وهو قول ابي حنيفة ومحمد والاول على السبب وهو قول ابي يوسف فان نكل او اقر او اقام الشفيع بينة قضى بها لظهور الحق بالحجة۔

العرض جسوقت قاضی نے شفیع سے گواہ طلب کیے اور گواہ نہ لاسکا بلکہ اوس نے مشتری سے حلف لینے کی درخواست کی تو مشتری سے ابو یوسف رح کے نزدیک حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مجکو معلوم نہین کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہو وہ اوسکی ملک ہے اور محمد رح فرماتے ہین حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہو بہرحال اگر مشتری اس حلف سے انکار کرے یا خود شفیع ملکیت کے گواہ سنادے یا مشتری اوسکی ملکیت کا اقرار کرلے تو جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہو اوس مکان مین شفیع کی ملکیت ثابت ہوجائیگی اور شفعہ کا سبب متحقق ہوجائیگا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان مشفوعہ خریدا ہو یا نہین اگر خریدنے سے انکار کرے تو شفیع سے اسبات کے گواہ طلب کیے جائینگے کہ وہ مکان مشتری نے خریدا ہو اگر گواہ نہ لاسکا اور اس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم مین نے نہین خریدا ہو یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس وجہ سے اس مکان مین یہ شخص شفعہ کا دعوی کرتا ہو اوس وجہ سے یہ شفعہ کا مستحق نہین ہو کہ دوسرا حلف حاصل کے اوپر ہے اور یہ ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول یہی ہو اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور ابو یوسف رح کا قول وہی ہو بہرحال

(۳۹) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن وقت الدعوى فيجوز له المنازعة وان لم

(۳۹) دعوی کے وقت شفیع پر ثمن کا موجود کردینا ضرور نہین ہو اگر قاضی کے پاس روپئے ثمن حاضر نہین کیا ہو اوسوقت بھی

یحضرہ الثمن الی مجلس القاضی۔

منازعت کرنے کا مجاز ہے۔

(۴۰) وعن محمد لا یقضی له بها حتی یحضر الثمن وهو روایة الحسن عن ابی حنیفة احترازا عن توی الثمن۔

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے تاوقتیکہ شفیع ثمن کو لاکر موجود نہ کردے قاضی کو اوسکے لیے شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے ایسا نہو کہ ثمن ہلاک ہوجائے اور مشتری کے حق تلفی ہو حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

(۴۱) وجه الظاهر انه لا یجب علیه الا بعد القضاء لانه قبل القضاء غیر واجب علیه فلا یطالب به۔

(۴۱) ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے ادپر ثمن اوسوقت واجب ہوتا ہے کہ قاضی شفعہ کا حکم دیدے اوس سے قبل واجب نہیں ہوتا اور جب اوپر واجب نہیں ہے تو اوس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

(۴۲) وعند الشافعی ینتظر الی ثلاثة ایام وعند مالک واحمد یومین۔

فان احضر الثمن فیها والا فسخ فان قال لیس عندی الثمن او احضرہ غدا او ما اشبه ذلک تبطل الشفعة

وعند الثلاثة لا بل انما یلزم الشفیع احضار الثمن بعد القضاء ای بعد قضاء القاضی بالشفعة لما ذکرنا۔

(۴۲) شافعی رح کے نزدیک حکم قاضی کے بعد تین روز تک ثمن کا انتظار ہو سکتا ہے اور مالک اور احمد رح کے نزدیک صرف دو روز تک ہو سکتا ہے اگر اس عرصہ میں اوس نے ثمن لاکر حاضر کردیا تب تو خیر ورنہ شفعہ فسخ ہوجائیگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی میرے پاس ثمن نہیں ہے یا یہ کہا کہ کل کو حاضر کردونگا یا اسی قسم کا کوئی لفظ کہا تو شفعہ باطل ہوجائیگا مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل نہوگا۔

بلکہ جب قاضی شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو اوسکے بعد شفیع کو ثمن کا حاضر کرنا چاہیے اسواسطے کہ حکم قاضی کے بعد ثمن کا ادا کرنا اوس کو واجب ہوجاتا ہے۔

(۴۳) وخاصم الشفیع البائع لو ای لو کان المبیع فی یدہ لان له ید المحقة اصالة فکان خصما کالمالک بخلاف المودع والمستعیر ونحوهما لان یدهم لیست باصالة فلا یکون خصما۔

ولا یسمع القاضی البینة حتی یحضر المشتری لان لکل

(۴۳) اگر مبیع ہنوز بائع کے پاس موجود ہے تو شفیع بائع بھی مخاصمت کرتا ہے اسواسطے کہ بائع کا قبضہ ذاتی اور اصلی طور پر ہے لہذا جسطرح مالک یعنے مشتری سے مخاصمت ہو سکتی ہے اوسیطرح بائع سے بھی اس حالت میں ہو سکتی ہے بخلاف اوس صورت کے کہ وہ مکان کسی کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہو کہ اوس شخص سے شفیع مخاصمت نہیں کرسکتا ہے کیونکہ اوسکا قبضہ ذاتی طور پر نہیں ہے مگر جبوقت تک مشتری موجود نہو

نہ

منهما فی المبیع حقا للبائع الید و للمشتری الملك والشفیع یتعرض للعقدین جمیعا فلابد من حضورهما فیفسخ البیع بمشهد ای بمشهد المشتری ای بحضوره بخلاف ما بعد القبض حیث لا یشترط حضور البائع لان العقد قد انتهی بالتسلیم فصار البائع اجنبیا عنهما۔

قاضی کو شفیع کے گواہ نہ سننے چاہییں اسواسطے کہ اس بیع میں ابھی تک دونون کا حق ہے اسلیے کہ قبضہ اگرچہ بائع کا ہے مگر ملک مشتری کی ہے اور شفیع دونون حقوق مین دخل دیتا ہے لہذا بائع اور نیز مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مشتری کے روبرو اوس بیع کو فسخ کر دیا جائے اور اگر مشتری کا مبیع پر قبضہ ہو گیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور بائع کے حاضر ہونیکی ضرورت نہین ہے اسواسطے کہ جب مشتری کا قبضہ ہو گیا تو اب بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور بیع تمام ہو گئی۔

(۴۴) والعهدة وهی ضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع عندنا۔ وقالت الثلاثة علی المشتری والاصل فی ذلك ان حقوق العقد ترجع الی المالك عندهم والی العاقد عندنا۔

(۴۴) حنفیہ کے نزدیک اگر مکان مبیعہ مین کسی کا حق بر آمد ہوا تو بائع اوسکے ثمن کا ذمہ دار ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری ذمہ دار ہوگا اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع کے احکام مالک کی طرف راجع ہوتے ہین اور حنفیہ کے نزدیک عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہین۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۴۵) والوكيل بالشراء خصم للشفیع ما لم یسلم المبیع الی الموكل لان الوكیل هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فیكون متوجها علیه الا ان یسلم الدار الی الموكل فیخرج عن الخصومة وعند الثلاثة الخصم هو الموكل ابتداء لان الوكیل بمنزلة السفیر۔

(۴۵) اگر ایک شخص کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو جبتک وہ مکان موکل کے قبضہ مین نہ آجائے اوسوقت تک شفیع وکیل سے مخاصمت کر سکتا ہے اسواسطے کہ عقد کرنے والا یہان پر وکیل ہے اور شفعہ عقد کے احکام مین سے ہے لہذا وکیل سے مخاصمت کیجائیگی مگر جس صورت مین وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیدے کہ اب وکیل سے خصومت نہین ہو سکتی اور ائمہ ثلاثہ یعنے شافعی و احمد و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شروع ہی سے دعوی موکل کے اوپر ہے کیونکہ وکیل محض بمنزلہ سفیر کے ہے۔

(۴۶) وللشفیع خیار الرؤیة والعیب وان شرط المشتری البراءة منه ای من العیب بالاجماع لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء فیثبت فیها الخیار ولا یسقط برؤیة المشتری بشرط

(۴۶) اگرچہ مشتری نے بائع سے عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لی ہو مگر شفیع کو بالاتفاق خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے اسواسطے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خریدنے کے ہے لہذا شفیع کو لامحالہ اختیار ثابت ہوگا اور مشتری کے دیکھ لینے یا عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کر لینے سے شفیع کا اختیار ساقط نہوگا کیونکہ شفیع

براءته لان الشفیع لیس بنائب عنه فلا یسقط حقه باسقاط المشتری۔

اس مشتری کا نائب نہین ہی لہذا مشتری کے ساقط کرنے سے اوسکا حق ساقط نہو گا۔

(۴۷) وان اختلف الشفیع والمشتری فی مقدار الثمن فالقول للمشتری لانه منکر لان الشفیع یدعی استحقاق الاخذ عند نقد الاقل والمشتری ینکره ولا یتحالفان لان التحالف عرف بالنص فیما اذا وجد الانکار من الجانبین والدعوی من الجانبین والمشتری لا یدعی علی الشفیع شیئا فلا یکون الشفیع منکرا ولا یکون فی معنی ماورد به النص فامتنع القیاس۔

(۴۷) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کی مقدار مین اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوتا ہی اسواسطے کہ مشتری منکر ہوتا ہی کیونکہ شفیع اسبات کا مدعی ہی کہ تھوڑا ثمن دیکر مین اس مکان کے لینے کا مستحق ہون اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہی مگر اون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونون طرف سے حلف لینے کا حکم نص سے صرف اُس صورت مین ثابت ہوا ہی کہ دونون طرف سے دعوی اور دونون طرف سے انکار پایا جائے اور یہان مشتری شفیع پر کسی چیز کا دعوی نہین کرتا کہ شفیع اوسکا منکر ہو تا پس مورد نص مین داخل نہوا اور اوسپر قیاس نہین کر سکتے۔

(۴۸) وان برهنا ای وان اقام کل واحد منهما البینة علی دعواه فللشفیع ای فالبینة بینة الشفیع عندهما

(۴۸) اگر دونون نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ سنادے تو صاحبین رح کے نزدیک شفیع کے گواہونکا اعتبار کیا جائیگا۔

(۴۹) وعند ابی یوسف البینة بینة المشتری لانها تثبت الزیادة وعند الشافعی واحمد تهاترتا والقول للمشتری وعنهما یقرع وعند مالک یحکم بالاعدل والا بالیمین۔

(۴۹) صورت مذکورہ بالا مین ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہونکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک زیادہ بات ثابت ہوتی ہی اور شافعی اور احمد رح کے نزدیک دونون کے گواہ نامعتبر ہونگے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور ان دونون سے ایک روایت یہ بھی ہی کہ قرعہ اندازی کیجائیگی اور امام مالک رح فرماتے ہین

(۵۰) ولهما ان بینة الشفیع ملزمة وبینة المشتری غیر ملزمة لان الشفیع لو ترک الدعوی یترکه فیکون الملزم اولی۔

(۵۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ شفیع کے گواہون سے دوسرے پر حق لازم ہوتا ہی اور مشتری کے گواہون سے لازم نہین ہوتا کیونکہ اگر شفیع اپنا دعوی چھوڑ دے تو مشتری خود چھوڑ دیتا ہی لہذا شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۵۱) وان ادّعى المشترى ثمنا وادعى بائعه اقل منه والحال انه لم يقبض الثمن اخذها اى المشفوعة الشفيع بما قال البائع لان الامران كان كما قاله البائع فالشفيع ياخذه به وان كان كما قاله المشترى يكون حطّا عن المشترى بدعواه الاقل وحط البعض يظهر فى حق الشفيع فياخذه به ولو كان ما ادعاه البائع اكثر مما ادعاه المشترى تحالفا وايهما نكل ظهران الثمن ما يقوله الآخر فياخذها الشفيع بذلك وان فسخ القاضى العقد بينهما ياخذه الشفيع بما يقوله البائع۔

(۵۱) اگر مشتری کہتا ہی یہ مکان مین نے سو روپیہ کو خریدا ہی اور بائع کہتا ہی مین نے پچاس کو فروخت کیا ہی اور ہنوز بائع نے ثمن کو وصول نہین کیا تو شفیع اس صورت مین پچاس روپیہ دیکر مکان مشفوعہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ اگر فی الحقیقت پچاس کو خریدا ہی تب تو شفیع کو پچاس ادا ہی کرنے چاہیین اور اگر سو کو خریدا ہی تو بائع کا یہ کہنا کہ مین نے پچاس کو فروخت کیا ہی ثمن کا کم کر دینا خیال کیا جائیگا اور یہ کمی شفیع کے حق مین ظاہر ہو جائیگی سواسطے پچاس سے لے سکیگا اور اگر مشتری پچاس کا دعوی کرتا ہی اور بائع سو کا مدعی ہی تو اون دونون سے حلف لیا جائیگا اور جو کوئی حلف سے انکار کریگا ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسی کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر قاضی نے بائع اور مشتری کے عقد کو فسخ کر دیا تو بائع کے قول کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا۔

* * * * *

(۵۲) وان قبض البائع الثمن فى المسئلة المذكورة اخذها الشفيع بما قال المشترى اذ اثبت ذالك بالبينة او بيمينه ولا يلتفت الى قول البائع لان باستيفاء الثمن انتهى العقد وصار البائع كالاجنبى وعند الثلاثة يؤخذ بقول المشترى هنا ايضا۔

(۵۲) اگر صورت مذکورہ بالا مین بائع نے ثمن کو وصول کر لیا ہی تو مشتری کے بیان کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا بشرطیکہ مشتری گواہ سنا دے یا حلف کرلے اسلیے کہ وصول ثمن کے بعد عقد تمام ہو گیا اور بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پچھلی صورت مین بھی مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

* * * * *

(۵۳) وحط البعض اى بعض الثمن يظهر فى حق الشفيع حتى ياخذه بما بقى لان الحط لما التحق باصل العقد صار الباقى هو الثمن وعند الثلاثة لا يظهر

(۵۳) اگر بائع نے ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق مین بھی کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر کمی سے مکان کو لے سکیگا اسواسطے کہ جب یہ کمی نفس بیع کے اندر داخل ہو گئی تو کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہی اوسیقدر ثمن مقرر ہو گیا اور

ولا یسقط عن الشفیع بل علیه الثمن المسمی وقد مر اصل هذا فی کتاب البیوع۔

رحمۃ اللہ کے نزدیک شفیع سے کمی نہ کیجائیگی بلکہ جو ثمن پہلے قرار پایا ہے وہی ثمن اوسکو دینا پڑے گا۔ کتاب البیوع میں اس مسئلہ کی اصل گذر چکی ہے۔

(۵۴) لا بحط الکل ای کل الثمن یعنی لو حط البائع کل الثمن عن المشتری لم یسقط عن الشفیع بالاجماع لانه یصیر بیعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۵۴) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا تو بالاتفاق شفیع کے ذمہ سے ساقط نہوگا اسواسطے کہ یہ بیع بلا ثمن ہو گی اور بیع بلا ثمن باطل ہوتی ہے۔

* * * * *

(۵۵) ولا یظهر ایضا الزیادة علی الثمن بعد عقد البیع حتی لا تلزمه الزیادة بالاجماع لان فی اعتبارها الحاق الضرر به وهو مدفوع۔

(۵۵) اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری نے بائع کے لیے ثمن بڑھا دیا تو بالاتفاق وہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی اسواسطے کہ اگر اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے تو اسمیں شفیع کا ضرر ہے اور شریعت کے اندر ضرر مدفوع ہی۔

(۵۶) وان اشتری دارا بعرض او بعقار اخذها ای الدار الشفیع بقیمته ای بقیمة ذلک العرض او العقار واخذها بمثله ای بمثل ذلک العرض لو کان مثلیا ای من ذوات الامثال کالمکیل والموزون والعددی المتقارب کما فی ضمان العدوان۔

(۵۶) اگر ایک مکان بعوض ایک زمین کے یا بعوض منقول چیز کے خریدا تو شفیع کو اوس کے بدلہ میں زمین اور اس چیز کی قیمت ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ چیز مثلی یعنے ذوات الامثال میں سے ہو مثلا وہ چیزیں جو ناپ یا تول یا گنتی سے فروخت ہوتے ہیں تو شفیع کو اوسکا مثل ادا کرنا چاہیے جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کے صورت میں تاوان کا قاعدہ ہے۔

* * * * *

* * * * *

(۵۷) واخذها الشفیع بحال ای بثمن حال لو کان الثمن مؤجلا بان کان المشتری اشتراها الی اجل او یصبر الشفیع عن الاخذ حتی یمضی الاجل المضروب بین البائع والمشتری فیاخذها

(۵۷) اگر مشتری نے ایک مکان کچھ مدت کے بعد ثمن ادا کرنے کے وعدہ پر خریدا ہے تو شفیع اسطرح اُسکو نہیں لے سکتا بلکہ فی الحال اوسکو ثمن ادا کرنا پڑے گا یا اوس مدت معین تک شفیع کو صبر کرنا پڑے گا بعد ازاں اوسی ثمن سے لے سکیگا جو اونکے مابین قرار پایا ہی۔

* * * * *

بعد ذلك۔

(٥٨) وقال زفر ومالك واحمد والشافعي في القديم له ان ياخذها في الحال بالثمن المؤجل لان الشراء وقع به ولنا ان الاصل في الثمن ان يكون حالا وانما يؤجل بالشرط ولا شرط في حق الشفيع۔

(٥٨) زفر اور مالک اور احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ صورت مذکورہ مین شفیع اوسیوقت اوس مکان کو اوسی مدت کے وعدہ پر فی الحال لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوس مکان کی بیع اسیطرح واقع ہوی ہی حنفیہ یہ وجہ بیان کرتے ہین کہ اصل مین ثمن اوسیوقت اداکرنے کی چیز ہی اور اوسکے اندر تاخیر صرف شرط لگانے سے ہوجاتی ہی اور شفیع کے حق مین یہ شرط نہین لگائی گئی ہے

(٥٩) ثم لابد من الطلب ان كان يصبر الى حلول الاجل حتى لو سكت ولم يطلب في الحال بطلت شفعته عندهما وعند ابي يوسف لاتبطل بالتاخير الى حلول الاجل لان الطلب ليس بمقصود لذاته بل للاخذ وهو لايتمكن منه في الحال بثمن مؤجل فلافائدة في طلبه في الحال ولهما ان حقه قد ثبت ولهذا له ان ياخذ بثمن حال ولولا ان حقه ثابت لما كان له ذلك والسكوت عن الطلب بعد ثبوت حقه يبطل الشفعة۔

(٥٩) مگر صورت مذکورہ مین اگر شفیع کو اوس مدت معین کے گذرنے کا انتظار کرنا منظور ہو توبھی اوسکو طلب شفعہ اوسیوقت کرنا چاہیے اگر فی الحال شفعہ طلب نہ کیا بلکہ سکوت کرلیا تو صاحبین کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ابویوسف رح کے نزدیک باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ کوئی مقصود بالذات چیز نہین ہی بلکہ لینے کی غرض سے طلب کیا جاتا ہی اور وہ اس صورت مین مکان کو فی الحال نہین لے سکتا پھر اوسکے فی الحال طلب کرنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ اوسکا حق تو ثابت ہوچکا ولہذا فی الحال ثمن دیکر فی الحال مکان کو لے سکتا ہے اگر حق ثابت نہوتا تو کسطرح لے سکتا تھا اور یہ قاعدہ ہی کہ اگر ثبوت حق کے بعد پھر طلب شفعہ سے سکوت کیا جائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(٦٠) واخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير ان كان الشفيع ذميا صورته اشترى ذمي من ذمي عقارا بخمر او خنزير فان كان شفيعه ذميا اخذه بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا بيع صحيح فيما بينهم فاذا صح ترتب عليه

(٦٠) ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک مکان بعوض شراب یا خنزیر کے خرید اور اوسکا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت اداکرکے مکان کو لے سکتا ہی اسواسطے کہ اس قسم کی بیع ذمی لوگونکے باہم درست ہی اور جب درست ہوئی تو بیع کے احکام مثل شفعہ وغیرہ کے اوسپر مترتب ہونگے مگر ذمی چونکہ

احکام البیع مثل الشفعة ونحوها غیر ان الذمی لا یتعذر علیه تسلیم الخمر فیاخذ بها لانها من ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم فیجب علیه قیمته۔

شراب کے بدلہ شراب کا دینا دشوار نہین ہی اسواسطے اُسکو شراب دینی پڑیگی اور خنزیر چونکہ غیر مثلی چیز ہی اسواسطے اُسکی قیمت ادا کرنا ہوگا اور اگر اس صورت مین ایک مسلمان اور ایک ذمی شخص شفیع ہین تو ہر ایک نصف مکان کو شراب کی قیمت یا شراب کے بدلہ شراب دیکر لے سکتا ہے۔ اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا تو اوس کا حکم اوس شخص کے مانند ہی جو پیشتر سے ہی مسلمان ہو اور مستامن کا حال تمام احکام مین ذمی کا سا ہے

وان کان الشفیع مسلما وذمیا اخذ کل واحد منهما النصف بما ذکرنا من قیمة الخمر او مثلها ولو اسلم الذمی صار حکمه حکم المسلم من الابتداء فیاخذها بالقیمة والمستامن کالذمی فی جمیع ذلك۔

* * * * *

(٦١) واخذ بقیمتها ای بقیمة الخمر وقیمة الخنزیر لو کان الشفیع مسلما لانه لا یقدر علی تسلیم المثل لکونه ممنوعا عن تملیکهما وتملکهما فیجب علیه قیمتهما کما فی ضمان العدوان۔

(٦١) اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے بعوض شراب یا سوئر کے ایک مکان خریدا اور ایک مسلمان کا اوسمین شفعہ ہی تو اس مسلمان کو اون دونون کی قیمت ادا کرنی پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان اون کا لین دین نہین کر سکتا لہذا اونکی قیمت اوسکو دینی پڑیگی جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کی صورت مین تاوان دینے کا قاعدہ ہی۔

(٦٢) واخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس لو بنی المشتری علی الارض المشفوعة او غرس فیها او کلف الشفیع المشتری قلعهما ای قلع البناء والغرس ویاخذ الارض فارغة۔

(٦٢) اگر مشتری نے بیت مشفوعہ مین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو زمین کے ثمن کے ساتھ اس عمارت اور درختون کی قیمت بھی ادا کرنی پڑیگی ورنہ شفیع کو مشتری سے یہ درخواست کرنی پڑیگی کہ اپنی عمارت اور درختون کو گرا کر لیجائے اور شفیع کو زمین خالی کر کے دیدے۔

(٦٣) وعن ابی یوسف انه لا یکلفه بالقلع ولکنه بالخیار ان شاء اخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس وان شاء ترك وبه قال مالك والشافعی

(٦٣) صورت مذکورہ بالا مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شفیع اوس عمارت اور درختون کے گرانے کی درخواست مشتری سے نہین کر سکتا بلکہ صرف اوس کو اسبات کا اختیار ہی کہ یا تو زمین کے ثمن کے ساتھ عمارت اور درختون کی قیمت بھی دیکر اونکو لیلے یا بالکل

فی قول وعن الشافعی واحمد لیس له قلعهما بل یاخذها بقیمتها فقط۔

شفعہ کو ترک کردے اور امام مالک رح اور امام شافعی رح سے بھی ایک روایت یہی آیا ہے مگر دوسری روایت یہ ہے کہ مشتری اوس عمارت اور درختوں کو نہین گرا سکتا بلکہ شفیع کو قیمت ادا کرکے اونکا لینا پڑے گا۔

(۶۴) وجه الظاهر ان المشتری تصرف فی ارض تعلق بها حق متاکد للغیر من غیر تسلیط من جهته فینتقض

(۶۴) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ مشتری نے اس جگہ ایسی زمین مین تصرف کیا ہے جسمین دوسرے کا حق مستحکم ہوگیا ہے اور یہ تصرف دوسرے کے بلا اجازت ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہو جائیگا۔

(۶۵) فان قلعهما ای البناء والغرس الشفیع فاستحقت الارض بعد ذلك فکلف المستحق الشفیع بالقلع فقلعهما رجع الشفیع علی المشتری بالثمن لانه تبین ان المشتری اخذ الثمن من الشفیع بغیر حق لان الارض لم تکن فی ملکه فیسترد الشفیع منه الثمن فقط یعنی لا یرجع بقیمة البناء والغرس لاعلی البائع ان کان اخذها منه ولاعلی المشتری ان اخذها منه معناه لا یرجع بما نقص بالقلع وعن ابی یوسف انه یرجع به لانه متملك علیه فکان کالمشتری۔

(۶۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے عمارت اور درختوں کو اوکھاڑ ڈالا بعد ازان اوس زمین مین کسی اجنبی شخص کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع مشتری سے ثمن واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مشتری نے ناحق شفیع سے ثمن لیا ہے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ زمین اوس کی ملک نہین تھی لہذا اوس سے ثمن واپس لیا جائیگا مگر عمارت اور درختوں کی قیمت کا مطالبہ کسی سے نہ کرسکیگا نہ بائع سے نہ مشتری سے یعنے درختوں اور عمارت کے گرا دینے سے اوس زمین کی قیمت مین جو کچھ کمی لاحق ہوگی اوسکا مطالبہ نہین کرسکتا ۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ واپس لیسکتا ہے اسواسطے کہ جب اوس نے بائع سے حق تملک کی نسبت کی ہے تو وہ بمنزلہ مشتری کی ہے۔

(۶۶) وجه الظاهر وهو الفرق بینه وبین المشتری ان المشتری مغرور من جهة البائع ومسلط علیه من جهته ولا غرور ولا تسلیط للشفیع من جهة المشتری لان الشفیع اخذها منه جبرا

(۶۶) ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری مین فرق ہے کہ مشتری تو بائع کے فریب مین آسکتا ہے اور بائع کی طرف سے اوسکو ملکیت ہوسکتی ہے اور شفیع مین یہ بات نہین ہے اسواسطے کہ وہ جبراً مالک بنجاتا ہے کسی کے مالک بنانے سے نہین مالک بنتا یا کسی کے فریب مین نہین آتا۔

(٦٧) واخذها الشفيع بكل الثمن ان خربت الدار بعد شراء المشتري من غير صنع احد او جف الشجر كذلك لانهما تابعان للارض حتى يدخلان في البيع من غير ذكر فلا يقابلهما شيء من الثمن ولهذا يبيعهما في هذه الصورة مرابحة بلا بيان۔

بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق الماء حيث يسقط من الثمن بحصته لان الفائت ههنا بعض الاصل هذا اذا انهدم البناء ولم يبق له نقض ولا يبقى من الشجر شيء من حطب او خشب واما اذا بقي شيء من ذلك فلا بد من سقوط بعض الثمن فيقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ۔

(٦٧) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسکے اندر کچھ درخت بھی تھے بعد ازاں وہ مکان خود بخود خراب ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہوگیے تو شفیع کو اوس مکان اور درختوں کا پورا ثمن ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ درخت وغیرہ زمین کے توابع میں سے ہیں اسیوجہ سے بغیر ذکر کے یہ چیزیں زمین کے بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اسلیے ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجھا جائیگا ولہذا یہ مشتری کچھ نفع لیکر بغیر بیان کیے اس صورتمیں اوس زمین کو شرعا فروخت کرسکتا ہے۔ اور اگر زمین کا کچھ حصہ پانی میں غرق ہوکر تلف ہوجائے تو اوسی کے قدر شفیع کیلیے ثمن میں کمی کردیجائیگی اور صورت مذکورہ بالا میں حکم مذکور اوسوقت ہے کہ عمارت گرجانے کے بعد عمارت کا ملبہ اور درخت خشک ہوجانے کے بعد درختوں کی لکڑیاں باقی نہ رہی ہوں اور اگر باقی ہیں تو ضرور ثمن میں کمی کردیجائیگی اور مکان اور ملبہ کی قیمت پر وہ ثمن تقسیم کیا جائیگا مگر مکان کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو خریدتے وقت ہوتی ہوگی اور ملبہ کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو لیتے وقت ہوگی۔

* * * *

* * * *

(٦٨) واخذها بحصة العرصة ان نقض المشتري البناء لانه صار مقصودا بالاتلاف والتبع اذا صار مقصودا به يقابله شيء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك فيه بآفة سماوية فاذا كان له حصة من الثمن يقسم الثمن على قيمة الارض والبناء يوم العقد عليهما

(٦٨) اگر ایک شخص نے مکان خریدکر اوسکی عمارت کو خود اوکھاڑ ڈالا تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کردیجائیگی اور جسقدر ثمن زمین کے حصہ میں پڑیگا اوسیقدر شفیع کو ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ مشتری نے جب خود اوسکو اوکھاڑا ہے تو وہ ایک مقصود بالذات چیز قرار پائی اور توابع جب مقصود بالذات ہو جاتے ہیں تو ثمن کا ایک جز بھی اونکے مقابل میں خیال کیا جاتا ہے بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہاں آفت سماوی سے عمارت وغیرہ تلف ہوگئی ہے جسمیں مشتری کو کچھ دخل نہیں ہے اور جب اوسکے مقابل میں بھی ثمن کا ایک حصہ واقع ہوا

(٦٩) بخلاف المسئلة الاولى وهو

(٦٩) اور اگر خریدشدہ مکان کی عمارت خود منہدم ہوجائے

ما اذا انهدم بنفسه وكان النقض باقيا حيث يعتبر فيها قيمة النقض يوم الاخذ بالشفعة لانه صار له قيمة بالحبس ونقض الاجنبى البناء كنقض المشترى

اور اسکا ملبہ باقی ہو تو اس ملبہ کی وہ قیمت لگائی جائیگی جو شفعہ کے ذریعہ سے لیتے وقت اوسکی قیمت ہی کیونکہ روکے رہنے سے اوسکی قیمت ہوئی ہے اور اگر کوئی اجنبی شخص اوس مکان کی عمارت کو منہدم کر دے تو اوسکو بھی مشتری کے منہدم کرنیکا حکم

(٧٠) والنقض بكسر النون بمعنى المنقوض كالنكث بمعنى المنكوث وجاء النقض بفتحتين له اى للمشترى لان الشفيع انما ياخذه بطريق التبعية للعرصة وقد زالت بالانفصال

(٧٠) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود منہدم کیا ہو تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کر کے عمارت کا ملبہ مشتری کو دیدیا جائیگا اسواسطے کہ شفیع زمین کے ساتھ بالتبع عمارت کو لے سکتا تھا اور منہدم ہونے کی وجہ سے اوسکا اتصال زمین سے جاتا رہا۔

(٧١) واخذها الشفيع بثمرها ان ابتاع اى ان اشترى المشترى ارضا ونخلا وثمرا بان شرطه فى البيع او اشترى ارضا ثم اثمر النخل فى يده اى فى يد المشترى بعد الشراء لانه باتصال خلقة صار تبعا من وجه۔

(٧١) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں کے خرید اور درختوں کے پھل بھی بیع کے اندر ٹھہر لیے یا پھل نہیں ٹھہرائے مگر مشتری کے قبضہ میں اگر درختوں پر پھل آگئے تو شفیع مع پھلوں کے مشتری سے اوس زمین اور درختوں کو لیسکتا ہے اسواسطے کہ اتصال خلقی کی وجہ سے پھل درختوں کے تابع سمجھے جاتے ہیں۔

(٧٢) وان جذه بالذال المعجمة المشددة اى وان قطع المشترى الثمر فيما اذا اشتراها بالثمن بالشرط سقطت حصته اى حصة الثمر من الثمن لانه لما دخل بالتسمية صار اصلا وكذلك اذا هلك بآفة سماوية واما فى الفصل الثانى فياخذ الارض والنخل بجميع الثمن لان الثمر لم يكن موجودا عند العقد فلا يدخل عند الاخذ فى المبيع الا تبعا فلا يقابله

(٧٢) اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا میں پھلوں کو توڑ لیا تو اوسقدر اونکے حصہ کے ثمن شفیع کے ذمہ سے کم ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر پھلوں کا بھی ذکر کر دیا ہی تو پھل مقصود بالذات چیز ہو گئے اسیطرح اگر یہ پھل آفت سماوی سے ضائع ہو جائیں تو بھی اونکے قدر ثمن میں کمی کر دیجائیگی البتہ جس صورت میں پھلوں کا ذکر بیع کے وقت نہ آیا ہو بلکہ مشتری کے پاس آکر درختوں پر پھل آیا ہو تو اوسکے ضائع ہو جانے سے ثمن میں کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ بیع کے وقت چونکہ پھل موجود نہیں تھا اسواسطے فقط بالتبع مبیع کے ساتھ شفیع پھل کو لے سکتا ہی مگر ثمن کا کوئی جزو اوسکے مقابل میں نہیں ہی۔ اور ابو یوسف رح کا قول اول

شيء من الثمن۔ وكان ابو يوسف يقول انه لا يحط عنه من الثمن في الفصل الثاني ايضا ثم رجع الى ما ذكر في الكتاب

یہ ہی کہ اس صورت مین بھی شفیع سے ثمن مین کمی کر دیجائیگی لیکن اخیر قول اون کا کتاب کے موافق ہے۔

* * * * * * *

هذا باب في بيان احكام ما يجب فيه الشفعة وما لا يجب

اس امر کا بیان کہ کس چیز مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کس چیز مین نہین ثابت ہوتا

(۴۳) انما يجب الشفعة في عقار سواء كان مما يقسم او مما لا يقسم۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار کے اندر ثابت ہوتا ہی خواہ اوسکی تقسیم ہو سکے یا نہو سکے۔

* * * * *

(۴۴) وقال الشافعي لا يجب فيما لا يقسم كالبئر والرحى والحمام والنهر والطريق والاصل فيه انها عنده لدفع ضرر القسمة فلا تتحقق الا فيما يقسم وعندنا لدفع ضرر الجوار على الدوام ولا اختصاص لذلك بالمقسوم دون غيره۔

(۴۴) امام شافعی رحمہ کے نزدیک جن عقارات کی تقسیم نہین ہو سکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا جیسے کنوان چکی حمام نہر راستہ اور منشا اختلاف کا یہ ہی کہ شافعی رحمہ کے نزدیک شفعہ تقسیم کی دقت سے بچنے کے لیے مقرر ہوا ہی لہذا غیر قابل قسمت چیزون مین ثابت نہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اسواسطے شفعہ مقرر کیا گیا ہی کہ شفیع کو ہمسایہ کے ضرر سے جو تمام عمر کے لیے ہوتا ہی امن رہے اور اسکے اندر قابل قسمت یا غیر قابل قسمت کی

(۴۵) وقوله ملك على صيغة المجهول صفة لقوله عقار واحترز بقوله بعوض عما اذا ملك بالهبة فان الشفعة لا يجب فيها واحترز بقوله هو مال عما اذا ملك بعوض غير مال كالمهر والخلع والصلح عن دم العمد والعتق ونحو ذلك فان الشفعة لا يجب في هذه الاشياء۔

(۴۵) عقار کے اندر بہر حال مین شفعہ واجب نہین ہو جاتا بلکہ صرف اوسوقت مین واجب ہوتا ہی کہ بعوض مال کے اوس کے اوپر ملکیت حاصل ہوی ہو اور اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ کے ایک عقار کا مالک ہو جائے یا اگر کوئی شخص بعوض عقار کا مالک ہو مگر وہ عوض مال کے قبیلہ سے نہو مثلا ایک مکان کسی عورت کا مہر یا بدل خلع یا آزاد کرنے کا بدل قرار پائے یا کوئی شخص قصدا کسی کو قتل کر ڈالے اور مقتول کے وارث قاتل سے ایک مکان لیکر صلح کر لین تو اس مکان مین بہر حال شفعہ نہوگا۔

(۷۶) لایجب الشفعة فی عرض وفلک ای سفینة وقال مالک تجب فی السفینة لانها تسکن کالعقار وعن احمد ومالک فی روایة تجب فی منقول ولنا ماروی انه عم قال لاشفعة الا فی ربع اوحائط

(۷۶) غیر منقولات میں اور کشتی میں شفعہ نہیں ہوتا اور امام مالک رح فرماتے ہیں کشتی کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ عقار کی طرح اوسمیں بھی لوگ بودوباش کرتے ہیں اور احمد اور مالک رح سے ایک روایت ہے کہ منقولات میں شفعہ ثابت ہوتا ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ انحضرت[۱]

(۷۷) ویجب ایضا فی بناء ونخل بیعا بلا عرصة لانهما منقولان وان بیعا مع الارض یجب تبعا لها۔

(۷۷) اگر ایک عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہوں تو نہیں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ منقولات میں سے ہیں اور اگر مع زمین کے فروخت ہوں تو بالتبع اوسمیں شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۷۸) بخلاف العلو حیث یستحق بالشفعة ویستحق به فی السفل علی انه خلیط فی الحقوق وهو الطریق لان حق التعلی یبقی علی الدوام وهو غیر منقول فیستحق به الشفعة کالعقار ولا کذلک البناء والنخل فلایستحق بهما الشفعة۔

(۷۸) اگر ایک دو منزلہ مکان ہے تو نیچے والے کو اوپر کے مکان میں اور اوپر والے کو نیچے کے مکان میں شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ اوپر والا حق یعنی راستہ میں نیچے والے کا شریک ہے کیونکہ اوپر والے کو ہمیشہ کے لیے اوپر رہنے کا حق ثابت ہے اور وہ غیر منقول[۲] ہیں ہے پس عقار کیطرح اوسمیں شفعہ کا استحقاق ہوگا بخلاف عمارت اور درختوں کے کہ وہ منقولات میں سے ہیں۔

(۷۹) ولا تجب ایضا فی دار جعلت مهرا بان تزوج علیها امراة اوجعلت اجرة بان استاجر حماما بدار یدفعها الیه عوض الاجرة اوجعلت بدل خلع بان خالعها علی دار یدفعها الیه اوجعلت بدل صلح عن دم العمد اوجعلت عوض عتق بان اعتق عبده علی دار وعند الشافعی تجب فیه الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده وعندنا لا لان المستحق بهذه العقود

(۷۹) اگر بعوض ایک مکان کے ایک عورت سے نکاح کیا یا مثلاً ایک حمام ایک سال کے لیے کرایہ پر لیا اور اوسکا کرایہ یہ قرار پایا کہ فلاں مکان مالک حمام کو دیدونگا یا عورت نے ایک مکان دیکر اپنے خاوند سے طلاق لیلی یا ایک شخص نے قصداً دوسرے کو قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثوں نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک شخص نے بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بہرحال ان مکانات میں شفعہ نہیں ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ان میں شفعہ ثابت ہوتا ہے اور منشا اختلاف کا یہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک شرمگاہ اور قتل وغیرہ متقوم چیزیں ہیں اور حنفیہ رح کے نزدیک یہ چیزیں اصل میں بے قیمت ہیں کیونکہ وہ مال کے

[۱] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شفعہ نہیں ہے مگر مکان یا باغ میں اور کسی چیز میں نہیں

لیست بمال غیرات الشارع جعلها مضمونة بالمال اما لخطرها او للضرورة فلا یتعدی عن موضعها ولا ضرورة فی حق ثبوت الشفعة فلا تکون متقومة فی حقه

(۸۰) او وهبت الدار بلا عوض مشروط فی العقد ولو شرط تجب لانها بیع انتهاء واما اذا وهبت له هبة ثم عوض عنها بغیر شرط لا تجب عندنا خلافا لمالك.

(۸۱) او بیعت الدار بخیار البائع لان خیاره لا یخرجها عن ملکه او بیعت الدار بیعا فاسدا لانه مستحق الفسخ ما لم یسقط حق الفسخ بالبناء ای بناء المشتری فیها لان حق البائع ینقطع به عند ابی حنیفة وعندهما لا ینقطع فلا تجب فیها الشفعة وتستقر وینقض ما بناه المشتری لان حق البائع فی الاسترداد آکد من حق الشفیع وحقه لا یبطل وله نقض البناء فالبائع اولی وله ان حق الاسترداد فی البیع الفاسد حق الشارع والبناء حق المشتری وحقه مقدم لحاجته والمشتری بنی بتسلیط البائع فلا یکون له نقضه

(۸۲) او قسمت الدار بین الشرکاء لا تجب ایضا لجارهم بالقسمة بینهم

قبیلہ سے نہیں ہین البتہ شارع نے لوگون کی ضرورت یا ان چیزون کی شرافت اور عزت کا لحاظ فرما کر مال سے انکا تاوان مقرر فرمایا ہے اسواسطے صرف ضرورت کے مقامات مین یہ حکم منحصر رہیگا اور اسبات کی کچھ ضرورت نہین ہے کہ ثبوت شفعہ کے لیے بھی

(۸۰) اگر ایک مکان کسی کو ہبہ کیا اور ہبہ کے اندر کچھ عوض لینے کی شرط نہین لگائی تو اس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شرط لگائی ہے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط العوض آخر کار بیع ہو جاتا ہے۔ اور اگر بغیر شرط کیے ہبہ کے اندر عوض ملجائے تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہین ہے مگر امام مالک رح کے نزدیک ثابت ہو جاتا ہے

(۸۱) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بائع کا اختیار اوس کے اندر شرط کیا گیا تو اوسمین شفعہ نہوگا اسواسطے کہ جب تک بائع کا اختیار ہے اوسوقت تک مبیع بائع کے ملک سے خارج نہین ہے اسیطرح اگر بیع فاسد سے کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہوتا البتہ اگر مشتری اوسمین کچھ عمارت بنالے تو حق فسخ ساقط ہو جانے اور بائع کا حق منقطع ہو جانیکی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہو جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ بائع کا حق منقطع نہوگا بلکہ وہ مکان کو واپس لے سکتا ہے اور مشتری کی عمارت کو گرا سکتا ہے اسواسطے کہ بائع کو واپس کرنے کا حق بہ نسبت اوس حق کے جو شفیع کو حاصل ہوتا ہے زیادہ تر قوی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مشتری کے عمارت بنالینے سے شفیع کا حق باطل نہین ہوتا بلکہ اوس کو عمارت کے گرانے کا اختیار ہوتا ہے لہذا بائع کو بطریق اولی یہ اختیار ہوگا اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ بیع فاسد کے اندر واپس کرنیکا

(۸۲) اگر ایک مکان مشترک کو شریکوں نے باہم تقسیم کیا تو اوس مکان کے جار کو اس تقسیم کرنے سے شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے

لان القسمة فیها معنی الافراز ولهذا یجری فیها الجبر والشفعة لم تشرع الا فی المبادلة المطلقة وهی المبادلة من کل وجه۔

کہ تقسیم کے اندر مبادلہ کے معنے نہین ہین بلکہ اوسمین حصون کا جدا جدا کرنا ہی ولہذا زبردستی ایک شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ کو جدا کرسکتا ہی اور شفعہ صرف اوس تقدیر پر ہوتا ہی کہ ہر طرح سے مبادلہ پایا جاوے۔

(٨٣) او سلمت شفعته ای سلم الشفیع الشفعة ثم ردت الدار الی البائع بخیار رؤیة او بخیار شرط کیفما کان او ردت بخیار عیب بقضاء قاض لا تجب الشفعة ایضا لانه فسخ من کل وجه فلا یمکن ان یجعل عقدا جدیدا فعاد الی قدیم ملك البائع ولا فرق فی ذلك بین ان یکون الفسخ قبل القبض او بعده

(٨٣) اگر شفیع نے اپنا شفعہ ترک کر دیا بعد ازان وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے خواہ کوئی شرط ہو بائع کے پاس واپس ہو کر آیا یا بحکم قاضی خیار عیب کی وجہ سے وہ مکان بائع کو واپس ہو گیا تو شفعہ باطل ہوگا اسواسطے کہ واپس ہونا فی الحقیقت ہمہ وجوہ بیع کا فسخ ہی پس ازسر نو اوسکا عقد قرار دینا ناممکن ہی لہذا جسطرح پہلے وہ مکان بائع کی ملکیت مین تہا اوسیطرح اب اوسکی ملکیت مین داخل ہو گیا اور یہان اسبات مین کچہ فرق نہین ہی کہ وہ فسخ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ

(٨٤) وتجب الشفعة لو ردت الدار بخیار عیب بلا قضاء قاض او تقایلا البیع لانه فسخ فی حقهما لولایتهما علی انفسهما فانه بیع جدید فی حق ثالث لوجود حد البیع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضی والشفیع ثالث

(٨٤) اگر ایک مکان خیار عیب کی وجہ سے بائع کو بلا حکم قاضی واپس ہو جاوے یا خود بائع اور مشتری بیع کو لوٹا لین تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسواسطے کہ صرف انکے حق مین بیع فسخ ہو جاویگی کیونکہ اونکو اپنی ذات کا اختیار ہی مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو ایک بیع سمجہی جاویگی اسواسطے کہ بیع کی حقیقت (یعنے مبادلہ مال بمال برضامندی) اوسمین پایا جاتا ہے۔

(٨٥) وعندهما لا تجب لان شفعته بطلت بالتسلیم والرد بالعیب بغیر قضاء اقالة والاقالة فسخ لقصدهما ذلك والعبرة لقصد المتبایعین واللہ اعلم۔

(٨٥) صاحبین رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ ترک کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل ہو گیا اور بغیر حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے بیع کا واپس کرنا اقالہ کے حکم مین ہی اور اقالہ بیع کا فسخ ہوتا ہی کیونکہ بائع اور مشتری کو اقالہ سے بیع کا فسخ کرنا مراد ہوتا ہی اور شرع کے اندر انکا قصد معتبر ہی واللہ اعلم

هذا باب فی بیان احکام ما تبطل به الشفعة

بطلان شفعہ کا بیان

(٨٦) وتبطل الشفعة بترك طلب

(٨٦) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت

المواثبة او بترك طلب التقرير حين علم
مع القدرة بان لم يسد احد فمه
او لم يكن في الصلوة لانها تبطل بالاعراض
وترك الطلبين او احدهما مع القدرة
عليه دليل الاعراض۔

یا طلب تقریر کو بلا عذر ترک کر دیا یعنے مثلاً کسی نے اوس کے
مونھ کو بند نہیں کر دیا تھا یا وہ نماز کی حالت میں نہ تھا تو اوسکا
شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ اعراض کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا
ہی اور باوجود قدرت کے دونوں طلبوں کا خواہ ایک طلب کا ترک کرنا
شفعہ سے اعراض کرنیکی دلیل ہے۔

(۸۷) وتبطل ايضا بالصلح اي بصلح
المشتري الشفيع من الشفعة
على عوض لانه اخذ الاعتياض عن
حق ليس بمال فسقط حقه وعليه
اي على الشفيع رده اي رد العوض
لانه رشوة۔

(۸۷) اگر مشتری نے کچھ روپیہ شفیع کو دیکر شفیع سے راضی نامہ
کر لیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ اوسنے اپنے حق کے عوض میں
جو مال کے قبیلہ سے نہیں تھا یہ روپیہ لیا ہی لہذا اوسکا حق ساقط
ہو گیا اور پھر شفیع کو اوس روپیہ کا بھی واپس کرنا پڑے گا
اسواسطے کہ وہ ایک قسم کی رشوت ہی۔

* * * * * * *

(۸۸) وتبطل ايضا بموت الشفيع
قبل الاخذ بعد الطلب او قبله
فلا تورث عنه۔

(۸۸) اگر شفیع نے ہنوز مکان کو شفعہ سے نہیں لیا تھا کہ اوسکا
انتقال ہو گیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثوں کو شفعہ کا حق
نہوگا خواہ طلب شفعہ اپنی زندگی میں کر چکا ہو یا نہیں۔

(۸۹) وقال الشافعي لا تبطل لانها
حقه والوارث يخلفه في حقوقه
ولنا ان حق الشفعة حق التملك وهو
حق قائم بالشفيع فلا يبقى بعد موته
(۹۰) لا تبطل بموت المشتري لوجود
المستحق۔

(۸۹) امام شافعی رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا میں
میت کا حق شفعہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ میت کا
حق تھا اور وارث اوسکے قائم مقام ہیں حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ حق شفعہ
حقیقت میں ملکیت حاصل کرنے کا حق ہی اور وہ شفیع کی ذات سے
(۹۰) اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا
اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۹۱) وتبطل ايضا ببيع الشفيع ما
يشفع به وهو الدار التي يشفع بها
قبل القضاء اي قبل حكم الحاكم
بالشفعة لزوال سبب الاستحقاق
ولا فرق بين ان يكون عالما وقت

(۹۱) اگر قاضی نے ہنوز شفیع کے لیے شفعہ کا حکم نہیں دیا تھا
کہ شفیع نے اوس مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت
کر ڈالا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ استحقاق شفعہ کا
سبب جاتا رہا۔ اور اسبات کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا کہ اوسکو اپنا مکان
فروخت کرتے وقت مکان مشفوعہ کے فروخت ہونیکا علم تھا یا نہیں

بيع دار ه لشراء المشفوعة او لم يكن عالما لانه لا يختلف في الحالين تضار كالتسليم الصريح فانه لا يختلف بين ان يعلم بيعها او لم يعلم وكذا ابراء الغريم لان ذلك اسقاط فلا يتوقف على العلم كالطلاق والعتاق ولا تبطل ان كان بالخيار لبقاء السبب

اسواسطے کہ اوسکا حیل عذر ہوگا جسطرح صراحةً شفیع اپنے شفعہ کو ترک کردے تو علم بیع یا عدم علم کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور شفعہ باطل ہوجاتا ہی یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو قرضہ چھوڑدے تو قرضدار عند القاضی بری ہوجاتا ہی خواہ اس قرضخواہ کو اپنے قرضہ کا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ چیزین اسقاط قبیلہ سے ہین لہذا اونمین علم کا ہونا ضروری نہین ہی جسطرح طلاق اور عتاق کی صورتین۔ اور اگر اس صورت مین شفیع نے اپنے لیے

۹۲، ولا شفعة لمن باع اي للذي باع بالوكالة بان كان الشفيع وكيلا لبائع الدار المشفوعة لانه موكل باتمام البيع وفي اخذه بالشفعة نقض ما وكل باتمامه وعند الثلاثة تجب له الشفعة۔

۹۲، اگر شفیع نے بائع کیطرف سے وکیل ہو کر مکان مشفوعہ کو کسی سے فروخت کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ اوسکو بیع کامل کرنیکے لیے وکیل کیا ہی اگر خود بذریعہ شفعہ کے اب اوس مکان کو شفیع لیلے تو جس چیز کے لیے اوسکو وکیل کیا تھا اوسی چیز کا نقض اوسکی طرف سے لازم آجائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا۔

۹۳، او بيع له اي او لمن بيع له والضمير في له يرجع الى من يعني بيع العقار لاجله بان كان البائع مضاربا فباع الدار ليس لرب المال الشفعة فيها لان البيع له وكذا اذا كان عبدا ماذونا له في التجارة فباع الدار ليس للمولى الشفعة فيها لما ذكرنا

۹۳، اگر زید و عمر تجارت کے اندر شریک ہین اور زید کا مال اور عمرو کی محنت قرار پائی ہی اور عمر نے تجارت کے مال مین سے ایک مکان فروخت کیا تو زید کو اوسمین شفعہ کا استحقاق نہین ہی اسواسطے کہ یہ بیع اوسی کی طرف سے ہی اسیطرح اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی رکھی ہی اور اس غلام نے ایک مکان فروخت کیا تو اس شخص کو شفعہ نہوگا کیونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہی۔

۹۴، او ضمن الشفيع الدرك وهو تبعة الاستحقاق عن البائع لا تجب له الشفعة لانه بضمانه له الدرك ضمن له ان تحصل له الدار وذلك لا يكون الا بترك له الشفعة وفي اخذه

۹۴، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے مشتری سے یہ بات کہی کہ اسمین کسی کا حق برآمد ہو تو مین اوسکا ضامن ہون تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ شفیع گویا مشتری کے لیے حصول مکان کا ضامن ہوگیا ہی اور یہ اسوقت ہوسکتا ہی کہ وہ شفعہ کو ترک کردے اور شفعہ سے

بها ابطال ذلك وعند الثلاثة تجب۔

یعنے مین اوسکا باطل کرنا ہی۔ مگر ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا۔

(۹۵) ومن ابتاع ای اشتری او ابتیع له ای او اشتری لاجله والضمیر فیه یرجع الی من فله الشفعة اما اذا اشتری بطریق الوکالة وهو شفیع فله الشفعة لانه لیس فیه ابطال شرائه بل فیه تقریر من جهته لان الاخذ بالشفعة مثل الاخذ بالشراء واما اذا اشتری له فکذلك کالمضارب اذا اشتری العقار من مال المضاربة ورب المال شفیعها کان لرب المال الشفعة وکذا العبد الماذون اذا اشتری فللمولی الشفعة اذا کان علی العبد دین وان لم یکن علیه دین فلا فائدة بالاخذ لانه ملکه ولم یتعلق به حق غیره۔

(۹۵) اگر ایک شخص مکان کو وکالۃً خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ سے لینے مین اوسکا خریدنا باطل نہین ہوتا بلکہ شفیع کے اعتبار سے وہ خریدنا برقرار رہتا ہی کیونکہ شفعہ سے لینا بھی بمنزلہ خریدنے کے ہی۔ اسیطرح اگر ایک مکان شفیع کے لیے کوئی شخص خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا مثلا اگر زید نے تجارت کے لیے کسی شخص کو مال دیا ہی اوس مال سے اگر شخص مذکور نے کوئی مکان خریدا اور زید کا اوسمین شفعہ ہی تو وہ شفعہ کر سکتا ہی اور اسیطرح اگر غلام ماذون یعنے مالک کیطرف سے جسکو خرید فروخت کی اجازت ہی، اگر کوئی مکان خریدے اور مالک کا اوسمین شفعہ ہو تو مالک اوس مکان کو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غلام لوگون کا قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہین ہی تو مالک کو اوس مکان کے لینے کی کیا ضرورت ہی اسلیے کہ دوسرے کا حق اوسمین متعلق نہین ہی بلکہ وہ اسکی ملک ہی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۹۶) وان قیل للشفیع انها ای الدار بیعت بالف درهم فسلم شفعتها لاجل الاستکثار ثم علم انها ای الدار بیعت باقل من الالف او علم ان الدار بیعت ببرّ او شعیر قیمته الف درهم

(۹۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوگیا اور شفیع نے اوسکو گران سمجھکر یا بقدر روپیہ نہونے کی وجہ سے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا معلوم ہوا کہ وہ مکان بعوض اسقدر گیہون یا جو کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہی تو اب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہی اسلیے کہ جسطرح اس صورتین

او اكثر من الالف فله الشفعة لان التسليم لم يصادف على الوجه المستحق لانه كان للاستكثار او لتعذر الجنس فلم يصح وهكذا الحكم في كل موزون او مكيل او عددي متقارب۔

اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا بلکہ گران سمجھنے یا نقد روپیہ میسر نہونے کیوجہ سے اوسنے شفعہ ترک کیا لہذا اوسکا اعتبار نہوگا۔ جتنی چیزین ناپ یا تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سبکا حکم یہی ہے اور

بخلاف ما اذا علم انها بيعت بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب فيه القيمة وهي دراهم او دنانير فلا يظهر فيه التيسير۔

اگر معلوم ہوا کہ وہ مکان اسقدر اسباب کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایکہزار یا ایکہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ ایسی صورتمین بہرحال شفیع کو قیمت دینی پڑیگی اور آسانی کا اثر اوسمین ظاہر نہوگا۔

(٩٧) ولو بان اي ظهر انها اي الدار بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعة لانهما جنس واحد في الثمنية وقال زفر والثلاثة هو على شفعته لانهما جنسان حقيقة۔

(٩٧) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا اوسکے بعد معلوم ہوا کہ اسقدر اشرفی کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ہزار روپیہ ہے تو پھر شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ روپیہ اور اشرفی ثمنیت کے اعتبار سے ایک جنس سمجھی جاتی ہین۔ زفر اور ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ ثابت ہوجائیگا اسلیے کہ حقیقۃً دو جنس ہین۔

(٩٨) وان قيل له اي للشفيع ان المشتري فلان فسلم شفعته اما لكرامه او خوفا من شره فبان اي ظهر انه غيره فله الشفعة لما ذكرنا ولو ظهر ان المشتري هو مع غيره كان له ان ياخذ نصيب غيره لان التسليم لم يوجد في حقه۔

(٩٨) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے شفیع نے یہ سنکر زید کی عزت کا خیال کرکے یا اوسکے خوف سے شفعہ کو چھوڑ دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اوس مکان کو عمرو نے خریدا ہے تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اس لیے کہ جسطرح استحقاق شفعہ حاصل ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا اور اگر معلوم ہوا کہ زید نے مع عمرو کے خریدا ہے تو صرف عمرو کے حصہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ عمرو کے حق مین ترک شفعہ نہین پایا گیا۔

(٩٩) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل۔

(٩٩) اگر شفیع کو اولاً نصف مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان کل مکان کے فروخت ہونے کا علم ہوا تو اب کل مکان مین شفعہ کرسکتا ہے

(١٠٠) وان باعها اى وان باع رجل داره الا ذراعا استثناه فى جانب الشفيع فلا شفعة له لان الاستحقاق بالجوار ولم يوجد الاتصال بالمبيع وكذا لو وهب هذا القدر للمشترى لعدم الالتزاق وهذه حيلة لاسقاط الشفعة۔

(١٠٠) اسقاط شفعہ کے لیے ایک حیلہ یہ ہے کہ فروخت کرنیوالا اپنے کل مکان کو فروخت کر ڈالے مگر شفیع کی جانب سے ایک گز زمین کو مستثنیٰ کر لے کہ اس سے شفیع کو شفعہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جوار کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور اس جگہ مبیع کے ساتھ اتصال نہیں پایا گیا اسیطرح اگر بائع اپنے مکان کی ایک گز زمین جو شفیع کے ملک سے متصل ہے مشتری کو ہبہ کر دے تو بھی عدم اتصال کیوجہ سے شفعہ نہیں رہتا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(١٠١) وان ابتاع اى وان اشترى منها اى من الدار سهما بثمن معين ثم ابتاع اى اشترى بقيتها اى بقية الدار فالشفعة تثبت للجار فى السهم الاول فقط لان الشفيع جار والمشترى شريك فى الباقى فيقدم عليه۔

(١٠١) اگر ایک شخص نے مکان کا ایک حصہ سو روپیہ کو خرید کر باقی مکان کو بھی خرید لیا تو فقط پہلے حصہ میں جار کو شفعہ ہوگا اور باقی میں نہ ہوگا اسواسطے کہ شفیع جار ہے اور مشتری باقی کے اندر شریک ہے لہذا جار پر مقدم ہوگا۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(١٠٢) ولو اراد الحيلة اشترى السهم الاول بجميع الثمن الا درهما والباقى بدرهم فلا يرغب الجار فى اخذ السهم الاول لكثرة الثمن لا سيما اذا كان السهم الاول جزء قليلا كالعشر مثلا او اقل۔

(١٠٢) شفعہ سے بچنے کے لیے ایک یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ پورے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کرکے خرید کر باقی مکان کو اوس ایک روپیہ سے خرید لے کہ اسوقت میں کثرت ثمن کیوجہ سے اوس حصہ کو شفیع نہ لیگا خصوصاً جبکہ بہت کم مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ ہو۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(١٠٣) وان ابتاعها اى وان اشترى الدار بثمن ثم دفع الى البائع ثوبا عنه اى عن الثمن فالشفعة تجب للشفيع بالثمن لا بالثوب لان الثوب

(١٠٣) اگر ایک مکان سو روپیہ سے خریدا اور بائع کو بجائے سو روپیہ کے مشتری نے ایک کپڑا دیدیا اب شفیع اگر اوس مکان کا لینا چاہے تو اوسکو سو روپیہ دینے پڑینگے اور کپڑا دیکر نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے جو کپڑا

عوض عما فی ذمة المشتری فیکون البائع مشتریا للثوب بعقد اخر غیر العقد الاول۔

سو روپیہ کے بدلے دیا ہے مکان کے بدلے نہیں دیا اور یہ سودا گویا دوسری بیع ہے۔

(۱۰۴) ولا تکره الحیلة لاسقاط الشفعة واسقاط الزکوة عند ابی یوسف وعند محمد تکره لانها وجبت لدفع الضرر وهو واجب والحاق الضرر به حرام وبه قال الشافعی ولابی یوسف انه یحتال لدفع الضرر عن نفسه والحیلة لذلك مشروعة وان کان غیره یتضرر فی ضمنه وهو روایة عن ابی حنیفة ثم قیل هذا الاختلاف بینهما قبل الوجوب واما بعده فیکره بالاجماع۔

(۱۰۴) اسقاط شفعہ اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک بُرا نہیں ہے اور امام محمد رح کے نزدیک بُرا ہے اسلیے کہ حیلہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ ضروری چیز ہے اور دوسرے کے ضرر رسانی کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے۔ امام شافعی رح کا بھی یہی قول ہے۔ ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اس جگہ اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کے لیے حیلہ کیا جاتا ہے اور اسلیے حیلہ کرنا روا ہے اگرچہ دوسرے کا بھی اوسکے ضمن میں ضرر لازم آئے ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر بعض کا قول ہے کہ یہ اختلاف ابو یوسف اور محمد رح کے مابین ثبوت شفعہ سے پہلے ہی اور ثبوت شفعہ کے بعد بالاتفاق حیلہ کرنا برا ہے۔

(۱۰۵) وقیل لاتکره الحیلة بمنع وجوب الشفعة بالاجماع وانما الخلاف فی فصل الزکوة والمختار عندی ان لا تکره فی الشفعة دون الزکوة۔

(۱۰۵) بعض کا قول ہے کہ بالاتفاق شفعہ ثابت نہونے کے لیے حیلہ کرنا برا نہیں ہے بلکہ صرف اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنے میں اختلاف ہے مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا برا ہے۔

(۱۰۶) واخذ حظ البعض بتعدد المشتری لا بتعدد البائع صورته ان المشتری اذا تعدد بان اشتری جماعة عقارا والبائع واحد یتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتی کان للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم ویترك الباقی وان تعدد

(۱۰۶) اگر چند لوگوں نے ایک شخص سے کوئی مکان خریدا تو شفیع کو اس بات کا بھی مجاز ہے کہ صرف مشتری کے حصہ کو لیوے اور باقی مکان کو چھوڑ دے اور اگر اسکے برعکس صورت ہے یعنے ایک شخص کوئی مکان چند آدمیوں سے جو اس مکان میں شریک ہیں خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ بذریعہ شفعہ کے ایک شریک کا حصہ لے اور دوسرے شریک کا نہ لے اوسکی وجہ یہ ہے

البائعون باع جماعة عقارا مشترکا بینهم والمشتری واحد لایتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتی لایکون للشفیع ان یاخذ نصیب بعضهم دون بعض والفرق ان فی الوجه الثانی باخذ البعض تتفرق الصفقة علی المشتری فیتضرر به زیادة الضرر وفی الوجه الاول یقوم الشفیع مقام احدهم فلا تتفرق الصفقة ولا فرق فی هذا بین ما اذا کان قبل القبض او بعده علی الصحیح۔

کہ اس صورت میں بعض کا حصہ لینے اور بعض کا نہ لینے سے مشتری پر بیع کا تفرقہ لازم آئیگا جسمیں مشتری کا ہوتا ضرر ہے اور پہلی صورتمیں شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہوجائیگا اور بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان صورتوں کا حکم قبل از قبضہ مشتری اور بعد از قبضہ ایک ہی ہے۔

(۱۰۷) وان اشتری رجل نصف دار غیر مقسوم وقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع حظ المشتری ای نصیبه الذی حصل له بقسمته ولیس له ان ینقض القسمة سواء کانت بحکم او بالتراضی لانها من تمام القبض لما فیه من تکمیل الانتفاع۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کسی غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خریدا اور مشتری نے بائع سے اوسکو تقسیم کر لیا تو شفیع کو بھی حصہ لینا پڑے گا جو تقسیم ہونے سے مشتری کو ملا ہو اور اوس تقسیم کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار نہو گا خواہ وہ تقسیم باہمی رضا مندی سے ہو یا بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ تقسیم کے بغیر قبضہ ناتمام ہوتا ہے اسلیئے کہ بغیر تقسیم کیئے انتفاع کامل نہیں ہو سکتا۔

(۱۰۸) فان قلت فیها معنی المبادلة والشفیع یملك نقض تصرفاته فکذا انقض قسمته قلت فیها افراز من وجه ولهذا یجری فیها الجبر ومبادلة من وجه ولهذا یجری فیها احکام البیع من رد بعیب او خیار

(۱۰۸) صورت مذکورہ بالا میں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہے اور شفیع کو مشتری کے تمام تصرفات باطل کرنے کا اختیار ہے لہذا اوسکی تقسیم کو بھی باطل کر سکتا ہے مگر اوسکا یہ جواب ہے کہ تقسیم کے اندر ایک طرح سے علیحدگی کے معنے پائے جاتے ہیں اسواسطے ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم پر مجبور کر سکتا ہے اور ایک طرح سے مبادلہ کے معنے پائے جاتے ہیں

واما

رویة فبالنظر الی هذا یملك وبالنظر الی ذلك لا یملك فلا یملك بالشك

ثم اذا لم یکن له نقض قسمته کان له ان یاخذ نصیب المشتری فی ای جانب کان وعن ابی حنیفة انما یاخذه اذا وقع فی جانب الدار التی یشفع بها لانه لم یبق جارا فیما یقع فی الجانب الاخر۔

ولہذا تقسیم کے اندر بیع کے احکام جاری ہوتی ہین مثلاً عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار یا خیار رویت وغیرہ پس بلحاظ مبادلہ کے شفیع کو ابطال تقسیم کا اختیار ہونا چاہیے۔ اور بلحاظ علیحدگی کے اختیار نہونا چاہیے پس بسبب شک ہو جانے کے اسکو اختیار نہوگا۔ اور جب اوسکو تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوا تو جسطرف مشتری کے حصہ مین نصف مکان آیا ہو شفیع اسکو لے سکتا ہی مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اس صورت مین مشتری کے حصہ کو شفیع اُسو قت لے سکتا ہی کہ وہ حصہ شفیع کے مکان کی جانب*

(۱۰۹) وللعبد المدیون الاخذ بالشفعة من سید لا صورته رجل باع دارا وللبائع عبد ماذون له فی التجارة وعلیه دین یحیط بماله ورقبته فللعبد ان یاخذ الدار بالشفعة لانه کالاجنبی عنه حینئذ

(۱۰۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور اُسکا ایک غلام ہی جسکو اُسنے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہی اور یہ غلام اسقدر قرضدار ہی کہ اوسکی ذات اور نیز اوسکا مال قرضے کے اندر مستغرق ہی تو یہ غلام بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو لے سکتا ہی اسلیے کہ ایسے وقت مین اوس غلام کو اجنبی کا حکم ہے۔

(۱۱۰) کعکسه ای کعکس الحکم المذکور وهو ما اذا کان العبد هو البائع فلمولاه الشفعة لما ذکرنا بخلاف ما اذا لم یکن علیه دین و العبد بائع لان بیعه لمولاه ولا شفعة لمن بیع له علی ما مر بخلاف ما اذا اشتری لانه ابتیع له وقد مران من ابتاع او ابتیع له لا تبطل شفعته۔

(۱۱۰) اگر صورت مذکورہ بالا کے برعکس صورت ہی یعنے یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکے مالک کو بھی شفعہ ثابت ہوگا اسیواسطے کہ وہ اجنبی کے حکم مین ہی بخلاف اوس صورت کے کہ غلام پر کسی کا قرض نہوا اور وہ مکان فروخت کرے تو چونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہوگی اسلیے مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کوئی مکان خریدے تو مالک کا شفعہ قائم رہیگا اسلیے کہ جسکے لیے مکان خریدا جائے اوسکا شفعہ مکان مین باطل نہین ہوتا۔

* * * * * *

(۱۱۱) وصح تسلیم الشفعة من الاب والوصی والوکیل عندهما وقال محمد لا یجوز والصبی علی شفعته اذا بلغ

(۱۱۱) اگر نابالغ کیطرف سے باپ یا باپ کا وصی یا موکل کیطرف سے وکیل شفعہ کو ترک کردے تو صحیح ہی اور محمد رح کے نزدیک ناجائز ہی بلکہ نابالغ کو بالغ ہونے کے بعد اور موکل کو معلوم ہونے کے بعد شفعہ کا

*ہو اور اگر دوسری جانب ہو تو نہین اسلیے کہ اسواسطے کہ دوسری جانب کا شفیع گویا اجنبی ہے۔

والموکل کذلك اذا بلغه الخبر لانه حق ثابت لهما فلا یملکان ابطاله وبه قال زفر ولهما ان هذه فی معنی المبادلة وهما یملکانها۔

اختیار ہی اسلیے کہ اس نابالغ اور موکل کو شفعہ کا حق ثابت ہی لیں باپ اور وصی یا وکیل اوسکو باطل نہین کرسکتا زفر رح کا بھی یہی قول ہی ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی دلیل ہی کہ ترک شفعہ میں مبادلہ کے معنے پائے جاتے ہین اور وصی وغیرہ کو اوسکا اختیار ہوتا ہی۔

(١٢١١) وعلی هذا الخلاف بطلان الشفعة بسکوت الاب والوصی عند العلم بالشراء وهذا اذا بیعت بمثل قیمتها۔

(١٢١١) اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی کو بیع کا علم ہو اور یہ سکوت کرلین تو بطلان شفعہ مین وہی اختلاف ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا مگر یہ اختلاف اوسوقت ہی کہ وہ مکان معمولی قیمت سے فروخت ہوا

وان بیعت باکثر من قیمتها بما لا یتغابن الناس فی مثله قیل جاز التسلیم بالاجماع لان النظر متعین فیه وقیل لا یجوز التسلیم بالاجماع وهو الاصح لانه لا یملك الاخذ فلا یملك التسلیم کالاجنبی وان بیعت باقل من قیمتها بمحاباة کثیرة فعن ابی حنیفة لا یصح تسلیم الاب والوصی ولا روایة عن ابی یوسف والمراد بالوکیل هنا الوکیل بطلب الشفعة واما الوکیل بالشراء فتسلیمه الشفعة صحیح بالاجماع وکذا سکوته اعراض بالاجماع۔

ہو اور اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ لوگ اتنا نقصان نہین اوٹھا سکتے تو بعض کا قول ہی بالاتفاق شفعہ باطل ہو جاتا ہی اسلیے کہ اوسمین نابالغ کی خیرخواہی ہی اور بعض کہتے ہین بالاتفاق نابالغ کا شفعہ قائم رہتا ہی اور یہی قول صحیح ہی اسلیے کہ جب باپ وغیرہ کو لینے کا اختیار نہین ہی تو ترک کرنے کا بھی اختیار نہین ہی بلکہ اونکو اجنبی کا حکم ہی اور اگر وہ مکان بہت رعایت کرکے نہایت کم قیمت سے فروخت ہوا تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ باپ اور وصی کا ترک شفعہ کرنا صحیح نہوگا اور ابو یوسف رح سے اوسمین کوئی روایت نہین ہی۔ اور وکیل سے متن مین وہ شخص مراد ہی جسکو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا گیا ہو اور اگر خریدنے کے لیے وکیل کیا ہی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ کو ترک کردینا صحیح ہی اور نیز اوسکا سکوت کرنا بالاتفاق اعراض ہی۔

(١٣١١) ثم الوکیل بالشفعة انما یصح تسلیمه اذا کان فی مجلس القاضی عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف یصح فی مجلس القاضی وغیره وعند محمد وزفر لا یصح تسلیمه اصلا ولو اقر هذا الوکیل علی موکله بانه سلم الشفعة جاز اقراره علیه عندهما اذا کان فی مجلس القاضی وان کان فی غیره فلا یجوز الا انه یخرج من الخصومة

(١٣١١) ابو حنیفہ رح کے نزدیک وکیل بالشفعہ کا شفعہ کو ترک کرنا قاضی کے روبرو صحیح ہوتا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقاً صحیح ہو جاتا ہی خواہ قاضی کے روبرو ہو یا نہو اور محمد اور زفر رح کے نزدیک اسیطرح اوسکا شفعہ کو ترک کرنا صحیح نہین ہی۔ اور اگر یہ وکیل اسبات کا اقرار کرے کہ میرے موکل نے شفعہ کو چھوڑ دیا ہی تو صاحبین رح کے نزدیک اوسکا اقرار صحیح ہی بشرطیکہ قاضی کے روبرو ہو ورنہ صحیح نہوگا مگر یہ وکیل مدعی نہو سکیگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے

ف وقال ابو یوسف یجوز مطلقا وقال زفر لا یجوز مطلقا وهی مسئلة اقرار الوکیل بالخصومة وموضعها فی کتاب الوکالة والله اعلم